# خمسہ متحیرہ

## پہلا ستارہ

# حال حضرتِ حُر

"دردِ عصیاں کی زمانہ میں دوا ہے توبہ"

از
علامہ آرزو لکھنوی

ناشر
مکتبہ سلطانی بمبئی نمبر ۳

قیمت عہ

# عرض مصنّف

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری شاعری کی ابتدا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ذکر خیر سے ہوئی اور یہ سلسلہ عہد طفولیت سے اسوقت تک برابر جاری ہے۔ کلام کی اشاعت دو طرح ہوتی ہے۔ یا وہ کثرت سے سنایا جائے یا طبع کر کے شایع کیا جائے۔ غزلوں کی شہرت اسلئے ہوئی کہ وہ مشاعروں میں بھی پڑھی گئیں اور ادبی رسالوں میں بھی طبع ہوتی رہیں۔ لیکن مرثیے نہ زیادہ پڑھے گئے نہ طبع ہوئے۔ اکثر ایسے مرثیے ہیں جو کبھی نہیں پڑھے گئے۔ اسکے وجوہ و اسباب کے ذکر میں طوالت ہے۔ مگر اتنا کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے کہنے کا شوق زیادہ ہے سنانے کا کم۔

میں ممنون ہوں جناب مستطاب سلطان حسین صاحب مالک سلطانی پریس کا جنھوں نے قدردانی فرما کر مرثیوں کی اشاعت کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔

آرزو

# عرض ناشر

حضرت آرزو لکھنوی کی تصنیفات کی فہرست تو بہت لمبی چوڑی ہے مگر تمام تصنیفات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی ہیں۔ تصنیف کا جو حصہ طبع ہوکر مقبول عام ہوچکا ہے اس میں چار دیوان فغان آرزو جہان آرزو، نشان آرزو اور زبان آرزو زیادہ مشہور ہیں۔ ایسے ہی زبان آرزو (سریلی بانسری) اور دو مثنویاں عدل محمود اور دُردانہ اپنی اہمیت اور شہرت میں کچھ کم نہیں ہے۔ انہی چیزوں نے آپ کو شاعر اعظم اور امام الفن ماننے پر مجبور کیا ہے۔

غیر مطبوعہ تصنیفات میں جو کچھ ہے اسمیں عظیم ترین چیز آپ کے مرثیے ہیں آج ہم خمسہ متحیرہ کے نام سے صرف پانچ مرثیے شایع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

ان مرثیوں پر تبصرہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے یہ تو بازار ادب کے جوہریوں کا کام ہے وہ دیکھیں اور پرکھیں۔

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

---

پرنٹر و پبلشر سلطان حسین تاجر کتب نے اپنے سلطانی فائن آرٹ لیتھو اینڈ پرنٹنگ پریس۔ بھنڈی بازار بمبئی ۳ چھاپ کر شایع کیا!

# خمسہ متحیرہ

یہ حضرت آرزو لکھنوی کے پانچ مرثیوں کا

## مجموعہ ہے

پہلا ۱
حضرت حُر کے حال میں

دوسرا ۲
پسران حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے بیان میں

تیسرا ۳
حضرت عباس علمدار کے ذکر میں

چوتھا ۴
جناب علی اکبر شبیہ پیغمبرؐ کی شہادت میں

پانچواں ۵
آل عبا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں
مع شہادت حضرت عبداللہ ابن حسن

١

درد عصیان کی زمانے مین ہے توبہ
پیشے ہای بوس شفا خاک شفا ہے توبہ
سرفراز بندہ ارباب خطا ہے توبہ
رونما شدہ الطاف خدا ہے توبہ
دافع درد و غم و رنج و مصیبت ہی ہی
ہم سے پوچھو تو کلید در رحمت ہی ہی

٢

جس کا ہر پھل گلشن جنت ہے یہ ایسا درخت
اسی سبزہ کے نظارہ سے ہے سرسبزی بخت
اسی کشتی مین لگائے گئے ہین غلبہ کے درخت
جس مین ہے شوکت شاہانہ یہی ہے وہ تخت
بادشاہ کشور عقبی کے گدا بنتے ہین
اس کے سایہ سے سعادت کے ہما بنتے ہین

۳

جسکو کہتے ہیں در مقصود وہ دانہ ہے یہی
جو ہے مرغوب خدا کو وہ فسانہ ہے یہی
جسکا ناوک ہے ندامت وہ نشانہ ہے یہی
جسمیں اسرار طرب ہیں وہ ترانہ ہے یہی
دور ہے قہر خدا سے متقی اس کا
مستحق رحمت حق کا ہے متقی اس کا

۴

رہنمائی ہے اسی خضر کی ملجاتی ہے راہ
ہوتی ہے کشتی سے بھی اسی دریا میں پناہ
مثل ہیزم کے اسی آگ سے جلتے ہیں گناہ
اسی غازہ سے چمک جاتا ہے ہر روئے سیاہ
اہل حاجت کے لئے مطلع امید ہے یہ
شب کو جو روز بناتا ہے وہ خورشید ہے یہ

٥

ہے اسی پستی ظاہر میں حقیقی رفعت
سائباں ہے اسی میخانہ کا ابر رحمت
اسی مصباح سے ہے مہر فلک کو خجلت
اسی مفتاح سے وا ہوتا ہے باب جنت
اسی پنجے سے کڑی قوس کی زہ کھلتی ہے
اسی ناخن سے ہر اک سخت گرہ کھلتی ہے

٦

یہی اکسیر شفا دیتی ہے آزاری کو
دور کرتی ہے یہی زنگ سیہ کاری کو
کوئی دیکھے تو سہی اسکی سپرداری کو
روک لیتی ہے جو تیغ غضب باری کو
شک نہیں بخشش مجرم کی نشانی یہ ہے
آگ دوزخ کی بجھاتا ہے وہ پانی یہ ہے

۳

نیک کرتی ہے بدوں کا بھی دنیا میں مآل
ساتھ ہر وقت اسی کے ہے خدا کا افضال
بے پر و بال بھی ہو جاتے ہیں دم میں خوشحال
کہ فطرس کو عطا پھر سے اسی نے پر و بال
غفلتیں دور جو کرتا ہے وہ جام اسکا ہے
فیض جن و ملک و انس پہ عام اسکا ہے

۴

ہے یہی خلق میں پیمان شکن پیمانہ
اسی جلوہ کا ہے ہر اہل خرد دیوانہ
جنس بخشش کا یہ ہے پیش خدا بیعانہ
ہے یہی شمع کی خود رحمت حق پروانہ
خم محراب حرم ہے خم ابرو اسکا
گوہر بیش بہا ہے ہر اک آنسو اسکا

۹

درد دل کی یہی دارو ہے مسیحان آفاق
دور اسی نے تو کیا آدم و حوّا کا فراق
کام برلانے زلیخا کا اسی کے اشفاق
کر دے جمع پریشانیِ دل کے اوراق
برلا پیری میں جواں کر کے مقدر کو بھی
مہرباں کر دیا روٹھے ہوئے دلبر کو بھی

۱۰

مگر ایسی نہ کسی کی ہوئی توبہ مقبول
جو شرف حُرِّ جری کو ہوا عالم میں حصول
ساعیِ بخشش عصیاں تھا جگربند رسول
ہاتھ اُٹھے تھے دعا کو کہ کھلا باب قبول
نام کس پیاسے سلطان رسالت نے لیا
بڑھ کے آغوش میں اللہ کی رحمت نے لیا

۱۱

رہے برسوں ہی خجل اپنے کئے پر آدم
جب میسر ہوئے غفار کے الطاف و کرم
پیر جب ہو گئی سہہ سہہ کے جدائی کے الم
وصل یوسف سے ہوئی شاد زلیخا اس دم
حُر عجب راہ سے بستان اماں میں پہنچے
کہ قدم رکھتے ہی جاوید جہاں میں پہنچے

۱۲

کام بگڑا ہوا عالم میں بناؤں کس کا
اس طرح ڈوبے کہ کوئی نہ اُبھرنے پایا
ایسا بہکا نہ کبھی راہ پر آیا ہوگا
حبذا بخت کہ دوزخ کے کنارے سے پھرا
سیدھا ہو جائے جو برگشتہ مقدر بھی ہو
حُر سا رہرو ہو تو شبیر سا رہبر بھی ہو

۱۲

نفع پایا رہ خالق میں اٹھایا جو ضرر
حلۂ خلد سے بدلا گیا ملبوس سفر
گھر کو چھوڑا تو دل اہل ولا میں ہوا گھر
لی دعا فاطمہ زہرہ کی چھٹا ماں سے اگر
پایا حیدر کو رسول دوسرا کو پایا
بت پرستوں کو جو چھوڑا تو خدا کو پایا

۱۳

کفر کو ترک کیا اس لئے تو حاصل ہوا دین
مل گیا عرش سے سر خاک پہ رکھتے ہی جبین
مل لیا خون کا غازہ تو ہوا اور حسین
زال دنیا کو جو چھوڑا تو ملی حور عین
خلد تک شہ کی محبت کے سہارے پہنچا
نہر سے ہٹتے ہی کوثر کے کنارے پہنچا

۱۵

ذوقِ جنت میں جو شوقِ گل و لالہ چھوڑا
غل ہوا تا بفلک چاند نے ہالہ چھوڑا
لی مسند خلد کی گھر کا جو قبالہ چھوڑا
مل گئی فوجِ ملائک جو رسالہ چھوڑا
اس حشم سے جو رہا بازدہ توقیر ملی
ترکِ منصب جو کیا خلد کی جاگیر ملی

۱۶

کی تھی حضرت پہ جفائیں بھی اسی نے سبقت
یاد تو ہوگا جو رستے میں ہوئی تھی حجت
جیسی بگڑی تھی اسی طرح بنی بھی قسمت
ادھر آیا تو ہوا اپنے فدائے حضرت
رجعتی دیکھا نہ ایسا کوئی سیارہ بھی
جرم جیسا تھا دیا ویسا ہی کفارہ بھی

۱۷

پہلے تو راہ میں اس رہبر دیں کو روکا
کہیں جانے نہ دیا اور بجز دشت بلا
جب یہاں کوفیوں نے کی شہ والا سے دغا
میں سوچا کہ ہوا جو مرے باعث سے ہوا
کفر کا ساتھ دیا دین سے بے پیر ہوئے
کیا کروں فکر کہ برگشتہ یہ تقدیر ہوئے

۱۸

باگ کو ہاتھ لگاتا تھا جب آتا تھا خیال
بید کی طرح لرز جاتا تھا وہ نیک مآل
کیا غضب میں نے کیا دل سے یہ پیہم تھا سوال
دے سزا کوئی مجھے پیش شہ نیک خصال
آل احمد کی نہ تکریم ذرا مجھ سے ہوئی
قابل عفو نہیں جو وہ خطا مجھ سے ہوئی

١٩

دل میں کہتا تھا ہوا آہ یہ مجھ سے کیونکر
گھیر کر سبط نبی کو جو میں لے آیا ادھر
آئی ہاتف کی یہ آواز عجب اسکا نکر
ایک یہ بھی تھا نمک خواری فاسق کا اثر
شاد غمخواری سرور سے ترا جی ہوگا
ترک کر صحبت ناری کو تو ناجی ہوگا

٢٠

ہو گیا ساتویں تاریخ سے پانی بھی جو بند
متردد ہوا کچھ اور حُرِ دانشمند
دلمیں سوچا کہ نبی زادے کو پہنچیگا گزند
ہونگے امت سے رسول عربی کیا خورسند
وائے ممکن ہے میسر نہ اُسے پانی ہے
واہ کیا خوب نبی زادے کی مہمانی ہے

۲۱

تشنہ کاموں کی مصیبت کا جو بیان آتا تھا
کاٹ کر ہونٹ جری خون جگر کھاتا تھا
پھپکے پھپکے کبھی اشک آنکھوں سے برساتا تھا
ہو کے انگشت بدنداں ہی رہ جاتا تھا
بسکہ تکلیف شہنشاہ ذوالاکرام پہ تھی
زانوئے فکر پہ سر تھا نظر انجام پہ تھی

۲۲

تھی رسد بند جو شہ پر تو جس گھر تھا یہاں
خوان تقسیم وہاں ہوتے تھے فاقہ تھا یہاں
ہر کو دیکھ کے اٹھتا تھا کلیجے سے دھواں
آبشاروں کی طرح آنکھوں سے آنسو تھے رواں
بس نہ تھا فاقہ کشوں کے لیے غم کھاتا تھا
جلووں خون انہیں صدموں میں گھٹا جاتا تھا

۲۲

کہتا تھا پاس نبی ان کو نہ ہے خوف خدا
کیسا اسلام ہے پڑھتے ہیں یہ کلمہ کیسا
جس پیمبر سے عبادت کا طریقہ سیکھا
قتل کو اسکے نواسہ کے سمجھتے ہیں روا
یہ ستم اور شہنشاہ حجازی کے لئے
روزے مانے گئے ہیں قتل نمازی کیلئے

۲۳

دن کو الجھن تھی تو ہر رات کو تھی بیداری
بھید لیتا تھا ہر اک دل کا بقصد دلداری
قتل شہ کی جب اُدھر دیکھتا تھا تیاری
ہوتا تھا خون جگر دیدۂ تر سے جاری
رہنا اس فوج میں اک طرح کی مجبوری تھی
روز افزوں دل بیتاب کی مایوسی تھی

۲۵

کبھی یہ فکر چلوں پیش امام ذی جاہ
عفو تقصیر کی گر ہے تو یہی ایک ہے راہ
کبھی یہ شرم دکھاؤنگا مین کیا روی سیاہ
میو کہ بدتر ہے گنہ سے ہی کہین عذر گناہ
مرغ پر بستہ سے کم تھی نہ مصیبت اسکی
بیڑیان پاؤن مین ڈالے تھی ندامت اسکی

۲۶

یہی اندیشے تھے فکرین تھین یہی آٹھ پہر
بیٹھا رہتا تھا اکیلا وہ یونہین چپ دن بھر
آتا تھا بہر ملاقات جو کوئی افسر
ٹال دیتا تھا بہانے سے اسے وہ مضطر
دھیان ہر قسم کے آ آ کے ستاتے تھے اسے
دوست جتنے تھے وہ دشمن نظر آتے تھے اسے

۲۳

کبھی کرتا تھا طلب اسکو جو لشکر کا امیر
مصلحت تھی کہ چلا جاتا تھا وہ باتوقیر
پیش آتی تھی جو کچھ جنگ کی بابت تقریر
دلپہ چلتے تھے سنان و تبر و خنجر و تیر
فن انصاف پہ دل خون ہوا کرتا تھا
پھر بھی کہتا تھا نہ کچھ سب کی سنا کرتا تھا

۲۴

ہم خیال اپنا کسیکو جو نہیں پاتا تھا
ملنے جلنے سے ہر اک شخص کے گھبراتا تھا
بے اجازت جو پسر بھی کبھی آجاتا تھا
خادمان در دولت پہ عتاب آتا تھا
ڈر یہ تھا افسر لشکر نہ خبر پائے کہیں
دل کا جو بھید ہے اوروں پہ نہ کھل جائے کہیں

۲۹

بسکہ معلوم تھے جور و ستم فوج یزید
تھی کسی قول کی تائید نہ تحریک جدید
کسی تجویز میں ہوتا تھا اگر ظلم مزید
جوش میں کرتا تھا غازی بہ دلائل تردید
راستہ اس سے جدا جو تھا وہ بتلا بھی دیا
اپنا مطلب بھی نکالا انہیں سمجھا بھی دیا

۳۰

کس طرح صلح ہو یہ فکر تھی ہر آن اُسے
کرنی تھی صحبت اغیار پریشان اُسے
دشمن و دوست کی تھی خوب جو پہچان اُسے
اس سے بہتر ہے کنارا یہی تھا دھیان اُسے
دل جو باتوں سے جفا پیشوں کے ٹھکراتا تھا
اُٹھ کے غازی کسی حیلے سے چلا آتا تھا

۳۱

تاہم نہیں اسی انجمن میں رہا وہ دیندار
پردۂ راز دلی فاش ہوا آخر کار
رخ سے ہونے لگے ظاہر غم وہم کے آثار
تن فاقون نے کیا جسم قوی کو بھی نزار
فوق اعضا شکنی سے کئی بیماریوں پر
ہوئی زردی سی عیاں پھول سے رخسار و لب پہ

۳۲

وجہ دریافت کرے کچھ یہ نہ تھی تاب غلام
پاس آداب سے چپ تھا پسر نیک انجام
تھے وہ تیور کہ نہ تھی بھائی کو بھی تاب کلام
حرم کا منہ دیکھ کے رہ جاتے تھے وہ سب ناکام
باہم انجمن میں تحمل تھا نہ غم سہنے کا
کچھ نہ کہنے ہی کا موقع تھا نہ چپ رہنے کا

۳۳

کر کے جرات یہ کہا بھائی نے اے نیک صفات
اب یہ کیوں پھر خموشی ہے یہ ہے کونسی بات
گریہ کس واسطے بے فصل کی کیوں ہے برسات
بد مزاجی بھی کچھ افزوں ہے خلاف عادات
اسکو سمجھائیے جو دل میں گرہ پڑ گئی ہے
کیا زباں فوج کی سردار سے کچھ لڑ گئی ہے

۳۴

غصہ چتون سے تو چہرہ سے ہویدا ہے الم
انتہا یہ ہے کہ ہم پر بھی نہیں اب وہ کرم
پردہ کس واسطے جب جسم سے باہر نہیں ہم
کہا بیٹے نے کہ کچھ کہیے مرے سر کی قسم
رنگ رو اڑ گیا صدمے جو ہوئے صدموں پر
رکھ دیا دوڑ کے خادم نے بھی سر قدموں پر

۳۵

دیکھا ان شیروں کو آمادہ جو ہمدردی پر
جوش میں آکے یہ کہنے لگا حُرِ صفدر
حاکمِ شام ہو برگشتہ کہ میرِ لشکر
مرنیوالونکو کسی سے نہیں کچھ خوف و خطر
موت تلوار کی مرنا ہے تو کیا ڈر ہے ہمیں
ایک دشمن ہو کہ دو لاکھ برابر ہے ہمیں

۳۶

فکرِ عقبیٰ کی ہے انجام کا ہے دھیان مجھے
کرتی ہے زشتیِ اعمال پریشان مجھے
سرخ ابھی سے نظر آتا ہے یہ میدان مجھے
ذبح کرتا ہے یہاں قتل کا سامان مجھے
صبح ہو فوج کشی شہ پہ تو کچھ دور نہیں
ہاتھ اس خون میں بھرنا مجھے منظور نہیں

٢٣

یہی کیا کم ہے جو کچھ ہو گئی ہے مجھ سے خطا
کرم اسکا ہے اگر بخش دے آقا میرا
اور اب اسکے سوا کوئی نہیں ہے چارا
کہ قدم پر شہ والا کے کروں جان فدا
خیر انجام کی اپنے یہی آئین میں ہے
ورنہ دنیا میں ٹھکانہ ہے نہ اب دین میں ہے

٢٤

اب بھی شامل رہوں اعدا میں تو ہے میرا قصور
منہ دکھاؤنگا پیمبر کو میں کیا روز نشور
پیاس میں مجکو تو دیں آب امام جمہور
ہمیں بندا نہ کروں آب حیات سے ہی دور
حکم حاکم بھی نہ مانوں گا پیمبر کی قسم
اب نہ ہوگی یہ خطا ساقی کوثر کی قسم

۳۹

سنکے یہ تینوں دلیر و نیک ہوئے بشاش
کہا بھائی نے اسی راہ کی تھی ہمکو تلاش
بولا فرزند نہ اس فوج میں ہم ہونگے کاش
عرض کی عبد نے سب اشتہ بری تھی یہ معاش
حر تو آمادہ ہی تھا شہ کی حمایت کیلئے
چاروں یکدل ہوئے شبیر کی نصرت کیلئے

۴۰

ایک جا بیٹھ کے چاروں نے گذاری وہ شب
مختلف باتوں میں تھا ایک ہی بس مطلب
دلکو تھا گاہ غم دوری آقا سے تعب
تھا کبھی شوق قدمبوسی سلطان عرب
چار تھے پھول مگر ایک ہی سی نکہت تھی
وہ عجب رنگ کا جلسہ تھا عجب صحبت تھی

۴۱

ناگہاں ہونے لگی تیرگیِ شب کافور
دشت میں پھیل گیا چار طرف صبح کا نور
اُڑ کے آنے لگے شاخوں پہ نشیمن سے طیور
چرخ پر صبح کا تارا تھا چراغِ سرِ طور
جلوۂ قدرتِ معبود عیاں تھا ہر سو
دشت میں وادیِ ایمن کا سماں تھا ہر سو

۴۲

صبح نے لوٹ لیا زینتِ شب کا سامان
تھی چراغِ سحری محفلِ انجم تاباں
ہار مرجھائے ہوئے پھولوں کا تھی کاہکشاں
زنگ آئینۂ مہتاب سے ہوتا تھا عیاں
دل یں کی سے گیا شوقِ طرحداری کا
خیمہ بے رنگ ہوا اطلسِ زنگاری کا

۴۳

دفعۃً چھپ گئی روئے قمر پر زردی
گل ہر اک شمع نسیم سحری نے کر دی
اہل کیں ہو گئی آمادۂ بیدردی
صبح کی بجنے لگی فوج لعیں میں وردی
عزم میدان کا پیادوں کی قطاروں نے کیا
گشت کو ختم طلایہ کے سواروں نے کیا

۴۴

محو تھے یاد الٰہی میں جو تھے شب بیدار
لطف دکھلاتا تھا جاگی ہوئی آنکھوں کا خمار
کروٹیں لینے لگے بستر غم پر بیمار
خواب غفلت سے ہوا ہر متنفس ہشیار
محو آئینہ کی جانب تھے سنورنے والے
اٹھے تلوار کا منہ دیکھ کے مرنے والے

۴۴

شوق میں تھی سو گردوں کسی عابد کی نگاہ
کرتے تھے انجم تاباں کو خجل داغ جباہ
تھا ہم آواز موذن کا کوئی حق آگاہ
پاؤں سجادہ پہ رکھا تو کہا بسم اللہ
تھی توجہ جو پئے زہد و عبادت پوری
تا بہ انجام اقامت تھی جماعت پوری

۴۵

تھی اکبر سے موذن کی وہ دل کش آواز
دل ہوئے جاتے تھے سنکر جسے سینوں میں گداز
مضطرب شوق میں تھے منتظر وقت نماز
صحن میں اٹھ کے ٹہلنے لگے سلطان حجاز
قافلے والے تھے کوس سفری کے مشتاق
اہل ایماں تھے اذان سحری کے مشتاق

۴۷

دیدنی تھی شہ دیں کی وہ نماز آخر
چشم رحمت سے خدا جسکی طرف تھا ناظر
ہر مصلّی غم و ایذا و بلا میں شاکر
نور ایمان کا پژمردہ رخون سے ظاہر
ہو نہ برگشتہ کسی حال مین نیت ایسی
ایک اک قابل امامت کے عدالت ایسی

۴۸

مقتدا حضرت شبیر امام سوّمیں
پیچھے صف بستہ برابر سے سب ارباب یقیں
تھے وہ دانائے جہاں آبروے قلزم دیں
ایک رشتے میں پروئے ہوئے سب دُرِ ثمیں
آگئے اُن چہروں کے انجم کی حقیقت کیا تھی
ایک تسبیح مرتب تھی جماعت کیا تھی

۴۹

پوشش کعبہ کی ہمشان جو کانپی وہ حیا میں
موم کردیں دل آہن وہ خروش آتی تھی صدا میں
وہ رضا جو کہ خوشی سے ستم و جور اٹھائیں
سر بھی ہو جائے قلم تن سے تو گردن نہ ہلائیں
وہی دے سکتے تھے انجام جو کام ان کا تھا
کر گیا دین کو قایم وہ قلم ان کا تھا

۵۰

کر چکے ختم فریضہ کو جو شاہ ابرار
جا کے خیمہ میں بتعجیل لگائے ہتھیار
حکم کے ساتھ ہوا ڈیوڑھی پہ حاضر رہوار
سب کو سمجھا کے چلا جلد علی کا دلدار
نکہت گل کو لئے باد بہاری آئی
وادی جنگ میں مولا کی سواری آئی

۵۱

تھیں اُدھر پہلے ہی سے جنگ پہ فوجیں تیار
پسرِ سعد کے نزدیک کھڑے تھے سردار
مثلِ سرو تھی کہیں استادہ پیادوں کی قطار
تھے پرے اپنے جمائے کسی جانب کو سوار
سینے تننے لگے سردار جوانوں کے بھی
شقے کھلنے لگے لشکر کے نشانوں کے بھی

۵۲

افسرِ میمنہ فوجِ جواں کوئی ہوا
حاکمِ میسرہ فوجِ گراں کوئی ہوا
گھات سے سوئے کمینگاہ رواں کوئی ہوا
جاگزیں قلب میں آزار رساں کوئی ہوا
راستہ بند ہوا پیاسوں کی حسرت کا بھی
حکم جاری ہوا دریا کی حفاظت کا بھی

۵۲

حُر تھا ہتھیار سجے سب سے الگ استادہ
کیونکہ اس عازمِ جنت کا جدا تھا جادہ
فکر یہ تھی کہ ہے نرغہ میں پیمبر زادہ
آپ ادھر دل پہ نصرت تھا اُدھر آمادہ
میرِ لشکر نے الگ پا کے بلایا تھا اُسے
کس دوراہے میں مقدر نے پھنسایا تھا اسے

۵۳

اس طرح پا چکا ترتیب جو سارا لشکر
باندھ لی ظالموں نے ظلم و تعدی پہ کمر
فوج تھی تخت میں سرداروں کی آمادۂ شر
اک فقط حُر کا رسالہ تھا کھڑا بے افسر
منتظر حکم کی فوج شہ دیگر بھی تھی
اتنی ہی جنگ کے آغاز میں تاخیر بھی تھی

۵۵

متصل آ کے خبردار یہ دیتے تھے خبر
قتل سادات پر آمادہ ہے بے پیر لشکر
اسطرف تو ہے یہ ہنگامہ بپا اور ادھر
آ گئے جنگ کے میدان میں شہ جن و بشر
ہوئے مجبور تو شمشیر و سپر باندھی ہے
مرنے پر فاقہ کشوں نے بھی کمر باندھی ہے

۵۶

آپ کی وجہ سے ہوتی ہے وغا میں تاخیر
دیر ہونے سے پریشان ہے لشکر کا امیر
صف کمانداروں کی ہے سامنے چلے کہیں تیر
دل پہ برچھی سی لگی سنکے یہ اسکی تقریر
مضطرب دل کی طرح اپنی جو پایا گھوڑا
یا علی کہہ کے بہادر نے اڑایا گھوڑا

۵۴

پوچھا لشکر سے الگ رہنے کا اسوقت سبب
بولے وہ حر جنگ نہ مہمان سے ہو یہ ہے مطلب
کہا راضی ہوئے بیعت پہ شہنشاہ عرب
حر نے فرمایا نبی زادہ کا یہ ہے منصب
بولا وہ ہے یہ ترا قول اطاعت کے خلاف
حر پکارے تری باتیں ہیں شریعت کے خلاف

۵۵

پہنچا نزدیک بن سعد جو وہ نیک انجام
دیکھا آنکھیں ہیں ستمگار کی دو خون آشام
دل میں سوچا کہ یہ کافر ہے عدوئے اسلام
دست چپ ماتھے پہ غازی نے رکھا بہر سلام
غصہ نفرت سے جو آیا تھا نہ ٹال گیا
دل میں سمجھا وہ ستمگر مگر ٹال گیا

۵۹

بولا وہ گھیر کے پہلے تو ہے تو ہی لایا
کہا حر نے میں نہ سمجھا تھا کہ ہے اہل دغا
بولا مکار کہ ہے حکم یہی حاکم کا
کہا حر نے یہ نہیں حکم شریعت بخدا
بولا وہ پاس نمک کا بھی ہے اس آن تجھکو
بولے حر روکتی ہے غیرت ایمان مجھکو

۶۰

بولا وہ توڑ دے عہد وہ جو ترا حاکم شام
بولے یہ حر نوکری کو مرا یہیں سے ہے سلام
کہا کیا دینگے کہ پانی کو ہیں محتاج امام
حر نے فرمایا کہ دینگے وہ عطا خلد کے جام
بولا وہ شہ کی رفاقت میں مصیبت بھی ہے
حر نے فرمایا کہ انجام میں راحت بھی ہے

٦١

بولا وہ رے کی حکومت کا بھی ہے دھیان
بولے حرؔ دیجیے تو میں اسکا عوض شاہ زمان
بولا وہ قول سے اپنے میں پھروں یہ ہے گراں
بولے حرؔ کیوں کیا اقرار خلاف ایمان
کہا کیا دوں میں بھلا اب حاکم الکفر کو جواب
بولے حرؔ حشر میں کیا دیگا پیمبر کو جواب

٦٢

بولا وہ مجھ سے نہ اس امر میں اب کر اصرار
کہا حرؔ نے کہ ہے شیطان تری گردن پہ سوار
بولا وہ میں نہ اماں شاہ کو دونگا زنہار
حرؔ نے فرمایا تو ہم سے بھی چلے گی تلوار
بولا وہ پاس ہیں کچھ مری سرداری کا
بولے حرؔ جوش ہے مظلوم کی غمخواری کا

٦٢

میرے آگے مرے مالک سے یہ بیہودہ کلام
باندھ لوں کیوں تری مشکیں ابھی او بد انجام
بھیجتا ہے مرے آقا کے مقابل میں غلام
دال ہیں تیری رذالت پہ طریقہ یہ تمام
دیکھ اس گستاخی بیجا میں خطا پائیگا
قید کا نام لیا اب تو سزا پائے گا

٦٣

کہا ہے شمر کہ کروں میں اسی دم تجھے قید
حر نے فرمایا کہ مجھ پر نہ چلے کا ترا کید
پسر سعد پکارا کہ ہے کس سمت درید
عبد حر نے یہ کہا آئے تو وہ ہے مرا صید
ڈر کے چلاتا ہے بودوں کا قرینہ یہ ہے
افسر فوج ہے یا کوئی کمینہ یہ ہے

۶۵

اپنے بیٹے کو ستمگر نے جو دی ڈر کے صدا
پسر حُر نے کہا ہنس کے کہ لا حول ولا
تجھ سا بودا بھی زمانہ میں نہ کوئی ہوگا
بس اسی منہ پہ غضب دیں سے ہے لڑنے آیا
ڈر کے اوروں کو بلاتا ہے حمایت کے لیے
چھوڑ دونگا تجھے کیا ڈر ہے کی حکومت کیسے

۶۶

واہ اسی جرأت و ہمت پہ بنا ہے افسر
تجھ سے کیا خاک دبیں گے یہ جوان لشکر
شرم بھی آتی نہیں لیتے ہوئے نام پسر
بزدلا تو ہے تو کس طرح وہ ہوگا صفدر
تیرا فرزند ہے کب جس میں اثر تیرا نہیں
کچھ بھی جرأت وہ دکھائے تو پسر تیرا نہیں

۶۳

غل ہوا چل گئی تو حُرِ جری سے تلوار
دیکھے ہاں ہاں کی صدا دوڑ پڑے سب اک بار
پسر سعد ہوا خوف سے غازی کے فرار
شور تھا ہو گئی کس بات پہ آخر تکرار
حُر پہ سردار کی یہ چشم نمائی ہوئی کیوں
متحیر تھی کہ آپس میں لڑائی ہوئی کیوں

۶۴

سنکے آواز بن سعد کی پکا تھا غلام
سدّ رہ بڑھکے ہوا عبد حُرِ نیک انجام
ہاتھ میں لی تھی حفص نے ہی گھوڑے کی لجام
پسر حُر نے صدا دی کہ بس او نافرجام
بل جو ابرو پہ بن سعد شقی نے ڈالا
ہاتھ قبضہ پہ ادھر حُرِ جری نے ڈالا

۶۸

بڑھ کے بھائی نے کہا حرؑ سے بس اب کیجے دور
حرؑ نے فرمایا نہ ہاتھ آئیگا پھر بانی زور
فسری پا کے یہ لشکر کی بہت ہے مغرور
دنگا میں سخت کلامی کی سزا اس کو ضرور
کٹ کے نذر شہ دلگیر کو جائیگا ابھی
جس میں نخوت ہے یہ سر ٹھوکریں کھائیگا ابھی

۶۹

حرؑ کے نعرے سے تھے یہ پیہم ادھر آؤ بیدین
کیوں ہوا جاتا ہے پنہاں عقب لشکر کیں
جو بچانے کیلئے دوڑ پڑے ہیں یہ لعین
لاش لیجائینگے انجام میں ہو کر غمگیں
سے میں آتا ہوں رکی جو یہ وہ شمر لعین
گھس کے لشکر میں نہ مارا ہو تو حرؑ نام نہیں

۶۱

کہا بھائی نے یہ اچھا نہیں ایک نیک نہاد
ہوگا دشوار نکلنا بھی پھر اتنا رہے یاد
واقعے سے ابھی آگاہ نہیں اہل عناد
اذن لے آئیے آقا سے کہ جائز ہو جہاد
جائے دوزخ میں کوئی خلد میں داخل ہو کوئی
سرفروشی کا نتیجہ بھی تو حاصل ہو کوئی

۶۲

حر نے فرمایا کہ سچ کہتا ہے تو ای ذیشاں
دی صدا عبد و پسر کو بھی کہ پھر آؤ یہاں
رہ گئی بات کہ ڈر کر وہ ہوا خود پنہاں
ماں بیٹے ہی کا غصہ کہ ہے موقع اس آن
ڈھونڈھ لینگے اسے لشکر میں جہاں جائیگا
ٹلکے یہ جنگ کے میداں سے کہاں جائیگا

۴۳

کہنے پہ باگ جو لی ہو گیا ہشیار فرس
جاگی سوتی ہوئی قسمت ہوا بیدار فرس
پیچھے خیمے کے رہے تو وہ خوش اطوار فرس
ایک منزل کی طرف لے کے چلے چار فرس
نہ درختوں سے رکے باد صبا کے جھونکے
پیچھے ابر کے ٹکوں کو ہوا کے جھونکے

۴۴

ایک نے نیزہ لیا ایک نے کھینچی تلوار
گرز سے یہ وہ ہوا تیر و کماں سے ہشیار
ہٹ گیا راہ سے وہ جس سے نظر ہو گئی چار
ٹوٹ جاتی تھی ہر جا صف فوج کفار
رعب دکھلاتے ہوئے لشکر شر سے نکلے
ہٹ گئی لوہے کی دیوار جدھر سے نکلے

۴۵ مطلع

جب سوئے فوج عدا رخ حق غازی نے کیا
عزم کعبہ کا بصد شوق نمازی نے کیا
پورا اک بار جو تھا عزم وہ تازی نے کیا
وا ادھر باب کرم شاہ حجازی نے کیا
کی ملائک نے دعا شہ کے فدائی کیلئے
بڑھ گئی رحمت حق عقدہ کشائی کیلئے

۴۶

تیر کی زد سے کچھ آگے نکل آیا جو وہ شبیر
کہا ہمراہیوں سے مٹ گیا تقدیر کا پھیر
دوری شاہ سے آنکھوں میں تھی دنیا اندھیر
سامنے منزل مقصد ہے بس اب کچھ نہیں دیر
اب کوئی غول بیابان نہیں بہکانے کا
راستہ مل گیا جنت میں پہنچ جانے کا

۴۳

کی ادھر حضرت عباسؑ علی نے جو نظر
عرض کی یوں باادب خدمت شہ میں آ کر
دیکھئے چار سوار آتے ہیں لشکر سے ادھر
حکم کیا دیتے ہیں اب بادشہ جن و بشر
روک کر ان کے ارادے کی خبر لے آؤں
یا اٹھائیں جو قدم کاٹ کے سر لے آؤں

۴۴

کہہ کے یہ کود پڑا گھوڑے سے وہ خوش کردار
زین خالی کئے ہمراہیوں نے بھی اک بار
بسکہ شرمندہ خطا پر تھا حُر نیک اطوار
ہاتھ رومال سے بندھوا کے چلا وہ دیندار
آنکھ ہو سکتی نہ تھی چار خجالت کے سبب
منہ گریباں میں ڈالے تھا ندامت کے سبب

۷۹

شہ نے فرمایا کہ دشمن یہ نہیں ہیں بھائی
پیشرو ان کا ہے حُر خوب ہے مرا شیدائی
پہلے گمراہ تھا اب راہ پہ قسمت لائی
اپنے لشکر سے نکل کر رہِ جنت پائی
جب ہے نادم تو عوض جور کا لو گے کس سے
ہاتھ باندھے وہ خود آتا ہے لڑو گے کس سے

۸۰

سنتے ہی یہ با ادب ہٹ گئے پیچھے عباس
آ گیا حُر جری ہاتھوں کو باندھے ہوئے پاس
عرض کی خدمت شہ میں یہ بصد حسرت و یاس
طالب چشم عنایت ہوں میں اے قدر شناس
جو ہوئی بے ادبی خوب وہ ہے یاد مجھے
یا سزا دیجیے یا کیجیے آزاد مجھے

۸۱

قابل عفو نہیں گرچہ مرے جرم و گناہ
آپ ہیں رحمت حق بخشئے مجھکو یا شاہ
اس شقاوت سے لعینوں کی نہ تھا میں آگاہ
ورنہ لاتا نہ ادھر آپ کو خادم واللہ
زنگ افزوں خط عصیاں کی سیاہی کا ہوا
اب تو باعث میں ہی حضرت کی تباہی کا ہوا

۸۲

شہ نے فرمایا ہوا جو نہ کر اب ذکر اس کا
نہ ہو شرمندہ عبث تھا یہی قسمت میں لکھا
یہ نہ ہوتا تو کوئی اور سبب ہو جاتا
ہر طرح کھینچ کے لاتی اسی جنگل میں قضا
وعدہ بچپن میں کیا تھا ادھر آنے کے لئے
ہم تو نکلے ہیں گلا اپنا کٹانے کیلئے

۴۳

بھائی شرمندہ نہ ہو تجکو ہے تشویش فضول
تجھسے رنجیدہ نہیں ہے بخدا ابن بتول
ہے رضامند خدا خوش ہیں علی شاد رسول
تیرا ای بھائی گروہ شہدا میں ہے شمول
فضل خالق ہوا بیت جو تری خالص تھی
بے ترے نام کے فرد شہدا ناقص تھی

۴۴

مغفرت کا اگر ای ہے غم اے نیک خصال
شافع حشر کو ہے تجھسے سوا تیرا خیال
ایسے رتبہ سے تو آگاہ نہیں ہے فی الحال
کافی اوروں کی بھی بخشش کو ہیں تیرے اعمال
پیش حق رتبے میں ایک سے ہے [illegible] تیری
بخشش امت عاصی میں ہے شرکت تیری

۸۵

پھر کہا دست کرم پھیر کے اسکے سر پر
اب ترے حال پہ خود رحمت حق کی ہے نظر
دل میں کچھ خوف عمل مت کر عصیاں سے نہ کر
دھو دیا اشک ندامت نے وہ سارا دفتر
گلشن خلد بریں خیر دری نے بخشا
میں نے بخشا تجھے اور میرے خدا نے بخشا

۸۶

کہہ کے یہ اسکے بندھے ہاتھوں کو جسدم کھولا
در فردوس معلی نظر آنے لگا وا
دیکھ کر یہ کرم سرور دیں حد سے سوا
فخر سے حُر خوشی پائے مبارک پہ گرا
جھک کے اس شیر سے یوں شاہ خوش اقبال ملے
غل تھا آزادوں میں فطرس کو پر و بال ملے

۴۴

جا کے دی حضرت زینبؓ کو یہ فقرہ نے خبر
ہو مبارک کہ ملا شہ سے ابھی حرؓ آ کر
کم ہوئے چند عدو شاہ کے لشکر داور
بڑھ گئے چار مددگار شہ جن و بشر
چہرہ بشاش ہر اک مرد سپاہی کا ہوا
چار چند اوج فزوں لشکر شاہی کا ہوا

۴۵

خوش ہوا دل کا جو غازی کے بر آیا مطلب
ملنے ہر ایک دلاور سے بڑھا حر بہ ادب
ملے فرزند و برادر سے بھی پیمبرؑ شاہ عرب
مجمع اسوقت کا تھا رشک دہ بزم طرب
مہرباں سب پہ غرض حضرت شبیرؑ ہوئے
انتہا یہ ہے کہ خادم سے بغلگیر ہوئے

۸۹

سنکے یہ جھک گئیں سجدے میں وہ مغموم و حزیں
شکر کے بعد یہ خالق سے دعا کرنے لگیں
اس طرف قتل پہ آمادہ ہیں لاکھوں بے دیں
میرے بھائی کی طرف تیرے سوا کوئی نہیں
ہاں سمجھاؤں میں کس طرح بلا کر سب کو
میرے مالک یہی توفیق عطا کر سب کو

۹۰

سب اسی طرح ہوں اگر میرے بھائی کے شریک
حق انہیں کا ہے جو ہوں حق کے فدائی کے شریک
کچھ بھلائی تو کریں جو ہیں برائی کے شریک
صلح منظور کریں ہوں نہ لڑائی کے شریک
خوں زیادہ ہوں وہ انبوہ اگر کم ہو جائے
یوں ہی لشکر پسر سعد کا برہم ہو جائے

۹۱

سر جو سجدہ سے اُٹھایا تو یہ نضرؔ سے کہا
میری جانب سے ذرا جلد یہ حُرؔ سے کہنا
تو شریک آ کے جو اس وقت مصیبت میں ہوا
دے ترے نیک ارادے کی خدا تجکو جزا
بہت ایسے تھے کہ جو وقت پہ منہ موڑ گئے
بیعتیں توڑ دیں نرغے میں ہمیں چھوڑ گئے

۹۲

آلِ احمدؐ پہ یہ گھڑیاں ہیں کڑی وقت ہے بد
بغض پر باندھ کر آئے ہیں کمر اہلِ حسد
ظلم و جور کی باقی نہ رہیگی کوئی حد
خوف یہ ہے نہ اُلٹ جائے نبیؐ کی مسند
ہے خلاف آج جہاں عترتِ پیغمبرؐ سے
خون سادات کی بو آتی ہے ہر خنجر سے

٩٢

حق ہے امت پہ بڑا عترت پیغمبر کا
وقت اس حق کی ادائی کا یہی ہے بخدا
خنجر کیں سے بچائے رہو سید کا گلا
تاکہ رہ جائے نبی زادیوں کے سر پہ ردا
فاقہ کش آپ ہوں کیا اسکا صلا میں دونگی
اتنا ہو سکتا ہے مجھ سے کہ دعائیں دونگی

٩٣

ادھر آیا ہے تو نصرت میں بھی کرنا نہ قصور
خلد میں دے گی تجھے رحمت رب حور و قصور
ہوا غمخوار نبی حق تجھے رکھے مسرور
شاہ روکیں بھی جو تجھکو تو نہ کرنا منظور
بہتر انجام نہیں لاکھ صفائی ہو گی
جان دیگا تو جہنم سے رہائی ہو گی

### ٩٥

حر کو جس وقت ملا بنتِ علیؑ کا یہ پیام
عرض کی میری شہزادی سے کہو بعد سلام
متردد نہ ہوں کچھ خواہرِ سلطانِ انام
سرفروشی کو ہے حاضر بسر و چشم غلام
نصرتِ سبطِ پیمبرؐ پہ نظر ہے جب تک
تیغ قبضے میں ہے اور جسم پہ سر ہے جب تک

### ٩٦

مال دنیا پہ توجہ ہے نہ حشمت کا خیال
ہاں اگر ہے تو ہے اب دین کی عزت کا خیال
خوف دوزخ کا ہے اور روزِ قیامت کا خیال
کھینچ لایا ہے ادھر گلشنِ جنت کا خیال
بخششِ جرم اسی در کی بدولت ہوگی
وہ دعا ہے مجھے ہمراہی جو عنایت ہوگی

٩٨

ناگہاں لشکرِ غدار سے چلے تیر ستم
نیزے ہلنے لگے اور ہو گئیں تلواریں علم
ہوئی آمادۂ پیکار سپاہ ظلم
ہو گئے بدعت بیجا پہ دلاور برہم
سب سپاہی وفا شاہ کے غم خوار ہوئے
نعرہ زن شہادت کے طلبگار ہوئے

٩٩

ہائے فرمائی تھیں جو خواہر سلطان امام
عصر تک منظر حسرت نظر آیا وہ کلام
اک طرف آتش بیداد سے جلتے تھے خیام
اک طرف خیمے میں جکڑا ہوا تھا کل کا امام
انتہا بھی کوئی اے چرخ ستم رانی کی
رہی چادر بھی نہ باقی کسی سیدانی کی

۹۹

حرؑ نے کی عرض عطا ہو مجھے رخصت پہلے
حق یہ میرا ہے ملے مجھکو اجازت پہلے
میں ہی آمادہ ہوا تھا پئے بدعت پہلے
طے کروں گا میں اب راہِ اطاعت پہلے
شوقِ منزل میں بھلا دوڑ دوی کیوں چھوٹے
سنگ جادہ جو ملے پیشروی کیوں چھوٹے

۱۰۰

شہ نے فرمایا کہ جلدی ہے یہ کیوں اے ذیشاں
جانے والے ہیں بہت سے سوئے افواجِ گراں
ایک رستے میں ہیں پس و پیش سے کب ہے نقصاں
خلد میں پہنچیگا جو وقت بھی جو ہو گا رواں
قصد تیرا ہے جہاں کا وہیں ہم سب پہنچینگے
شام تک ایک ہی منزل پہ ہم سب ہونگے

١٠١

عرض کی حُر نے جو غلطی کا ہے مری خمیازہ
کیوں نہ ہم سب ہوتے وہ بھٹکے کوئی اور اے مولا
مجھ سے پہلے کوئی جانباز جو قربان ہوگا
ہے یہ انصاف سے خود لوگ کہیں گے مجھے کیا
جس سے سامع کو ہو نفرت وہ فسانہ نہ بنوں
بیٹھے بھی تیر ملامت کا نشانہ نہ بنوں

١٠٢

جان پہلے ہی جو کر دونگا میں حضرت پہ نثار
کام بگڑے ہوئے بن جائیں گے سارے دشوار
طعنہ زن ہو نہ سکیگا کوئی مجھ پر زنہار
سب کہیں گے کہ وفادار تھا حُر دیندار
نہ حمایت میں کسی وقت وفا اس سے ہوئی
یہ خطا اسکی نہیں تھی جو خطا اس سے ہوئی

۱۰۲

ساتھ تیرے جو یہ ہیں تین جوان نایاب
ہے کوئی مہر کوئی نجم تو کوئی مہتاب
یہ برابر کا برادر کہ نہیں جس کا جواب
یہ پسر نیک سیر جوش پہ ہے جس کا شباب
باوفا ایسا غلام اور نہ ہاتھ آئے گا
کہہ دیا ہاتھ سے انکو تو کہاں پائے گا

۱۰۳

عرض حر سنکے یہ کہنے لگے شاہ خوش خو
لڑکے مرجانے پہ آمادہ ہے بیفائدہ تو
یہ مری جان کے دشمن ہیں یہ ہیں میرے عدو
خاک پر آل محمدؐ کا بہائیں گے لہو
خاتمہ کب ستم نامتناہی کا ہے
آج دن خانۂ زہرا کی تباہی کا ہے

۱۰۵

اس میں تخصیص کسی کی نہیں اے خوش کردار
جو مرے ساتھ ہے وہ ہوگا شہید آخر کار
ہوں اعزا و اقارب کہ رفیق و انصار
سب قمر طلعت و تابندہ رخ و مہر عذار
تشنہ لب چشمۂ کوثر کے کنارے ہونگے
شام تک عرش معلی پہ یہ تارے ہونگے

۱۰۶

ہوگا قتل آج ضرور احمد مختار کا لال
لاش تک میری کریں گے یہ ستمگر پامال
صبح ہو نیکی نہیں یاد رکھو ای نیک خصال
وعدہ ملنے کا نہیں ہیچ ہے جو نصرت کا خیال
بخت برگشتہ نہیں راہ پہ اب آئیگا
جان دینے سے ترے میں نہیں بچ جائیگا

۱۰۷

پیٹ کر سینہ و سر حر جری کہنے لگا
ساعتِ بد وہ ان آنکھوں کو دکھائے نہ خدا
ہائے یہ آئینِ رفاقت کے خلاف اے مولا
خاک بیٹھے یہ ہمارے جو نہ ہوں شاہ پہ فدا
موت موقوف نہیں جبکہ کسی سن کے لئے
جائیں ہم لوگ بچائیں بھی تو کس دن کیلئے

۱۰۸

جوہر اب اپنی شجاعت کے دکھاؤنگا میں
پیاسا حضرت سے گلا اپنا کٹواؤں گا میں
جانفشانی کا صلہ حشر میں پاؤنگا میں
خلد تک آسکے جہنم میں نہ جاؤنگا میں
رکھئے محروم نہ الطاف و عطا سے آقا
نہ جدا کیجئے خیل شہدا سے آقا

۱۰۹

میں ہوں یا میرا پسر بھائی ہو یا میرا غلام
خوش نصیبی ہے جو ہو فدیۂ سلطان انام
جائے انصاف ہے ای بادشاہ عرش مقام
دیکھیں کس آنکھوں سے جب قتل ہوں انصار امام
ہم رہیں آپ کے جانباز پیارے نہ رہیں
خاک ذروں کے چمکنے پہ جو تارے نہ رہیں

۱۱۰

ایسے آقا پہ نہ سو جان سے کیونکر ہوں فدا
دھیان اپنوں سے سوا ہو جسے بیگانوں کا
پاس یہ ہے کہ نہ ہو میرا پسر تجھ سے جدا
علی اکبر کی جدائی کا نہیں غم اصلا
خاک میں ہائے شباب احمد ثانی کا ملے
برچھی سینے پہ لگی پھل یہ جوانی کا ملے

۱۱۱

بھائی صدقے نہ ہوا آپکے بھائی پہ اگر
سامنے جاؤنگا حیدر کے میں کیا منہ لیکر
کیا کہونگا میں یہ پوچھینگے اگر پیغمبر
کہ سوا تھا علی اکبر سے بھی کیا تیرا پسر
تازہ خادم ہوں مجھے خلد میں جا دیں آقا
کیا جواب اسکا نہیں دوں یہ بتا دیں آقا

۱۱۲

شہ نے فرمایا کہ تو ہے ابھی تازہ مہمان
چاہیے مجھکو مدارات کا تیری سامان
مگر افسوس ہے واقف ہے کہ جو حالت ہے یہاں
تیسرا دن ہے کہ فاقہ سے ہیں سب پیر و جواں
رنج ہے تیرے بچھڑنے کا بہت صدمہ ہے
مہماں مرنیکو جائے کوئی انصاف یہ ہے

۱۱۳

حر نے کی عرض کہ یا شاہ یہ انصاف نہیں
رحم کہتے ہیں اسے جو کہ ہیں ارباب یقیں
کام لیتے اگر انصاف سے شاہنشہ دیں
پھر ٹھکانا نہ ہمارا دونوں جہاں میں نہ کہیں
ہوں وہ مجرم کہ نہ تھا عفو خطا کے قابل
وہ مرا کار دست درازی تھی سزا کے قابل

۱۱۴

مجھکو مہمان جو فرماتے ہیں حضرت ہر آن
آپ مہمان ہیں یا آپکا میں ہوں مہمان
پہلے تو آپ کو لیکر نہیں آیا ہوں یہاں
خبر اسکی نہ مگر تھی کہ یہ ہوگا ساماں
غلبہ پیاس کا اور بھوک کی شدت ہوگی
خنجر و تیر سے مہمان کی دعوت ہوگی

۱۱۵

کبھی اس سمت نہ لاتا جو یہ ہوتا معلوم
آ کے گھر جائیں گے نہ سخی میں امام مظلوم
غم سے بیدار ہوں میں نالہ و زاری کی ہے دھوم
جاں بلب ہو رہے ہیں پیاس کے مارے معصوم
حال یہ دیکھ کے دل سینے میں تھراتا ہے
دیکھئے اصغر غریبوں کا کدھر جاتا ہے

۱۱۶

عذر دعوت بھی نہ فرمائیں امام جمہور
فرض پہلے تو یہ میرا ہی تھا حسب دستور
میں بھی اب یا ہوں اسی حالت میں ہے جو حال حضور
آپ مجبور ہیں آقا تو ہوں میں بھی معذور
عذر دیتا ہوں میں جاں اپنی ضیافت ہے یہی
نعمت خلد عطا ہو مری دعوت ہے یہی

۱۱۲

میزباں کو ہے جو دکھ سہنے میں لازم سبقت
جب بھی یہ فرض ہے میرا ہی بقول حضرت
کچھ نہ فرمائیگا ختم ہوئی بس حجت
کی خطا عفو تو رنی بھی عطا ہو رخصت
جس طرح غم وہ مٹا دور الم ہو یہ بھی
وہ عنایت جو ہوئی ہے تو کرم ہو یہ بھی

۱۱۳

حر غازی نے کیا جبکہ مدلل یہ کلام
سر کو نہوڑا لیا اور ہو گئے خاموش امام
جھک کے اس نے جو کیا رخصت آخر کا سلام
شہ نے فرمایا کہ جا نیک ہو تیرا انجام
مستحق جلد ہو فضل و کرم باری کا
پھل ملے خلد میں تجکو مری غمخواری کا

۱ مطلع

جنگ کی جبکہ اجازت حرؔ غازی کو ملی
غل ہوا آیت نصرت حرؔ غازی کو ملی
سند روز شفاعت حرؔ غازی کو ملی
یا کلید در جنت حرؔ غازی کو ملی
جس سے دل تازہ ہوا ایسا گل تازہ پایا
تیرگی مٹ گئی چہرہ کی وہ غازہ پایا

۲

چوم کر پائے مبارک ہوا گھوڑے پہ سوار
دی صدا رعب سے افزوں ہے مرا عز و وقار
اس طرف قوت بازو تو ادھر تھا دلدار
اور تھا مثل سپر پشت پہ عہد دیندار
عزم شمشیر زنی چاروں دلیروں نے کیا
رخ نیستاں کا بپھرے ہوئے شیر نے کیا

۲

فوج پر جاتے ہیں یوں ناصر شاہ دو جہاں
جیتوں سے ہے غضب حیدر کے دل عباس
چشم انصاف سے دیکھا جو سو فوج گراں
نکلے دو لاکھ سواروں میں یہی چار جواں
فوج ظالم سے سو لشکر عادل آئے
بہتر جو لی باگ تو لاکھوں کے مقابل آئے

۳

دشت کی سرد ہوا سے تھے جو گھوڑے بیتاب
گرمی جنگ میں اڑنے لگے مثل سیماب
دہ رواروہ دوادو دہ تگاپو دہ شتاب
ایسی شتابی ہیں طے کرتے ہیں جو راہ ثواب
فوج ناری سے حضور شہ دیں جا پہنچے
باگ دوزخ سے جو لی سوئے جناں جا پہنچے

٥

جرأتیں وہ ہیں کہ آکر ہوے تھوڑ و نکی ٹیک
ہیبتیں وہ کہ ڈرے شیر جو پہنچیں نزدیک
عزتیں وہ کہ پسند آئے نہ اقبال دکیک
شوکتیں وہ کہ ہوا تاج وفا فرق پہ ٹھیک
ولولے بڑھ گئے دیکھا جو نمودار وں کو
جوش کھانے لگا خوں دیکھ کے تلواروں کو

٦

غرق ہیں زور آہن میں بہادر ہمہ تن
دشت ہلتے ہیں جو ٹاپوں سے جو چھیڑیں توسن
رخت کو عاقبت اندیش سمجھتے ہیں کفن
یہ ہیں شیروں کی ہیبت سے کہ تھراتا ہے چمن
ہوتے ہیں قلب و جگر خوف سے شق گیتی کے
اک تزلزل میں ہیں آمد سے طبق گیتی کے

۶

کہیں ہوتے بھی ہیں عالم میں خوش اطوار ایسے
جو پسند آ گئے اللہ کو کردار ایسے
حق کو پہچان لیا چاروں نے ہشیار ایسے
جان دیں نام پہ آقا کے وفادار ایسے
ساتھ کیا گل کا بھلا عاشقِ گلشن چھوڑیں
خاک بھی مٹ کے اگر ہوں تو نہ دامن چھوڑیں

۷

جنگ کے جتنے ہیں عالم میں ہنر جانتے ہیں
شیر دل وہ ہیں کہ سینوں کو سپر جانتے ہیں
منچلے ایسے کہ مرنے کو ظفر جانتے ہیں
تکیہ اللہ پہ ہے قبر کو گھر جانتے ہیں
آگے بڑھتے ہیں قدم خلد میں چلنے کے لیے
روحیں بےچین ہیں قالب میں نکلنے کے لیے

۹

تو دسپر ہیں کہ تابندہ ہیں مہر اقبال
دوش پر ہیں یہ کمانیں کہ فلک پر ہیں ہلال
کم ہیں اخگر سوزندہ سے ہر تیر کی بھال
پر دلی ہے وہ کہ گردش کی فدا چشم غزال
بچ گئے قبضے سے دلیروں کے کہاں جائے ظفر
ذاب میں تیغ کہ محمل میں ہے لیلائے ظفر

۱۰

آئے جب مجمع روباہ کے نزدیک وہ شیر
بیٹھا اک تیر کے چلنے پہ اڑے چاروں دلیر
دی جو گردش پیرو نکو ہوئی دنیا اندھیر
کھنیز سے کے نکالے کبھی تولی شمشیر
چھوٹے قابو میں جو تھے ان کی شہزوری سے
زلزلہ آگیا شیروں کی سبک شوری سے

١١

جلوہ دکھلا چکے میداں کا سراپا حشم
گاڑ کر نیزے زمیں پر کئے آراستہ دم
لب پہ نعرے کہ نثار قدم شاہ امم
دل میں یہ دھیان کہ کیا ہے یہ پیادہ ظلم
زندہ ہوتا نہ یہ بیکس پہ جری گر ہوتے
جمع یوں ہوں کہ نہ آتے تو دلاور ہوتے

١٢

بڑھ کے دو چار لعینوں نے یہ دی حر کو صدا
کیوں گیا تھا ادھر اب آیا ہے کیوں قصد ہے کیا
بگڑا سردار سے دشمن کا طرفدار ہوا
تیرا ٹل جانا ہی کچھ حق میں ترے بہتر تھا
ورنہ تنہا یہ ہزاروں کی چڑھائی ہوتی
بہت انجام برا تھا جو لڑائی ہوتی

١٣

تعزیت گزری کہ ہم لوگ نہ تھے واقف حال
کیوں یہ حجت ہوئی کیا ہے سبب طول مقال
ورنہ جا سکتا تھا تو پیش شہ نیک خصال
شاہ تک اُس کے گرے سے بھی پہنچانا محال
لذت دید میسر نہ جہاں میں ہوتی
عصر کے بعد ملاقات جناں میں ہوتی

١٤

حر نے فرمایا کہ تم فہم و فراست سے ہو دور
اذن لینے ہیں گیا تھا شہ والا کے حضور
یہ بھی خواہش تھی کہ ہوں عفو مرے جرم و قصور
شاد رکھے انہیں حق کر دیا مجھ کو مسرور
درد بھی میرا سنا اور دوا بھی بخشی
کی عطا جنگ کی رخصت بھی خطا بھی بخشی

۱۵

ہائے تھا پاس نمک سے میں ستمگر کا شریک
اب ہوں لیکن جگر و جان پیمبر کا شریک
چھوڑا گمراہ کو ہوں دین کے رہبر کا شریک
میرے ساقی ہیں وہ میں ہوں شہ صفدر کا شریک
نہ وہ چھوٹے گا جو آئین سرافرازی ہے
انکا اقبال ہے جب اور مری جانبازی ہے

۱۶

ہے یہ ابن سعد ستمگار مطیع خناس
اسکے باعث وہ کیا جرم کہ بخشش سے تھی یاس
سد رہ سبط نبی کا میں ہوا بے وسواس
ٹکڑے ظالم کے اڑا دونگا تو نکلے کی بھڑاس
بندۂ زر ہے لعین کا کوئی ایمان نہیں
دین جو کافر سے نہ بدلے تو مسلمان نہیں

١٧

اب بھی ہے فوج مرے ساتھ نہ لشکر ہمراہ
ہے کوئی ناصر تازہ نہ ہے یاور ہمراہ
یاں ہیں میرے پسر و عبد و برادر ہمراہ
یاں ہے اقبال شہنشاہ دلاور ہمراہ
علم و فتح ہے ہر طرح مگر ہاتھ مرے
کہ دعا خواہر شبیر کی ہے ساتھ مرے

١٨

جو تجھے روکنے والے تھے کدھر ہیں وہ دلیر
کہہ دو ان سے کہ پھر آیا ہے وہ بپھرا ہوا شیر
پہلے جلدی تھی تو کس سوچ میں اب کرتے ہیں دیر
لیں سپر دوش سے اور میان سے کھینچیں شمشیر
چار کس ہم ہیں ادھر لشکر بے پایاں ہے
ہاں اب آئیں کہ یہی گو ہے یہی میداں ہے

۱۵

شت فوجیرو وی سـ اوز سـ نیس
جز فا قو فن سکی کا ہچی سـ ذ نیس
بات ا ر ا سـ یں و ط [illegible] نیس
دیا فطا سـ ا ج [illegible] اوفـ نیس
سـ ہچی ہو ر و [illegible] تیج [illegible] سنی
جیب مہچی لا کہ ی د و لا ہ [illegible] نیس

۱۶

ات جـ ہو لاف یکسیں و ثنا ف ابو بس
ا بو وی جـ ا ف سـ لو و د ر بو یس
ا ب ا ر ا سـ ط کا و ا و فس ط و ای ج ہو یس
بطـ ا ب ر ا سـ ج یں سـ ع و ہ یا د ا بو یس
سـ ا ر ا ج ا ز و ف ر و یں سـ ع ا ک ہی ال
ح یب سـ ط ع یں ع سـ لا ی سـ لا

۲۱

خواہش اس رتبہ کی گر ہو تو اُدھر سے ادھر آؤ
خلد کو چھوڑ کے دانستہ جہنم میں نہ جاؤ
دل میں انصاف جو کچھ بھی ہے تو حق کو نہ چھپاؤ
دیکھو دنیا کے لیے دین کی عزت نہ گنواؤ
خود ہو سیراب کئی روز سے پیاسے ہیں حسین
کلمہ گو تم ہو پیمبر کے نواسے ہیں حسین

۲۲

قول احمدؐ یہ بیاں کرتے ہیں ارباب یقیں
تم میں دو چیزیں امانت ہیں پئے اہل زمیں
ایک ہے آل مری ایک ہے قرآن مبیں
ان سے کی جس نے عداوت وہ ہوا دشمن دیں
آج اسی آل سے سامان جدل تم نے کیا
خوب احمدؐ کی وصیت پہ عمل تم نے کیا

۲۳

پہلے لکھ لکھ کے خط شوق طلب شہ کو کیا
نکلے گھر سے تو انہیں راستہ ہی میں گھیر لیا
آکے اس بن میں کیا نہر پر ایسا قبضا
ذرۂ ریگ بھی ٹھہرنے کیلئے دی نہیں جا
مہر میں فاطمہ کے ابن علی کا حق ہے
نہر شبیر کا حق ہے کہ تمہارا حق ہے

۲۴

حق پسندی نہ طبیعت میں نہ ہے خوف عذاب
قتل فرزند پیمبر سے گنہ یا کہ ثواب
سن کے یہ ہو گئے خاموش وہ سب خانہ خراب
سخن حق کا زمانہ میں بھلا کیا ہے جواب
ناطقے بند تھے یا قفل زبانوں پر تھے
شمع خاموش کی تصویر زبان آور تھے

۲۵

دی بن سعد ستمگر نے یہ لشکر کو صدا
کہ زباں اس سے زیادہ بکا نتیجہ ہے برا
جب یہ مرنے پہ ہے آمادہ تو ڈرے اسے کیا
ضرب شمشیر و بریدہ دہنی کی ہے سزا
سلسلہ پہلے تھا جو کچھ اسے ہاں قطع کرو
سخن سخت کہی اب تو زباں قطع کرو

۲۶

حر نے فرمایا کہ جا دور بھی ہو او مکار
باگ اٹھا دونگا تو لے گا ابھی تو راہ فرار
شیر ہر وقت رہا کرتے ہیں مشتاق شکار
اب جو کچھ تو نے کہا ہو گی سگے پر تلوار
بات جو حق ہے وہ نکلے گی دہن سے پہلے
قطع کر دونگا زباں قطع سخن سے پہلے

۲۶

عموان لشکر میں چھپا خوف زدہ ہو کے شفق
فوج ترغیب سے افسر کی یورش کرکے بڑھی
چھائی ڈھالوں کی گھٹا تیغوں کی بجلی چمکی
تیر سر ہو گئے بجنے لگے باجے جنگی
پرتو مہر سے نیزوں کی چمک ملنے لگی
گھوڑے کوکا کے سواروں نے زمیں ملنے لگی

۲۷

تو نہ نکل فوج کو کیا دیتا ہے ترغیب لعین
ترک کیوں کرتا ہے ناموس عرب کا آئین
انکو مرنے کا نہیں خوف جو ہیں اہل یقیں
اسکا پروانہ ہوں میں جو ہے چراغ رہ دیں
کور باطن کوئی تجھسا بھی نہ کافر ہوگا
نام روشن مرا ہوگا جو قلم سر ہوگا

۲۹

خلف صاحب دلدل کا جو پیر و تھا جری
باگ گھوڑے کی ادھر حمزۂ ولاور نے بھی لی
ساتھ ہی تیغ پسر نے بھی کمر سے کھینچی
کیا نعرہ کہ نثار پسر سبط نبی
بھائی جھپٹا مدد اے بازوئے سرور کہہ کر
جابڑا عبد بھی یا خواجۂ قنبر کہہ کر

۳۰

چاروں تلواریں چمک کر صف دشمن پہ گریں
بجلیاں کوند کے یا قلعۂ آہن پہ گریں
نہ رکیں جب سپر و مغفر و جوشن پہ گریں
دو کیے جسم سوار و نکے تو توسن پہ گریں
جب اُٹھیں خانۂ بیداد کو ڈھا کر اُٹھیں
چار دیوار عناصر کو گرا کر اُٹھیں

٣١

[illegible]

٣٢

[illegible]

٣٢

بجھ بجھ میں یقین آتا ہے کہ کیا ہیں تیغیں
موذیوں کے سر دافعی سے سوا ہیں تیغیں
پئے کفار غضب قہر خدا ہیں تیغیں
ہمہ تن جنگ ہیں سامان قضا ہیں تیغیں
موج میں مغفر کے حباب یہ نظر آتی ہیں
ناگنیں چار ہزار ان کو ڈسے جاتی ہیں

٣٣

جلوۂ برق جہندہ تھی چمک تیغوں کی
کم نہ تھی شعلۂ سرکش سے لپک تیغوں کی
اٹھ کے گرنے میں قیامت تھی جھلک تیغوں کی
غمزۂ شاہد نازک تھی لچک تیغوں کی
جو تھے سالم ابھی کشتوں میں ہیں داخل وہ بھی
زد سے جو دور تھے ہو ہو گئے گھائل وہ بھی

۳۵

تم خور رہی ہیں منہ کیوں ہنوں پیکے لئے
ہیں یہ جوہر کہ چمکتے ہیں ستارے لئے
کم نہیں ابرو قاتل سے نظارے لئے
جان کے لینے پہ قادر ہیں اشارے اسکے
دست پاچہ اہنی چار و کے سبب اعدا ہیں
انگلیاں ہیں ملک الموت کے تیغیں کیا ہیں

۳۶

وار دو وار و نہ ہوتے ہیں برابر ان کے
منہ پہ کس کا ہے چڑھے ریں جو منہ پر ان کے
قدرداں ہیں ہی دو چار دلاوران کے
کلیاں پھولوں کی ہیں سر بند کہ جوہر ان کے
ہی قاطع اثر شومی تقدیر کی ہیں
چاروں شاخیں شجر نصرت شبیر کی ہیں

۲۷

سوز بجاتی تھیں مظلوم کے نالوں کیلئے
نیشتر تھیں دل پرکینہ کے چھالوں کیلئے
ناخن شیر درندہ تھیں شغالوں کیلئے
شکل آئینہ تھیں چار آئینہ والوں کیلئے
راہ مسدود ہوئی لاشوں کا انبار وہ تھا
جو دم جنگ دوچار ان سے ہوا چار وہ تھا

۲۸

حشر تھا لشکر اعدا میں بپا چار طرف
دوڑتی پھرتی تھی میدان میں قضا چار طرف
زخمیوں کے سے لیے تھا قہر خدا چار طرف
دنکو تھی چار ہلالوں کے ضیا چار طرف
انگلیاں اٹھتی تھیں ہر سمت کہ ہے رات نئی
بے زنی دھوپ میں پھیلی ہے یہ سب بات نئی

٢٩

شکل چار آئینہ تھی قلب و جگر چو پارہ
تیر و نیزہ و شمشیر و سپر چو پارہ
پائے مرکب قلم اسوار کا سر چو پارہ
ایک اک وار میں تھے بانی شر چو پارہ
کہتی تھی فتح لڑائی کا نیا ڈھنگ ہے یہ
چار برگ ایک گل زخم ہے چو رنگ ہے یہ

٣٠

خوب تھے چاروں دلیر و نکو ہنر جنگ کے یاد
ملی تھی ایک کو جانبازیوں کے ایک سے داد
یہ سوا اس سے تھا ہمت میں تو وہ اس سے زیاد
دیتے جاتے تھے سران سپہ کفر نہاد
ایسے غازی ہیں یہ حیرت سے بعض تکتے تھے
جو تھے ہم چشم وہ چار آنکھ نہ کر سکتے تھے

۴۱

بڑھ گیا دل کی طرح گھبر کے پسرِ نیک سیر
ہاتھ بھر آگے رہا قوتِ بازوئے اکبر
عبد نے قتل کئے فوجِ لعیں کے افسر
حر کے حملوں سے ہوا تھا تہ و بالا لشکر
جو کڑی پڑ گئی جس پر وہ اسے جھیل گیا
جسکی تعریف ہوئی جان پہ وہ کھیل گیا

۴۲

متفرق کبھی لڑتے تھے کبھی تھے یکجا
دور ہو جانے پہ بھی دل سے نہ تھے جدا
ایسے ہنگامہ میں بھی ایک کا پاس ایک کو تھا
گھر گیا وہ تو مدد کے لئے یہ جا پہونچا
ایک کے درد سے تھی سب کو اذیت ہوتی
چاروں یکدل تھے نہ کیوں چوگنی قوت ہوتی

۴۳

کیا جواب انکا بھلا چار زباں تھے چاروں
چار منزل میں بہم ہو کے رواں تھے چاروں
متفرق تھی یہاں جمع وہاں تھے چاروں
غضب و قہر الٰہی کے نشاں تھے چاروں
اس سے پہلے بھی زمانہ میں نہ کیا کیا دیکھا
چار طوفانوں کو اک وقت نہ برپا دیکھا

۴۴

میمنہ پر تھی کبھی میسرہ والوں پہ کبھی
گہ پیادوں کی صفوں پر تھے رسالوں پہ کبھی
مغفروں پر کبھی تلواریں تھیں ڈھالوں پہ کبھی
گاہ روباہ ہو نیزہ چلے تھے شغالوں پہ کبھی
ہوئے یک جا تو لڑائی کا بنا ڈھنگ ہوا
موت سے آئی جسے سامنے جو رنگ ہوا

۴۵

اپنی اپنی تھی بڑی خانہ خراب ایک سے تھے
کے میں قرنا و دف و چنگ و رباب ایک سے تھے
تھا اتفاق ازلی مست شراب ایک سے تھے
خاک و باد ایک نہ تھے آتش و آب ایک سے تھے
ساتھ اک عمر کے چھوٹے تو رہا شک باقی
تفرقہ جیسے عناصر میں ہے اب تک باقی

۴۶

تھے دم جنگ یہ جانباز ادھر چاروں ایک
خادم و حر جری بھائی پسر چاروں ایک
ہم انجام یہ رکھتے تھے نظر چاروں ایک
فرق تھا ہو گئے رتبہ میں مگر چاروں ایک
کیوں نہ ہو نام شاہ مدنی ہیں چاروں
چار یہ وہ ہیں کہ جو پنجتنی ہیں چاروں

۴۹

جس جگہ نرغہ ہوا بس تھا حر غازی بھی وہیں
کبھی نزدیک پسر کے کبھی بھائی کے قریں
تھا حمایت پہ بھی عبد کی وہ صاحب دیں
حوصلے پست تھے رہ جاتے تھے ہیبت میں لعیں
نخل بدعت کی جدھر شاخ بڑھی چھانٹ دیا
چھٹ پڑی ہاتھ سے تلوار جسے ڈانٹ دیا

۵۰

بھائی نے میمنہ والوں کا برا حال کیا
عبد نے میسرہ فوج کو پامال کیا
قلب میں سینوں کو فرزند نے غربال کیا
حر نے ہر صف میں بلند اختر اقبال کیا
تھا حریف ان کا تو ان سب کا طرفدار بھی تھا
خود بھی لڑتا تھا معینوں کا مددگار بھی تھا

۱۹

لاش پر لاش گراتے تھے وہ چاروں ضیغم
بڑھتا جاتا تھا مگر نرغۂ افواجِ ستم
تھم ہر صف میں یہ دیتا تھا صدائیں پیہم
متفرق کرو ایسا کہ یہ پھر ہوں نہ بہم
جو گھرے کوئی اُسے آکے مدد دے نہ سکے
ہو یہ نرغہ کہ خبر ایک کی اک لے نہ سکے

۲۰

حکم یہ پاتے ہی اسواروں نے گھوڑے کڑکائے
بیچ میں آکے پیادوں نے برچھے اپنے چمکائے
غل تھا ہر سو کہ قریب ایک کے اک آنے نہ پائے
رکھو یوں تر دو بینہ اُسے جو بھی قدم آگے بڑھائے
گرز و شمشیر و برچھی کی انی کو روکو
جو بڑھے بہر مدد پہلے اسی کو روکو

۵۱

اس طرح کی جو ہوئی لشکر ناری میں پکار
دمبدم بڑھنے لگا زعم میں فوج کفار
ہیں کئی لاکھ ادھر اور ادھر صرف بہتار
اب وہ رستے ہیں کہ ہیں کوہ سے رکنا دشوار
کشمکش ہے کہ ہوا بھی نہیں جا پاتی ہے
فوج امڈی ہوئی آتی ہے کہ سیل آتی ہے

۵۲

ہو گئے ایکطرف عبد حرم عالی جاہ
ہو گئے ایکطرف بھائی پر انبوہ سپاہ
چھپ گیا ڈھالوں کے بادل میں ادھر نور نگاہ
ساغر کس کی تھی جری چار طرف بند ہے راہ
جس طرف کرتا ہے رخ سامنے تلواریں ہیں
زرہ پوشوں کی صفیں لوہے کی دیواریں ہیں

۵۲

دشت میں گونجی ہے نعرہ غازی کی صدا
یہی روباہوں میں غل ہے کہ اسد آپہنچا
جنکو گھیرا ہے یہ ہو قتل میں انکے عرصا
کمک آپہنچی تو پھر ہو گی قیامت برپا
آسرا ملنے سے ہو جاتی ہے ہمت دونی
دو ہوئے ایک تو ہو جائیگی طاقت دونی

۵۳

کمر آمادہ حمایت پہ ہے غازی ہمہ تن
حملہ کرتا ہے جب غیظ میں تھراتا ہے بن
وار جو ہے وہ ہے آہن شکن و سنگ شکن
توڑا اس صف کو تو اس غول میں پہنچا توسن
زخم کھا کھا کے دکھاتا ہے جری جوش اپنا
فکر ہیں ان کے بچانیکی نہیں ہوش اپنا

۵۵

اک جری تین دلیروں کو بچائے کیونکر
دفعتہً زور کو اس فوج کے ڈھائے کیونکر
پاس ہر شخص کے اک وقت میں جائے کیونکر
دل کی امید ہے مشکل میں بر آئے کیونکر
ہٹ وہ بلوہ کہ زمیں دشت کی تھراتی ہے
المدد کی کئی جانب سے صدا آتی ہے

۵۶

اپنی آواز سناتا ہوا جاتا ہے جری
جو ہیں بزدل انہیں دھمکا کے ہٹاتا ہے جری
قتل ہوتا ہے وہ جو سامنے آتا ہے جری
پھر ادھر توڑ کے اس صف کو دباتا ہے جری
پہنچا جس جا وہیں قسمت کو بگڑتے دیکھا
ایڑیاں خاک پہ ایک اک کو رگڑتے دیکھا

۵۴

آگئے بہرِ دلاسے میں سلطانِ امم
رعبِ عباسؑ سے بھاگی سپہِ کوفہ و شام
دور پر جا کے کیا لشکرِ اعدا نے قیام
تعزیت کے لئے بھائی کے قریب آئے امامؑ
پایا غمگیں جو اُسے شکوے نے منہ دھونے لگے
دیکھ کر شاہ رخِ حُرِّ جری رونے لگے

۵۵

سامنے عبدِ وفادار جو تھا خون میں تر
سرخ غصّے سے ہوا چہرۂ حُرِّ صفدر
تنِ مجروح پہ بھائی کے پڑی جیسے نظر
زورِ بازو کا گھٹا تھام لی ہاتھوں نے کمر
خارِ غم بستر سے شعبہ کی طرح بیٹھ گیا
دیکھ کر لاش کو فرزند کی دل بیٹھ گیا

٥٩

کیا انصار نے لاشوں کو اٹھا کر یکجا
حُر سے فرمانے لگے سبطِ رسول دوسرا
مرحبا اے مرے مہمان ترا کیا کہنا
جو کہ تھا حق محبت وہ کیا تو نے ادا
جنگ کی داغ سہے صبر کیا نام کیا
حق جزا دے تجھے اسکی کہ بڑا کام کیا

٦٠

تیری نصرت پہ ہیں آمادہ سبھی خوش کردار
جائیگا اور کوئی رن میں بر آئے پیکار
رو لے کچھ دیر کہ نکلے دل سوزاں کا بخار
حُر نے کی عرض نہ اب رو کے مجھکو زنہار
رہ کے دنیا میں الم کون اٹھائے مولا
جسکو بھاتا ہو مرے بعد وہ جائے مولا

٦١

صبر میں اجر ہے رونے سے بھلا فائدہ کیا
نصرت شہ میں یہ ہیجان ہوے شکر کی جا
حکم ملجائے تو لوں خون کا جا کر بدلا
شوق مرنے کا ہے جانباز کو جینے سے سوا
یہ تیں چاہیے غم دل سے بھلانے کے لئے
دیر ہوتی ہے مجھے خلد میں جانے کے لئے

٦٢

کہہ کے یہ آگے بڑھا عاشق و شیدائے حسینؑ
بیکسی لاشوں کو پلٹ آئے امام کونین
غم فرزند و برادر سے تھا گو دل بیچین
کلمۂ شکر تھا لب پر عوض شیون و شین
یوں قصاص ان سے بڑھانے کو تھا غم کے عوض
ہاتھ قبضے کی طرف بڑھتا تھا ماتم کے عوض

۶۳

دل میں اُس صفدر و غازی کے بھرا تھا جو غبار
ہاتھ بھر جوش میں تھی میان سے باہر تلوار
یہ ارادہ کہ رہے یاد کروں وہ پیکار
ضرب پر ضرب ہو پیہم تو چلے وار پہ وار
قتل ہوں یا خبرِ فتح و ظفر لیکے پھروں
ہاتھ آئے تو ابنِ سعد کا سر لیکے پھروں

۶۴

بیکسی پر کبھی اپنی کبھی لشکر پہ نگاہ
کبھی یہ دھیان کہ حق کا ہے مددگار اللہ
جب امنڈتی تھی طبیعت تو نکل جاتی تھی آہ
غم سے رخ زرد تھا اور آنکھوں میں دنیا تھی سیاہ
نہ مسرت کی جگہ قلبِ غم اندوز میں تھی
تین داغوں کی چمک سینۂ پرسوز میں تھی

۶۵

ساقیا جلد کوئی جام مطہر دینا
پاک ہو دل سے وہ بادۂ مطہر دینا
دور آخر ہے یہ بعد اسکے نہ ساغر دینا
غم سے خون گھٹ گیا پیمانہ ذرا بھر دینا
پھول بیرنگ ہے غنچہ جو نہیں یاروں کا
ساتھ چھوٹا ہوا ہے ساتھ کے میخواروں کا

۶۶

آتشِ آب کا کیا خاک طلبگار ہوں میں
آبلے سینے میں ہیں پیاسوں کا غمخوار ہوں میں
ساغر نصرت پیسے سے سرشار ہوں میں
زخم جگر کا نہ بھرینگے وہ دل افگار ہوں میں
ہوس مال نہ ہے حرص کہ دولت ملجائے
جام نصرت نہ سہی جام شہادت ملجائے

۹۳

گو ہوں بے مایہ مگر مال نہ زر چاہئے ہے
بات کا پاس ہے نالوں میں اثر چاہئے ہے
تیر و گرز نہ شمشیر و سپر چاہئے ہے
اب اکیلے کی بھی ہمت پہ نظر چاہئے ہے
نصرتِ سید ابرار کا دم بھر کے مروں
اتنی حسرت ہے کہ میدان کو سر کر کے مروں

۹۴

بولے جو کہتا تھا جانے دے اس افسانے کو
آگ میں جلنے سے مانع ہو نہ پروانے کو
دوست رکھتا نہیں دل زیست کے میخانے کو
بھر دے اب بہر خدا عمر کے پیمانے کو
تشنگی یاد زمانے کو رہے گی میری
پیاس بے ساغرِ کوثر نہ بجھے گی میری

۶۸

شور وہ زیر و بم دف کا وہ تاشوں کی کڑک
جاتی تھی جنگ کے باجوں کی صدا تا بہ فلک
تابش مہر سے آلات وغا کی وہ چمک
تھی عیاں آتش بیداد کے شعلوں کی لپک
کچھ سوا ڈھال سے منہ شامیوں کے کالے تھے
برقیں سرخ نہ تھیں آگ کے پرکالے تھے

۶۹

دجی پھر کے پلٹے پھر ہوا سامان وغا
نیزے تانے ہوئے پھر آئے سواران وغا
کم نہ تھا حشر سے انبوہ بیابان وغا
کثرت فوج سے پنہاں ہوا میدان وغا
طبقے ہل گئے لشکر پہ یہ لشکر آئے
پشت ماہی میں سم گاو زمیں در آئے

۶۱

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۶۲

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۴۲

آئی اس صف پہ تباہی وہ پرا اُلٹ گیا
تیغ سے جس کا نصیب آکے لڑا چھوٹ گیا
رہزنِ مرگ نہ کس قافلہ کو لوٹ گیا
پھر سے پیدا ہوا زندہ جو کوئی چھوٹ گیا
آفت آجاتی ہے تیغ اُٹھ کے جدھر گرتی ہے
دھار سی بجتے ہوئے ساتھ اجل پھرتی ہے

۴۳

دُرّے سے چہرے ہوئے فق شاہ بو نکمشل سحر
پھولی میداں میں شفق خوں کی ادھر اور ادھر
بسکہ تھی شعلہ فشاں صارمِ حرِ صفدر
ناریوں کے لئے ممکن تھی کسی جا نہ مفر
شور ابلیسوں میں تھا کہ عقاب آتا ہے
سر پہ تیغ آتی ہے یا تیرِ شہاب آتا ہے

٦٥

[illegible]

٦٦

[illegible]

۶۳

اٹھ کے جب گرتی ہے جاتی نہیں خالی تلوار
کاہش جاں سے گلے کاٹنے والی تلوار
گر کے اٹھی تو ہوئی اور بھی عالی تلوار
بن گئی چاند محرم کا ہلالی تلوار
دیدۂ زخم سے ہر دشمن بدخو رویا
جس سے چار آنکھ ہوئی خون کے آنسو رویا

۶۶

آگے اس موج کے ہے کاسۂ سر مثل حباب
اور گردن کی صراحی کے لیے قطرۂ آب
منتخب تیغ ہے ہر وصف کیوں ہو نایاب
نہ صفائی کا ہے مثل اور نہ برش کا ہے جواب
خون میں ڈوبے تو سوا صاف ورق سے نکلے
چاند جس طرح کہ بے داغ شفق سے نکلے

۷۹

ہے سبک تول میں اور ضرب میں بھاری تلوار
جان لیتی ہے گلے ملتے ہی پیاری تلوار
اس نے پانی بھی نہ مانگا جسے ماری تلوار
ہے مطیعِ غضبِ حضرتِ باری تلوار
خون جس میں کہ برستا ہے وہ برسات ہے یہ
غل یہی ہے کہ بجز مرگِ مفاجات ہے یہ

۸۰

دوست کی دوست ہے دشمن کی ہے دشمن تلوار
موم کی طرح گلا دیتی ہے آہن تلوار
کاٹتی ہے سپر و بکتر و جوشن تلوار
ہاتھ غازی کا بلوری ہے تو روشن تلوار
رزم کو بزم کہو محو یہ ہے غش وہ ہے
شمع کا نور یہ ہے شعلۂ سرکش وہ ہے

۸۱

آگے اس تیغ کے تیغ صفہانی کیا ہے
ابجگہ برق کی بھی شعلہ فشانی کیا ہے
دھار تلوار کی کہتی ہے کہ پانی کیا ہے
باڑھ کا قول کہ دریا کی روانی کیا ہے
اُف رے تیزآب کہ لوہے کا بھی دل نرم ہوا
اُپکے سے اور بھی بازار قضا گرم ہوا

۸۲

یا علی کہہ کے ہر اک صف میں درآتا تھا دلیر
جن سے چشمک تھی نظر ان سے ملاتا تھا دلیر
ضرب کو روک کے تلوار لگاتا تھا دلیر
کبھی تکبیر کی آواز سناتا تھا دلیر
آجتک کیوں نہ معرف ہو خدائی اسکی
شان اسلام دکھاتی تھی لڑائی اسکی

۴۲

بڑھ کے اب ٹوک سکے کوئی یہ ہمت ہے نہ جرأت
جس نے کی دست درازی ہوئی اسکو خفت
قصد راکب کا بتاتی ہے فرس کی سرعت
حس نہیں کرتی نظر فرق سکون و حرکت
باگ کو ہاتھ لگا دے کوئی دشوار یہ ہے
جس کا نقطہ نہیں ثابت وہ پرکار یہ ہے

۴۳

بسکہ دلیر ہے جری زخم زباں کھائے ہوئے
جوش میں جاتا ہے رہوار کو دوڑائے ہوئے
تیغ کھینچے ہوئے ابرو پہ شکن لائے ہوئے
گم کئے دیتا ہے لشکر کے حواس آئے ہوئے
نکلا جاتا ہے ابھی پھیر جو کچھ راہ کا ہے
رخ یہیں سے پسر سعد کی خرگاہ کا ہے

۸۵

راہ دیتی ہے دکر بپہ کو فرو شام
کیوں رکیں چلتے ہوئے پاؤں کوئی وجہ قیام
ہے علم خون ٹپکتی ہوئی بران صمصام
ہاتھ بھی چل گئے دو اک جو ملا مجمع عام
زور بڑھ بڑھ کے یعینوں کا گھٹا جاتا ہے
ابر بجلی کے تھپیڑوں سے پھٹا جاتا ہے

۸۶

جس طرف باگ کو پھیرا ادھر آیا رہوار
دہن کے اس غول سے اس صف میں در آیا رہوار
کبھی اس جا کبھی اس جا نظر آیا رہوار
مچ گئی فوج میں ہلچل جدھر آیا رہوار
کاسہ سر پہ جہاں ٹاپ پڑی بال آیا
طبقہ خاک کا ہلنے لگا بھونچال آیا

۴۳

ساتھ جانے میں نہ ہے وہم ہی صادق تیر گماں
ابھی اُبھّا نظر آیا ابھی دیکھا تھا یہاں
دور تھے منتظر وقت جو لشکر کے جواں
آنکھ جھپکی تو ملا گرد قدم کا نہ نشاں
وار کس سرکش و بدطینت و بدظن پہ نہ تھا
ہاتھ چلنے بھی نہ پایا تھا کہ سر تن پہ نہ تھا

۴۴

تن تنہا کے لہو کا تھا جو پیاسا لشکر
پاس اس کا تھا کہ اسوار کو پہونچے نہ ضرر
دل کے دل ہی میں رہے لاکھ بڑھے بانی شر
رہ گئی کھینچ کے کہیں تیغ کہیں اٹھکے سپر
رو میں کچھ نالۂ نخچیر سے آگے آیا
ساتھ کڑکی جو کماں تیر سے آگے آیا

۸۹

ایسا فارس ہو تو کیوں ہو نہ وفادار فرس
لیکے مجمع سے نکل جاتا ہے ہر بار فرس
چلنے دیتا نہیں راکب پہ کوئی وار فرس
تیغ چمکی جو یہاں اڑ گیا اس پار فرس
ہے یہ مطلب کہ ہوا چلتے ہوئے ساتھ تھکے
پاؤں گر میر کے سلامت ہیں تو کیوں ہاتھ تھکے

۹۰

یہ فرس وہ ہے جو ہے لشکر اول کا فرس
قافلہ کا ہے شہیدوں کے یہ خاموش جرس
ہے یہ رہوار کہ رہوار عسس کا ہے عسس
خلد تک اسکو پہنچ جانے میں ہیں چند نفس
دم میں یہ راہ سے برسوں کی گذر جاتا ہے
لیکے مقتل سے شہادت کی خبر جاتا ہے

۹۱

عہد و فرزند و برادر کا جو آتا تھا خیال
جوش بڑھجاتا تھا کچھ اور بھی ہنگام جدال
کہتا تھا داغ مرے دل کے مٹیں ہے یہ محال
جبتک ان باغیوں کی ہو گی نہ کھیتی پامال
چین مرنے پہ بھی کب زیر مزار آئے گا
خون بہا لونگا تو کچھ دل کو قرار آئیگا

۹۲

دبکے ہوتی تھی جو پسپا سپہ کوفہ و شام
دور سے شمر ستمگار یہ کرتا تھا کلام
اے دلیران عرب شرم و حیا کا ہے مقام
یہ تو ہم چشم تمہارا ہے نبی ہے نہ امام
داغ عباس کا شبیر کو دوگے کیونکر
پسر حیدر صفدر سے لڑوگے کیونکر

٩٣

اس نصیحت سے نہ ہوتا تھا مگر کچھ حاصل
پاؤں اکھڑے ہوئے تھے فوج کے ٹوٹا ہوا دل
عقل نامردوں کی دہشت سے ہوئی تھی زائل
ایک تلوار سے اور خوف سے تھے سو بسمل
جانب حاویہ بے خونیں بکھر جاتے تھے
کتنے ایسے تھے کہ بیموت مرے جاتے تھے

٩٤

بے حواسی میں لیے تھے عوض تیغ نیم
تیر کے بدلے کمانوں سے ملاتے تھے تبر
ڈھال سر پر کوئی رکھتا تھا سمجھ کر مغفر
آگے بڑھنے کی جگہ ہٹتے تھے پیچھے یکسر
پاؤں لرزاں تھے جو دہشت سے تو دم پھولے ہوئے
ہنر جنگ تھے ارباب ہنر بھولے ہوئے

۹۵

جو یورش کر کے بڑھ آئے تھے وہ پچھتا رہے تھے
گرد اٹھائے تھے جو ہاتھ انکے بھی تھرا رہے تھے
بھاگنے والے جو تھے بھیڑ سے گھبرا رہے تھے
سہم کر ڈر سے کئی نڈر بھی چلا رہے تھے
جو تھے ہم چشم وہ سب آنکھ چرا کر بھاگے
منہ پھرے دل میں علمدار چھپا کر بھاگے

۹۶

واژگوں طبل کسی جا تھے تو نقارے کہیں
ڈر سے چاؤش گریزاں کہیں سرکار کہیں
تھے نہاں خوف سے ثابت کہیں بیمار کہیں
تیغ کے مارے کہیں خوف کے تھے مارے کہیں
خاتمہ ہر ستم نامتناہی کا ہوا
چھوٹے ہتھیار بھی ساماں یہ تباہی کا ہوا

۹۸

تھا نہاں خیمہ میں دہشت سے بن سعد لعیں
جاتا تھا فکر میں بیدین کے یہ صاحب دیں
منتشر چار طرف خوف سے تھا لشکر کیں
دمبدم شیر کے حملوں سے لرزتی تھی زمیں
جو نہتیاں تھے انہیں قتل کیا چن چن کر
دل ہلا جاتا تھا نعروں کی صدا سن سن کر

۹۷

دم سواروں میں تو رہوار و نہیں جانیں رہیں
دل میں جرأت نہ رہی منہ میں زبانیں نہ رہیں
بھالیں تیر و نہ تو نیزہ و نہ سنانیں نہ رہیں
سر بازار میں رونق پہ دکانیں نہ رہیں
رنگ بیرنگ ہے جس سمت نظر پڑتی ہے
لٹ گئی جنس گرانقدر تو خاک اڑتی ہے

٩٩

مجھ پر الٹ دیا کھل گیا اک فتح کا باب
ہوتے جاتے تھے رسائی کے مہیا اسباب
قطع کر ڈالے کبھی یہ کبھی کاٹے وہ طناب
خیمہ جھکنے جو لگا بھاگ گیا خانہ خراب
جو کہا تھا نہ پھر اس قول سے دیندار پھرا
مار کر نام پہ نامرد کے تلوار پھرا

١٠٠

بس پلٹنا تھا دلاور کا کہ بگڑی تقدیر
آ پڑے پشت پہ تھے خیمہ کے جتنے بے پیر
دور جو بھاگ گئے تھے وہ لگانے لگے تیر
چل گئے پاس سے بھی خنجر و گرز و شمشیر
گہ پیادوں کا یورش گہ سواروں کا ہوا
نرغہ بیکس پہ اکیلے پہ ہزاروں کا ہوا

۱۰۱

ہو گیا چور جو زخموں سے وہ جانباز وجری
اک بلندی سے پکارا یہ بن سعد شقی
اے طرفدار حسینؑ اب ہے طبیعت کیسی
مجھ سے بدلہ نہ لیا تو نے ابھی تک کچھ بھی
کوئی یا بند زبان نام نہ تیرا لے گا
بعد مرنے کے قیامت میں عوض کیا لیگا

۱۰۲

حرؑ نے فرمایا کہ بے شرم حیا تجھکو نہیں
کون ابھی بھاگ کے خیمہ میں چھپا تھا یہ نہیں
بیچ میں آ گئے تھے تیرے عوض جو بیدین
دیکھ لے خاک پہ آلودہ خوں ہیں کہ نہیں
تیرے جانبازوں کو پایا اور کسیکو مارا
ان کو مارا جو ستمگر تو تجھی کو مارا

۱۰۳

دیکھ لڑتا ہوا آیا ہوں کہاں سے میں کہاں
کر دیے کتنے چوپٹ ترے لشکر کے جواں
کتنے رہوار بے کوتل سوئے صحرا ہیں رواں
تجھ پہ بھاری ہے مری لاش بھی او بے ایماں
آتش خوف سے تن شمع کی صورت گھل جائے
اب بھی گر سامنے آجاؤ حقیقت کھل جائے

۱۰۴

کہہ کے یہ غیظ میں جھپٹا تھا ادھر یہ دیندار
کہ ہوا خوف سے پھر وہ عقب فوج فرار
کی جو لشکر نے یورش چلنے لگے وار پہ وار
ہاتھ زخمی جو ہوئے رک گئی آخر تلوار
ڈھال بھی اب نہیں غازی سے سنبھالی جاتی
تیغ جو چلتی ہے تن پر نہیں خالی جاتی

۱۰۵

سر کے زخموں کا رکابوں سے ٹپکتا ہے لہو
ضعف سے ہاتھ بھی اور پاؤں بھی ہیں بے قابو
گرز سے فرق ہے تر سے ہیں شکستہ پہلو
ایک غازی یہ ہیں ٹوٹے ہوئے دو لاکھ عدو
اور دکھے ہوئے دل کو ہیں دکھائے جاتے
وار پر وار ہیں زخمی کو لگائے جاتے

۱۰۶

گرد ہے فوج عدو بیچ میں ہے جرّی
تیغ تو کھنچ گئی وہ خون میں بیکس کے بھری
اب سنبھلتا نہیں گھوڑے پہ عدم کا سفری
بے سہارا بھی گیا باگ بھی لٹک کے گری
گرز کی ضرب سے تیورا گیا مہمان حسین
کہا گرتے ہوئے گھوڑے سے کہ قربان حسین

۱۰۷

یہ صدا سنتے ہی گھبرا گئے شاہ ذیجاہ
کھینچی تلوار کمر سے تو جگر سے اک آہ
کیا حملہ کہ گریزاں ہوئے بدان سیاہ
پہنچے لاشے پہ تو دیکھا کہ ہے احوال تباہ
اکھڑی سانسوں کو نہ سینے میں سماتے دیکھا
آنکھیں مہمان کو دنیا سے پھراتے دیکھا

۱۰۸

رو دیئے دیکھ کے یہ حال امام دوجہاں
جانب خلد روانہ ہوا پیاسا مہماں
لیچلے لاش کو انصار بصد آہ و فغاں
سب تھے مغموم و حزیں نالہ زن و گریہ کناں
حوریں لینے کو در خلد پہ تھیں آئی ہوئی
لاش پر دھوپ میں تھی رحمت رب چھائی ہوئی

۱۰۹

پہنچی خیمے میں یہ جس دم خبرِ غم آگیں
بیبیاں حرؓ کو عزیزوں کی طرح رونے لگیں
شور ماتم سے فلک ہل گیا تھرّائی زمیں
سب سے فرمانے لگیں زینبِ مغموم و حزیں
وعدہ جہاں سے جو تھا اس کو وفا کرتی ہوں
کہو آمین میں بخشش کی دعا کرتی ہوں

۱۱۰

اس طرف لاش پہ روتے ہیں امام ابرار
اس طرف روح کو حُر کی ہیں جنت میں قرار
وحشیاں جنگل کی طرف باغ سے جی ہے بیزار
پھول آنکھوں میں کھٹکتا ہے ہر اک صورتِ خار
تازہ خادم کو ولی ابنِ ولی کا ہے خیال
دلکو تاراجیٔ گلزارِ علیؑ کا ہے خیال

۱۱۱

مومنو غور کرو دل میں یہ ہے غور کی جا
چور زخموں سے جو خلد میں پہنچا ہوگا
کیا ہوئی ہوگی نہ حوروں میں قیامت برپا
جب کہا ہوگا کہ سید پہ ہے بیداد و جفا
خون میں تر سبط رسول ثقلین آتے ہیں
پیاسے دو روز کے مقتل سے حسین آتے ہیں

۱۱۲

جمع سامان جو ہوا ہوگا پئے مہمانی
غسل کی ہوگی خوشی کے عوض اشک افشانی
صبح سے شیر پہ تھی پیاس کے گو طغیانی
میں یہ کہتا ہوں پیا ہوگا نہ ہرگز پانی
کب وہ اس وقت میں تھا بھولنے والا شہ کو
چھوڑ کر آیا تھا دو روز کا پیاسا شہ کو

۱۱۳

آخرش ختم کر اب ماتمِ مہمانِ حسین
دو ہی فقروں میں ترے ہو گئی مجلس یہ حسین
آسماں تک ہے زمیں سے اثرِ شیون و شین
داد دیں گے تجھے تحت کی امامِ کونین
وقت مشکل میں تری عقدہ کشائی ہوگی
ہو گئے صدقے میں جہنم سے رہائی ہوگی

کتبہ [illegible] علی پسر علی
[illegible] دہلوی [illegible]

۱۱۴

پوچھا ہوگا سبب انکار کا حیدر نے ضرور
عرض کی ہوگی یہ حر نے کہ ابھی ہوں معذور
پیاسے ہیں تین شب و روز سے شاہِ جمہور
ان سے پہلے ہو یہ سیراب نہیں یہ منظور
عصر کے بعد ملے گا تو پیوں گا پانی
ہوں گے سیراب جب آقا تو پیوں گا پانی

# خمسہ متحیرہ

دوسرا ستارہ

## حال اسیران حضرت زینب

"آج اے زورِ قلم قوتِ تحریر دکھا"

از

علامہ آرزو لکھنوی

ناشر

مکتبہ سلطانی بمبئی نمبر ۳



قیمت عہ/ر

# عرض مصنف

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری شاعری کی ابتدا محمدؐ وآل محمدؐ کے ذکر خیر سے ہوئی اور یہ سلسلہ عہد طفولیت سے اسوقت تک برابر جاری ہے کلام کی اشاعت دو طرح ہوتی ہے۔ یا وہ کثرت سے سنایا جائے یا طبع کرکے شایع کیا جائے۔ غزلوں کی شہرت اسلئے ہوئی کہ وہ مشاعروں میں بھی پڑھی گئیں اور ادبی رسالوں میں بھی طبع ہوتی رہیں۔ لیکن مرثیے نہ زیادہ پڑھے گئے نہ طبع ہوئے۔ اکثر ایسے مرثئے ہیں جو کبھی نہیں پڑھے گئے۔ اسکے وجوہ واسباب کے ذکر میں طوالت ہے۔ مگر اتنا کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے کہنے کا شوق زیادہ ہے سنانے کا کم۔

میں ممنون ہوں جناب مستطاب سلطان حسین صاحب مالک سلطانی پریس کا جنھوں نے قدردانی فرماکر مرثیوں کی اشاعت کا مصمم ارادہ کر لیا ہے

آرزو

# عرض ناشر

حضرت آرزو لکھنوی کی تصنیفات کی فہرست تو بہت لمبی چوڑی ہے مگر تمام تصنیفات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی ہیں۔ تصنیف کا جو حصہ طبع ہوکر مقبول عام ہوچکا ہے اُس میں چار دیوان فغان آرزو جہان آرزو، فشان آرزو اور زبان آرزو زیادہ مشہور ہیں۔ ایسے ہی زبان آرزو (سریلی بانسری) اور دو مثنویاں عدل محمود اور دُردانہ اپنی اہمیت اور شہرت میں کچھ کم نہیں ہے۔ انہی چیزوں نے آپ کو شاعر اعظم اور امام الفن ماننے پر مجبور کیا ہے۔

غیر مطبوعہ تصنیفات میں جو کچھ ہے اس میں عظیم ترین چیز آپ کے مرثیے ہیں آج ہم خمسہ متحیرہ کے نام سے صرف پانچ مرثیے شایع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

ان مرثیوں پر تبصرہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے یہ تو بازار ادب کے جوہریوں کا کام ہے وہ دیکھیں اور پرکھیں۔

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

پرنٹر و پبلشر سلطان حسین تاجر کتب نے اپنے سلطانی فائن آرٹ لیتھو اینڈ پرنٹنگ پریس۔ کھنڈری بازار بمبئی ۳ چھاپ کر شایع کیا

# خمسہ متحیرہ

یہ حضرت آرزو لکھنوی کے پانچ مرثیوں کا

## مجموعہ ہے

پہلا — حضرت حُر کے حال میں

دوسرا — پسران حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے بیان میں

تیسرا — حضرت عباس علمدار کے ذکر میں

چوتھا — جناب علی اکبر شبیہ پیغمبر کی شہادت میں

پانچواں — آل عبا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں

معہ شہادت حضرت عبداللہ ابن حسن

۱۰۲۶

۱

آج اے زورِ قلم قوتِ تحریر دکھا
کھینچکر بزم کو ہر رنگ کی تصویر دکھا
آنکھ سے سلسلۂ نظم کی زنجیر دکھا
دل میں جو درد ہے پنہاں ہے وہ تاثیر دکھا
نکلے جب سرد نفس سوز نہاں سے نکلے
شعلہ دیتا ہوا ہر لفظ زباں سے نکلے

۲

کارِ اعجاز کرے سحر بیانی میری
محو ہو جائے ہر اک سن کے کہانی میری
دل پہ تاثیر کرے چرب زبانی میری
ہو ہر اک لفظ سے پیدا ہمہ دانی میری
جو کرے مانع دیدار وہ پردہ کھنچ جائے
ذکر جس بات کا ہو سامنے نقشہ کھنچ جائے

۲

لب پہ آجائے اگر تذکرۂ مہر و وفا
آسرا ہو دل آفت زدگاں میں پیدا
داستاں ہجر کی سنکر نہ رہیں دو یکجا
حرف سے حرف نہ ہو وصل کے قصے میں جدا
گر توجہ ہو جنوں کے سر و ساماں کی طرف
ہاتھ بیساختہ اُٹھ جائیں گریباں کی طرف

۳

ہو اگر ذکر چمن نخل معانی کے پھلیں
دیکھ کر رشک سے دشمن کف افسوس ملیں
وصف صحرا کا رقم ہو تو ہوا میں یہ چلیں
کہ چراغ اہل حسد کے نہ جلائے سے جلیں
جوش طوفاں کا جو الفاظ دکھائیں سب کو
غرق ہوتے ہوئے بیڑے نظر آئیں سب کو

۵

گر کبھی کہنے لگوں قصۂ برق سر طور
دیدۂ کور میں یعقوب صفت آئے نور
ہو مسرت کا اگر زندہ دلوں کی مذکور
لب پہ آجائے ہنسی قلب کو حاصل ہو سرور
درد کی شان جہاں طرز بیاں سے نکلے
آہ بیساختہ ظالم کی زباں سے نکلے

۶

ذکر وحشت جو کروں ہوش بھی ہو دیوانہ
دشت کے نام پر آنکھوں میں پھرے ویرانہ
ہو اگر سوز محبت کا بیاں افسانہ
شمع تصویر خیالی پہ گرے پروانہ
غم کی روداد پر اشک آنکھوں میں بھر لائیں سب
داستان گل و بلبل پہ پھڑک جائیں سب

۳

اب سنیں اہلِ ولا جوشِ شجاعت کا بیاں
تیسرے فاقہ میں مہمانوں کی جرأت کا بیاں
پیش ہونیکو ہے میدانِ شہادت کا بیان
عبرت انگیز ہے پیاسوں کی ہلاکت کا بیان
بھول سکتے نہیں ایک ایک دلاور کی وغا
یادگار ہے یہ لاکھوں سے بہتر کی وغا

۴

یوں پڑھوں آج بھی دو شیر کے بچوں کا جدال
بزم میں دیکھیں سب نقشۂ میدانِ قتال
نظر آنے لگے ہر اک کو زمیں خون سے لال
پہنچے آنکھوں میں چمکیں صفتِ تیغِ ہلال
سب کہیں نہر سے کچھ دور ہیں پیاسے دونوں
دیکھو وہ لڑتے ہیں حیدر کے نواسے دونوں

۹

کئی دن گذرے کہ جنگل میں گھرے ہیں شبیر
چار سو ہیں تبر و نیزہ و گرز و شمشیر
ایک کے قتل پہ آمادہ ہیں لاکھوں بے پیر
بڑھتے آتے ہیں کہ منظور نہیں ہے تاخیر
وقت رہتا تو نہ ہوتی کبھی حاجت مہلت
دی ہے اک شب کی سر شام بمشکل مہلت

مطلع ۱۰

کربلا میں جو عیاں شام غم انجام ہوئی
تیرگی حاجب اسرار در و بام ہوئی
وادی جنگ سے واپس سپہ شام ہوئی
جنگ موقوف ہے راحت و آرام ہوئی
شور سادات کی ناکردہ گناہی کا ہوا
دور مانند سپر شب کی سیاہی کا ہوا

۱۱

شہ نے اعدا سے جو اک رات کی مہلت پائی
دوڑ کر فضہ نے خیمہ میں خبر پہنچائی
جان تازہ یہ خبر سنتے ہی تن میں آئی
جھک گئی شکر کے سجدے کو علی کی جائی
منتیں اور پیسے ردِ بلا ہونے لگیں
منتیں دل میں جو مانی تھیں ادا ہونے لگیں

۱۲

بسکہ وہ شب تھی جہاں میں شب قتل سرور
تھا عیاں رخ سے سکینہ کے یتیمی کا اثر
دل کو پہلے سے جو تھی وارثوں کے غم کی خبر
ڈھلکی جاتی تھی ہر اک بی بی کے سر سے چادر
غم کی تصویر بنی تھی وہ سراپا گویا
منہ پہ بانو کے برستا تھا رنڈاپا گویا

۱۲

آشیانوں میں دبے بیٹھے تھے ڈر سے طائر
آڑ میں چھپتی تھی پلکوں کی نگاہ ناظر
گل جو کر دیتے تھے شمع امامت جابر
تیرہ وہ رات بھی تھی صورت قلب کافر
نور آنکھوں کا سیاہی میں چھپا جاتا تھا
دشت کیں پردۂ ظلمات نظر آتا تھا

۱۳

قتل سادات کا ساماں تھا جو بے جرم و گناہ
منہ پہ بکھرا رہی تھی لیلیِ شب زلف سیاہ
داغ دل پر تھا اٹھائے ہوئے پہلے ہی سے ماہ
مہر نے گوشۂ مغرب میں اُتاری تھی کلاہ
دیدۂ نجم بھی بے نور نظر آتے تھے
جگر چرخ میں ناسور نظر آتے تھے

۱۵

وہ درندوں کی صدائیں کہ عیاں جس سے خطر
خوف سے سینوں میں تھراتے تھے بچوں کے جگر
ہاتھ رکھ لیتی تھی کانوں پہ سکینہ ڈر کر
سہما جاتا تھا اُدھر گود میں ماں کی اصغر
چین بستر پہ نہ اسکو کسی کل پڑتا تھا
خواب سے باقر معصوم اُچھل پڑتا تھا

۱۶

کیفیت اس رات کی تحریر کرے کیا خامہ
خیمہ ہائے حرم شہ میں تھا اک ہنگامہ
نظر آتا تھا جو ہر بر میں قضا کا جامہ
لکھ رہے تھے ملک الموت شہادت نامہ
راحت اک آن بھی آزار نصیبوں کو نہ تھی
دوسری رات کی اُمید غریبوں کو نہ تھی

۱۷

قتل کا سبطِ پیمبر کے جو دھڑکا تھا لگا
جانیں دیدینے پر آمادہ تھے سب اہلِ وفا
عورتیں جرأت و ہمت میں تھیں مردوں سے سوا
غم کسی کو نہ رنڈاپے کا نہ اولاد کا تھا
کہتی تھیں صدقے ہو فرزند کہ بھائی نہ رہے
لعلِ زہرا کا بچے اپنی کمائی نہ رہے

۱۸

اپنے بیٹوں سے یہ تھا بیوۂ مسلم کا بیاں
کہ اسی رات ہیں بس اور شہِ دیں مہماں
صبحدم ہونگے یہاں حشر کے ظاہر ساماں
نظر آتا ہے مجھے خانۂ زہرا ویراں
دستِ اعدا سے نہ آرام کسی کو ہوگا
آج جو دشت ہے مسکن یہی مقتل ہوگا

۱۹

اے فرزند ہو تم دونوں سعادت اطوار
ایلچی بنکے ہوا پہلے جو حضرت پہ نثار
خبر انکی نہیں کچھ ساتھ جو تھے دو دلدار
تم بھی لازم ہے کہ ہو فدیہ شاہ ابرار
جس کا انجام بھلا ہو وہ برائی اچھی
جو لٹے راہ خدا میں وہ کمائی اچھی

۲۰

سوچ میں مادر قاسم تھیں جھکائے ہوئے سر
ہونیوالا تھا جو کل آج سے تھا پیش نظر
روکے فرماتی تھیں بیٹے سے کہ جان مادر
تم پہ بھی صدقے ہو چچا پر کہ ہو خوش روح پدر
ان کے آگے جو مصیبت کے یہ ساماں ہوتے
ہوتے شبر بھی تو شبیر پہ قرباں ہوتے

۲۱

اب تمہارے لئے ہیں باپ کی جا شاہ زمن
وہ کرو کام کہ ہو نام جہاں میں روشن
رنج ہے میرے لئے میں ہوں بسے رنج و محن
غم کرو ماں کے رنڈاپے کا نہ اے ابن حسن
باغ جنت میں تمہارے لئے گھر خالی ہے
جسکے وارث نہ ہوا سکا بھی خدا والی ہے

۲۲

ہاتھ میں شمع لئے بیٹھی ہوئی تھیں لیلا
رخ اکبر پہ نظر ہاتھ کلیجے پہ دھرا
گاہ لب پر ستم و جور فلک کا شکوا
کبھی فرزند سے کہتی تھیں بصد آہ و بکا
دل کو برماتا ہے غم اے مرے جانی تیرا
جیتے جی دیکھا نہ مجھے داغ جوانی تیرا

٢٢

پاس گہوارۂ بے شیر کے بیٹھی تھی رباب
عرض درگاہ خدا میں تھی یہ باچشم پُرآب
ہونگے سب حضرت شبیر کے ہمراہ رکاب
میرا فرزند نہیں لایق تحصیل ثواب
ایسا سامان کہاں جس سے کہ خوشنود ہوں میں
ہاں یہ ہدیہ ہو جو مقبول تو موجود ہوں میں

٢٣

کیونکہ آگاہ ہوں میں خوب کہ کل ہے وہ دن
ہونگے امت پہ فدا بادشہ انس و جن
موت کے گھاٹ سب اُتر ینگے جواں ہوں کہ مسن
صدقے حضرت پہ جو ہوے وہ نبی کا محسن
اس گھڑی اپنی کمائی کو بچاؤں میں کیا
کہو منہ حشر میں زہرا کو دکھاؤنگی میں کیا

۲۵

ام کلثوم کا چہرہ تھا سوا سب سے اداس
جس طرف تکتی تھیں آنکھوں سے ٹپکتا تھا ہراس
کبھی کہتی تھیں ٹھکانے نہیں اسوقت حواس
خود نہ ہو سکتی ہوں قربان نہ اولاد ہے پاس
ہائے سکھلاؤں رفاقت کا قرینہ کس کو
میں کروں فدیۂ سلطان مدینہ کس کو

۲۶

ہو گا اس دشت میں کل خانۂ زہرا برباد
مجھ سے ہو سکتا ہے کیا اور سوائے فریاد
شاہ پر صدقے کریگا ہر اک اپنی اولاد
کیا کروں ہائے کہ جائز نہیں عورت کو جہاد
ورنہ میں حق رفاقت سے ادا خود ہوتی
تھی نہ اولاد تو بھائی پہ فدا خود ہوتی

۲۷

جب سنے حضرت عباسؑ علی نے یہ کلام
آئے ہمشیر کی خدمت میں کیا جھک کے سلام
عرض کی آپ نہ رنجیدہ ہوں اے عرش مقام
نہیں فرزند تو خدمت کو ہے موجود غلام
رنج ناکامی قسمت کا نہ اس آن کریں
آپ مجھکو قدم شاہ پہ قربان کریں

۲۸

بیٹھیں سراپا غم و ہم زینب تفتیدہ جگر
باادب سامنے بیٹھے ہوئے تھے دونوں پسر
عونؑ کے رخ سے ہویدا تھا خلق شبرؑ
اور محمدؑ کے تھے شبیرؑ کے بالکل تیور
چاہئے ماں کی اطاعت یوں ہی دلبندوں کو
فاطمہؑ بیٹھی ہیں گویا لئے فرزندوں کو

۲۹

سر اُٹھا کر کہا یک بار بہ رنج و حسرت
دیکھتے ہو کہ یہ ہے غنیم سے بپا کیا آفت
آج ہی فوج تھی آمادۂ ظلم و بدعت
شام کو پائی ہے اک شب کی بمشکل مہلت
رات بھر تو نہ فساد اب کوئی برپا ہوگا
کچھ ہے اس کی بھی خبر وقتِ سحر کیا ہوگا

۳۰

جوڑ کر ہاتھوں کو بیٹوں نے یہ مادر سے کہا
کہ کریں گے شہ والا سے ضرور اذن وغا
کہا زینب نے تمہارے پھر ارادے ہیں کیا
عرض کی دونوں نے جو حکم ہو ہم لائیں بجا
ہیں غلاموں کی طرح تابع فرماں ہم بھی
سر کریں گے قدم شاہ پہ قرباں ہم بھی

۳۱

کہا زینب نے کہ ہاں اس کا ہے خوب خیال
میں بھی کہتی ہی ہوں تم سے جو کیا تم نے مقال
دیکھو نصرت پہ ہے آمادہ ہر اک نیک خصال
تم اگر رہ گئے پیچھے تو مجھے ہوگا ملال
کرنا اصرار بہت روکیں جو حضرت تم کو
میں ابھی سے دیے دیتی ہوں اجازت تم کو

۳۲

سب سے پہلے ہمیں میدان کی رخصت لینا
آئے جو سر پہ ہی سر پر وہ مصیبت لینا
باگیں گھوڑوں کی سوئے اہل شقاوت لینا
پھر اسی راہ سے پیارو رہِ جنت لینا
چھوڑ کر ماموں کو زنہار نہ اندر آنا
تم مرے پاس جو آنا بھی تو مر کر آنا

۳۳

پھر میں کہتی ہوں کہ ان میں کوئی جانے نہ پائے
ہائے شبیر کی کمائی پہ زوال آنے نہ پائے
شانوں کو بازوِ شبیر بھی کٹوانے نہ پائے
برچھیاں سینہ پہ ہمشکلِ نبی کھانے نہ پائے
داغ ہو بیوہ مسلم کو ہمارے ہوتے
اور مرنے کو کوئی کیوں جائے تمہارے ہوتے

۳۴

ابھی کمسن جو بہت تھے وہ خردمند پسر
دل بڑھاتا ہوا ان دونوں کا منظورِ نظر
چھیڑا یکبار جو ذکرِ غزوات حیدر
چھوٹا پہلو سے بڑے بھائی کے آبیٹھا ادھر
جنگ کا حال بصد شوکت و شاں سننے لگے
دونوں نانا کی شجاعت کا بیاں سننے لگے

۳۵

مجملاً ہو چکا جب ذکر شہنشاہ عرب
حال کہنے لگیں جعفر کی وفا کا زینب
اس طرح محو تھے سننے میں وہ دونوں باادب
تشنگی ہوتی تھی محسوس نہ فاقوں کا تعب
رستم جنگ عدو گیر بنے بیٹھے تھے
ہمہ تن گوش تھے تصویر بنے بیٹھے تھے

۳۶

زینب اس ذکر میں ہو جاتی تھیں خاموش جہاں
دونوں کہتے تھے کہ پھر آگے ہوا کیا اماں
خاطر اس طرح کے بچوں کی ہو کیا ماں کو گراں
ذکر صفین کبھی تھا کبھی خیبر کا بیاں
اور بھی غنچۂ دل سن کے کھلے جاتے تھے
ولولے دونوں کے بڑھتے ہی چلے جاتے تھے

٣٧

لب پر آتے تھے جو اوصاف مصاف جعفر
عون کے سنکے بدل جاتے تھے فوراً تیور
جوش میں کرتی تھیں جب ذکر جدال حیدر
ہاتھ بڑھ جاتے تھے چھوٹے سے ہو تیغ و سپر
پاؤں ان دونوں کے اٹھتے تو نہ بیجا پڑتے
سامنے ہوتیں جو فوجیں تو ابھی جا پڑتے

٣٨

وصف کرتے تھے کبھی ماں سے وہ دونوں ذیشاں
پھر گیا آنکھوں میں اسوقت وغا کا میداں
آپ سے سنکے بزرگوں کی شجاعت کا بیاں
کیا تمہیں رات یہ کاٹے نہیں کٹتی اماں
کیونکر ان ناریوں پر تیغ شرر بار چلے
کس طرح جلد سحر ہو کہ جو تلوار چلے

۳۹

ذکر آیا جو بزرگوں کی علمداری کا
ہنس کے چھوٹے نے بڑے بھائی کو بھی دیکھا
مسکرانے لگا کچھ سوچ کے وہ ماہ لقا
جو دلوں میں تھا نگاہوں سے عیاں ہونے لگا
بسکہ سنجیدہ تھے وہ لخت جگر زینب کے
کچھ اشارے ہوئے باہم طلب منصب کے

۴۰

پھر کہا ماں سے علم تین ہیں لشکر میں یہاں
چھوٹے ماموں وہ اٹھائیں گے بڑا ہے جو نشاں
رہ گئے باقی جو وہ دو رایت فوج یزداں
وہ بھی چھوٹے ہیں جو ہم کم ہیں سنو نہیں اماں
ایسا نانا نہ کسی کا نہ تو دادا ہوگا
مستحق کون پھر اب ہم سے زیادہ ہوگا

۴۱

کیا کہیں ہم بھی جو پا جائیں نشانِ لشکر
پست ہوں دیکھ کے اوج اپنا یلانِ خودسر
جائیں اس دبدبہ سے گھوڑوں کی باگیں لیکر
سمجھیں دشمن کہ ہم آئے علیؑ و جعفرؑ
حوصلہ ہم کو نہیں فوج کی سالاری کا
لطف اک وقت ہو دونوں کی علمداری کا

۴۲

دو ہیں ہم دونوں بزرگوں کا حشم دکھلائیں
فوج میں حیدرؑ و جعفرؑ کی طرح در آئیں
آپ فرمائیں تو دریا کی طرف بھی جائیں
پانی اصغر کے لئے ہم سے بھرتے لائیں
تشنگی سب کی بجھے دور تعب ہو اپنا
زندگی ہی میں بہشتی بھی لقب ہو اپنا

٤٣

آنکھ دکھلا کے انہیں حضرت زہرا نے کہا
دھیان اسلام ہے کدھر ہاں یہ تم کہتے ہو کیا
سو علم لشکر شہ میں ہوں تو کیا ذکر اُن کا
مجھ سے جس عہدے کے لائق اُسے ملجائیگا
زور کھلتا ہے تو کچھ غنچۂ دل کھلتا ہے
کہیں مانگے سے بھی لشکر کا علم ملتا ہے

٤٤

مجھ سے اس ذکر کا باعث بھی کوئی کوئی سبب
سعی میں شہ سے کروں ہے یہ تمہارا مطلب
بچپنے کی ہیں یہ باتیں کہ نہیں پاس ادب
ابھی کیا ہوتا جو سن لیتے شہنشاہ عرب
دور کیا تھا جو بزرگانہ عنایت ہوتی
تم تو خوش ہوتے مگر مجھکو ندامت ہوتی

۴۵

میں تو کچھ سمجھی تھی لیکن ہیں تمہارے کچھ طور
بات وہ کہتے ہو جس کا نہ ٹھکانا ہے نہ ٹھور
سوچنا ہے نہ سمجھنا ہے نہ کچھ فکر نہ غور
ہو گئے ذکر علم چھڑ کے تیور ہی کچھ اور
ابھی کیا مشورے تھے اور ابھی کیا کہنے لگے
منہ لگاتے ہی لیاقت سے سوا کہنے لگے

۴۶

میں نے مانا کہ بزرگوں کے ہنر تم نے نہیں پائے
سوچو یہ بھی تو کہ آخر پھر انہیں کے تو ہو جائے
حد سے تم گزرو تو غصہ مجھے کس طرح نہ آئے
بات ایسی ہے کہ انسان کا اس پر ہیب جائے
آ پڑا وقت نہیں جنگ کے قابل کیا ہو
مانگتے ہو جو علم انکے مقابل کیا ہو

۴۷

شوق لینے کا ہے اس منصب والا کے اگر
پہلے دکھلاؤ تو کچھ اپنی شجاعت کے ہنر
دیکھوں میں بھی تو اُلٹ آتے ہو کیونکر لشکر
نذر کو ماموں کے لاؤ پسر سعد کا سر
پہلے حق ہوئے جو قایم تو مزا ملتا ہے
امتحاں بعد سپاہی کو صلا ملتا ہے

۴۸

کام بن آئیگا جس وقت یہ تم سے مری جاں
تو میں کہتی ہوں کہ ہوگا نہ تامل اس آن
سب کہیں گے کہ بزرگوں کی ہے ان بچوں میں شان
یہ علم کیا ہیں دلا دوں گی محمد کا نشان
وقت پھر آئے تو دکھلائے حشم بھی لڑنا
آج یوں جاؤ تو کل لیکے علم بھی لڑنا

۴۹

رخصتِ جنگ جو ملجائے تو یہ ہے کیا کم
پہونچو سروار سے پہلے ہو گلزار ارم
کر سکیں تیغ بھی اپنی نہ علمدار علم
کر دو تم لشکر کفار کے رایت کو قلم
کیا علم کچھ سبب شوکت و شاں ہے پیارو
فتح ہو جنگ یہ نصرت کا نشاں ہے پیارو

۵۰

یہ بھی سن لو کہ نہ تم نہر کا رخ بھی کرنا
پانی بھرنے کے عوض خون میں اپنے بھرنا
تشنگی بڑھنے پہ دم اور وفا کا بھرنا
صبر و مردی کی ہے آج تو پیاسا مرنا
آنکھ سے دیکھ کے نہر میں نہ رہا جائیگا
پانی قسمت میں ہے بچوں کی تو آجائیگا

۵۱

اور لشکر میں نہیں مشک اٹھانے والے
کیا تمہیں اک ہو بڑے پانی کے لانے والے
دو صغیر اتنی بڑی فوج پہ جانے والے
کیا سمجھتے ہو کہ ہو پھر کے بھی آنے والے
فتح ہو جنگ تو کچھ اور تمنا بھی ہے
شہر بھی اپنا ہے صحرا بھی ہے دریا بھی ہے

۵۲

غصہ آمیز نصیحت کے سنے جب یہ کلام
اسکے عادی جو نہ تھے رو دیئے وہ نیک انجام
جوڑ کر ہاتھوں کو کہنے لگے دونوں گلفام
دیکھ ہی لیجے گا جبکہ لڑیں گے یہ غلام
مار کر فوج کے سرداروں کو مر جائینگے
کاٹ کر یا پسر سعد کا سر لائیں گے

۵۳

کہہ کے یہ ہو گئے خاموش جو وہ رشکِ چمن
نظر آئے صفتِ غنچہ سربستہ دہن
کہہ نہ سکتے تھے ادب سے جو کوئی اور سخن
غم و غصہ کی خبر دیتی تھی بانکی چتون
چپ انہیں دیکھ کے پھر چین نہ دم بھر آیا
چھاتی پھٹنے لگی زینب کا بھی دل بھر آیا

۵۴

سر کو ان بچوں کے چھاتی سے لگا کر یہ کہا
ہیں برا مانتے ہو تم بھی مرے کہنے کا
میں نہ گر کہتی تو پھر کون تمہیں سمجھاتا
اشک کیوں آنکھوں میں بھر آئے ہیں اے ماہ لقا
مطمئن کیونکر ابھی مادرِ ناشاد رہے
دل جلا کر کہا اس سے کہ تمہیں یاد رہے

۵۵

بچے چپ ہو گئے تم رنج و تعب کی باتیں
بچو اس عمر میں کرتے ہو غضب کی باتیں
جو خردمند ہیں سن لیتے ہیں سب کی باتیں
خواب ہو جاتی ہیں نہ دن کو کہیں شب کی باتیں
تم نے دیکھا نہیں حیدر کا زمانہ پیارو
کھیل کے دن ہیں ابھی بھول نہ جانا پیارو

۵۶

ویسے پھر سوئے فلک دیکھ کے با دیدۂ نم
کہا نیند تو بہت ہے مری جان رات ہے کم
بستر خواب پہ آرام اٹھا لو کوئی دم
کل تو پھر ہو گئے تم اور ریگ بیابان ستم
زندگی بھر ہمیں منہ آنسوؤں سے دھونا ہے
بند اجل کی ہمیں تا روز جزا سونا ہے

کہہ کے یہ رونے لگیں خواہر سلطان انام
ماں کے پہلو میں وہیں لیٹ رہے وہ گلفام
کروٹیں لیتے رہے پہ کیا کچھ نہ کلام
تھپکیاں ماں نے جو دیں کر گئے دونوں آرام
جس سے روکے کوئی اس بات کا ڈر ہوتا تھا
کم سن ایسے تھے کہ لوری کا اثر ہوتا تھا

۵۶

سمجھو تو کونسی ماں بچوں کی ہوگی دشمن
کیوں یہ حسرت ہے کہ خلعت کے عوض پہنو کفن
ہائے کس طرح دکھاؤں تمہیں دل کی الجھن
ایسا ہی کچھ ہے جو اس طرح کے کرتی ہوں سخن
کاش منصور خدا جنگ سے پھرے تم تو
بس اب سوؤ کہ اٹھنا ہے سویرے تم کو

۵۹

سوچ کر دل میں کہ ان پھولوں کی آخر ہے بہار
ماں کبھی ہوتی تھیں صدقے کبھی ہوتی تھیں نثار
کبھی ان دونوں کو لپٹا کے گلے کرتی تھیں پیار
کبھی لب پر تھا تبسم کبھی آنکھیں خونبار
کسی کا کبھی ان دونوں کی غم کرتی تھیں
کبھی پڑھ پڑھ کے دعا سینوں پہ دم کرتی تھیں

۶۰

کبھی کہتی تھیں کہ یہ مرنے کے قابل نہیں ہے
پلتی تھی کہ خالق! نہیں پروان چڑھے
کبھی کہتی تھیں الہٰی نہیں پر سر اک آفت آجائے
گر امتِ محمد کے نواسے کو بچائے
کس طرح سے یہ آئی ہوئی آفت ٹل جائے
فدیہ دیتی ہوں کہ بھائی کی مصیبت ٹل جائے

۶۱

آئی وہ رات ہوئی ایسے ہی دھڑکوں میں بسر
جب کیا ضبط فغاں آنے لگا منہ کو جگر
ہوتے جاتے تھے نمودار جو آثار سحر
فق ہوا جاتا تھا رنگ رخ بنت حیدر
دل کے سینے سے نفس کی جو ہوا آتی تھی
کان تک دل کے دھڑکنے کی صدا آتی تھی

۶۲ مطلع

جب ہوا روز دوم چاک گریبان سحر
چہچہانے لگے ہر نخل پہ مرغان سحر
خیط ابیض سے نمودار ہوئی شان سحر
غرب سے جا کے ملا گوشۂ دامان سحر
گل خورشید نے مشرق سے زر افشانی کی
زندگی ختم ہوئی شمع شبستانی کی

۹۲

تھی بہارِ گل و ریحاں سے عیاں شانِ خزاں
ہوتے تھے مثلِ چراغِ سحری گل خنداں
تھی نسیم اکھڑی ہوئی سانس کے مانند رواں
پھول سے بو کا نکلنا تھا فراقِ تن و جاں
تھا تغیر جدھر آتی تھیں نگاہیں مڑ کر
بے ثباتی کی خبر دیتا تھا رنگ اڑ اڑ کر

۹۳

صبح کا ہوتا ہے کیا خلق میں دلکش منظر
صبحِ عاشور مگر تھی عجب آفت کی سحر
فق تھا بیمار کے چہرے کی طرح روئے قمر
جھلملاتی ہوئی شمعیں تھیں فلک پر اختر
فرق تھا مہر کے آئینِ جہاں داری میں
چرخ تھا سوگ نشیں خیمۂ زنگاری میں

۶۵

تھی گلوبیز جو اُداسی تو چمن بے رونق
نظر آتا تھا فلک پر رخِ مہتاب بھی فق
وا تھا دروازۂ گلشن بھی کلیجا کے شق
ایک اک برگِ شجر دفترِ غم کا تھا ورق
رشتۂ خام تھا تارِ رگِ جاں بلبل کا
کھل سکے ابتر ہوا شیرازہ کتابِ گل کا

۶۶

نفسِ سرد کی تصویر تھے سرو لبِ جو
آبشاروں سے برستے تھے برابر آنسو
زرد تھی نرگسِ شہلا کی بھی چشمِ جادو
سنبلِ استادہ تھا اک سمت کشادہ گیسو
ہر کلی دل کی طرح رنج سے بے حال ہوئی
دم بخود رہنے سے سوسن کی زباں لال ہوئی

۶۳

پیہم آتی تھی تھپیڑوں سے ہوا کے یہ صدا
گل ہوا چاہتی ہے شمعِ مزارِ زہرا
موجِ صرصر کی کشاکش تھی کچھ اِس سے سوا
جو شجر جھک کے اُٹھا خاک گری ہو کے جدا
نخلِ تازہ تھے خزاں دیدہ شجر کی صورت
تنے جو نکلے تھے ہواؤں کے تبر کی صورت

۶۴

غنچے کھلنے کے عوض ہو رہے تھے پژمردہ
خاطرِ بلبلِ ناشاد بھی تھی افسردہ
برگ اُفتادہ تھے یا فوجِ ہزیمت خوردہ
دیکھ کر سوئے چمن ہوتا تھا دل آزردہ
لاشِ بے گور تھے اشجار فتادہ گویا
ہر روش تھی عدم آباد کا جادہ گویا

نوحہ کرتے تھے جو مرغانِ خوش الحان باہم
آتی تھیں ہائے حسینا کی صدا بین بہم
طوق پہنے ہوئے قمری بھی یہی بھرتی تھی دم
ہائے گلگیر بیاں عابدِ بیمار کا غم
ہوا صد چاک ہر اک گل کا امیرانہ لباس
فاختہ پہنے تھی ماتم میں فقیرانہ لباس

سر اٹھائے ہوئے پانی پہ یہ کہتے تھے حباب
زیست پیاسوں کی زمانے میں ہے اب نقش بر آب
غم کا طوفاں تھا کہ آتے تھے پیاپے سیلاب
دیتا تھا قیدِ مصیبت کی خبر ہر گرداب
الم و درد تھا ہر رنگ کی تصویروں میں
غل تھا ناؤں کا بپا موجوں کی زنجیروں میں

مطلع ۴۱

ٹھیک جب وقت نماز سحری کا آیا
مرتبہ کعبہ کا مقتل کی زمیں نے پایا
بڑھ کے عباس نے سجادہ ادھر بچھوایا
خواب سے بیٹوں کو زینب نے ادھر چونکایا
لیکے انگڑائیاں دونوں گل رعنا اٹھے
آنکھیں ملتے ہوئے پڑھتے ہوئے کلمہ اٹھے

۴۲

بولا گھبرا کے بڑا ہونے لگے کیا پیکار
کہا چھوٹے نے کہاں رکھی ہے میری تلوار
ماں نے فرمایا مناسب نہیں جلدی زنہار
ابھی پڑھ آؤ نمازیں تو یہ مادر ہو نثار
وقت پر فدیہ سلطان حجازی بھی ہو
شان غازی کی یہی ہے کہ نمازی بھی ہو

۷۳

ناگہاں کان میں آنے لگی آوازِ اذاں
خدمتِ شہ میں روانہ ہوئے دونوں فرزنداں
رخ پہ تھا خاکِ تیمم سے عجب حسن عیاں
شمعیں دو پردۂ فانوس میں گویا تھیں نہاں
آ کے سجادوں پہ وہ عرش نشیں بیٹھ گئے
کرکے تسلیم قریبِ شہِ دیں بیٹھ گئے

۷۴

مقتدی ساری جماعت کے تھے سلطانِ حجاز
ہاشمی سب صفِ اول میں تھے حسبِ اعزاز
تھے صفِ ثانی و ثالث میں رفیقِ جانباز
ختم ہوتے ہی اقامت ہوا آغازِ نماز
ذکرِ خالق میں جو لب شاہِ ہدیٰ نے کھولے
بابِ رحمت کرمِ ربِّ علا نے کھولے

۷۵

مقتدی پیش رو منزلِ تسلیم و رضا
مقتدی دل سے مطیعِ پسرِ خیبر و را
مشعلِ راہِ ہدایت تھی تکبیر کی صدا
ہوتے جاتے تھے سہولت سے سب ارکاں ادا
یوں تھا ہر شخص تکبیر کی صدا کا پابند
قافلہ جیسے ہو آوازِ درا کا پابند

۷۶

منتخب تھی تہِ گردوں وہ جماعت ساری
کلمۂ پاک تھا ہر خشک زباں پر جاری
بسکہ ایماں سے نہ تھی جان کسی کو پیاری
ظہر تک ہوگئے مقبولِ جنابِ باری
خون میں ڈوبے کو دشتِ بلا میں پہنچے
سرخرو خلق سے درگاہِ خدا میں پہنچے

۴۳

شکر یہ نمازیوں نے ترکِ وظائف کو کیا
کہ مخل طاعتِ رب میں بھی ہوئے اہلِ جفا
سجدۂ شکر کے سب نے بہ تعجیل ادا
تیوروں سے تھا ہر اک شیر کے غصہ پیدا
دل پہ رنجِ ستمِ اہلِ جفا سہہ کے اٹھے
شہ مصلے سے "رضینا بقضا" کہہ کے اٹھے

۴۴

تھے مصلے پہ ابھی بادشہِ جن و بشر
ناگہاں ایک خبردار نے دی آکے خبر
ظلم و بدعت پہ کمر باندھ چکے بانیِ شر
آگے بڑھتا ہی چلا آتا ہے سارا لشکر
مشورہ ہو گیا خیموں کے جلا دینے کا
قصد ہے خانۂ اسلام کے ڈھا دینے کا

۷۸

شہ نے فرمایا مناسب نہیں تعجیل ابھی
یہ جو ظالم ہیں تو عادل ہے خدائے ازلی
دکھ کے ایذا ہمیں پہنچینگے نہ راحت جو ذرا بھی
ہم بھی چلنے ہی کو ہیں وقت کے ہیں منتظری
جنگ جب چاہیے جب صبر کی طاقت نہ رہے
پھر بھی ان پہ کہ باقی کوئی حجت نہ رہے

۷۹

بڑھ کے عباس نے کی عرض کہ یا شاہ امام
اب طرح دیں نہ انہیں بادشہ عرش مقام
پاس ایماں ہے نہ بے دینوں کو شرم اسلام
حکم اگر ہو تو ابھی سب کو ہٹا دے یہ غلام
بے ادب امن نہ ہنگام وغا بھی پائیں
اب قدم آگے بڑھائیں تو سزا بھی پائیں

۸۱

دیکھئے اپنی طرف کیوں ہے یہ اتنا غصّا
نہیں وہ وقت کہ پورا ہو ارادا ان کا
کچھ ضرورت نہیں جانے کی سوئے دشت وغا
آپ کا رعب ہے کافی نہیں آسکتے ہیں کیا
ولولے دل کے بڑے بھی ہیں تو گھٹ جائینگے
پاؤں تھرائیں گے ایسے کہ پلٹ جائیں گے

۸۲

آپ نے جنگ میں ہتھیار لگائیں تو چلیں
دوش پر آپ علم اپنے اٹھائیں تو چلیں
سب مجاہد کمریں باندھ کے آئیں تو چلیں
چاہنے والوں کو دیدار دکھائیں تو چلیں
نہ گئے ہمکے یہ شکوہ نہ زباں پر آئے
کیا خبر کون پھرے کون نہ پھر کر آئے

۴۲

بیبیاں بیٹھی تھیں خیمہ میں پریشان و حزیں
کوئی روتی تھی کوئی خاک پہ رکھے تھی جبیں
کوئی کہتی تھی سلامت رہیں شاہنشۂ دیں
آسرا اور کوئی ہم سے غریبوں کا نہیں
غم کے طوفان سے کون آ کے نکالے یارب
وہی اس ڈوبی کشتی کو بچالے یارب

۴۳

شاہ خیمہ میں گئے تھم گئے باہر انصار
ساتھ تھے جملہ عزیزانِ امامِ ابرار
اکبر و قاسم و عباس بصد جاہ و وقار
پیچھے پیچھے با ادب بنت علیؑ کے دلدار
ہاشمی شیر نہ تھے خسرو دیں کے ہمراہ
سترہ چاند تھے خورشید مبیں کے ہمراہ

۸۵

شہ نے زینب سے کہا میرے قریب آؤ بہن
جو تبرک ہے بزرگوں کا اُسے لاؤ بہن
اپنے بچوں کو یہاں سے کہیں لے جاؤ بہن
ضد کریں ساتھ کے چلنے پہ تو سمجھاؤ بہن
کیونکہ جو جائیگا مقتل سے پھر آنے کا نہیں
میں سمجھ بوجھ کے یہ لعل گنوانے کا نہیں

۸۶

سنکے یہ حضرت زینب گئیں اور پھر آئیں
کشتیاں پیش کیں اور بولیں کہ اے عرش نشیں
میرے فرزندوں کی نسبت ہے جو حکم شہ دیں
مجھکو پیارے ہیں سوا قاسم و اکبر سے نہیں
ان سے کم رتبہ ہیں گو ویسے ہی پیارے ہیں
کیونکہ پوتے وہ علی کے ہیں نواسے یہ ہیں

۴۳

سنیں باتیں یہ جن کے شہ دیں نے جو بگوش
ہو رہے دیکھ کے ان بچوں کی صورت خاموش
بڑھ کے فضہ نے ہٹائے جو سہی کشتی پوش
دیکھ کر تیغ علی دل میں وغا کا ہوا جوش
یہی پہلو تھا جو اللہ کی خوشنودی کا
کہا عباس سے دو حکم کمربندی کا

۴۴

بات اب ایسی نہ فرمائیں امام جمہور
یہ فدا شہ پہ نہ ہوں یہ نہیں مجکو منظور
میری خاطر سے وہ ہو عفو کیا ہو جو قصور
تھوڑے سے ہو جائیں گے دل انکے جو دیں گے حضور
ہیں یہ پابند حیا جی سے گذر جائیں گے
کسی گوشے میں گلے کاٹ کے مر جائیں گے

٨٩

شئے اس شیر نے یہ حکم امام ابرار
کہا اکبر سے کہ باندھو کمر اب اے دلدار
کیا قاسم سے اشارہ کہ منگاؤ رہوار
کہا مسلم کے صغیروں سے لگاؤ ہتھیار
چاہتے تھے جو بہت دونوں خردمندونکو
نیمچے دیدیئے زینب کے بھی فرزندونکو

٩٠

سج کے ہتھیار جو فارغ ہوئے سلطان امم
دیا عباس دلاور کو محمدؐ کا علم
دو نشاں اور بھی طول میں اس سے تھے جو کم
سبز و سرخ انکے پھریرے تھے تو کالے پرچم
پنجے ضو اپنی برابر سے جو دکھلاتے تھے
تین چاند ایک ہی منزل میں نظر آتے تھے

۹۱

دیکھ کر عون و محمد کو یہ بولے شبیر
قابل اس عہدے کے تھے دونوں ہی یہ ماہ منیر
جعفر ایک انکے تھے جد ایک شہ خیبر گیر
انکو دیتا یہ علم ہوتیں جو عمریں نہ صغیر
آن بان اپنے بزرگوں کی دکھاتے دونوں
شان سے حیدر و جعفر کی یہ جاتے دونوں

۹۲

گو فسوں کر سنبھلیں گے یہ ان سے کئے بار
اک علم ایک فرس ایک سپر اک تلوار
بے مدد ہو نہیں سکتے ابھی گھوڑے پہ سوار
رک گئے ہاتھ تو کس طرح کریں گے پیکار
روکنا ہوگا کٹھن وار بھی چل جائیں گے
زد پر آئے بھی جو دشمن تو نکل جائیں گے

۹۳

انکو کیا کم ہے یہ حضرت نے جو کچھ فرمایا
مرتبہ بڑھ گیا عزت کا نشاں ہاتھ آیا
سر پر انکے رہے حضرت کا ہمیشہ سایہ
آپ نے بیٹے کو فرمایا انہوں نے پایا
زندہ رہتے تو نمودار بھی ہوتے دونوں
وقت آتا تو علمدار بھی ہوتے دونوں

۹۳

کہا زینب نے نہیں اسکی ضرورت کیا ہے
سن ابھی دونوں کے کیا ہیں قد و قامت کیا ہے
نام یوں ہو تو نشاں لینے کی حاجت کیا ہے
علم فتح جو ہاتھ آئے تو رایت کیا ہے
غرض اس سے ہے پڑے وقت تو کچھ کر کے پھریں
سر کریں جنگ کو میدان سے یا مر کے پھریں

۹۵

ختم جس دم یہ ہوئی بھائی بہن کی گفتار
ملکے ہر ایک سے رخصت ہوئے شاہ ابرار
منتظر تھے در دولت پہ رفیق و انصار
ایک اک جن میں وفاکیش و سعادت اطوار
عزم پیکار میں شمشیر و سپر باندھے ہوئے
منتظر حکم کے مرنے پہ کمر باندھے ہوئے

۹۶

سب کے سب گوش بر آواز تھے اور چشم براہ
حسرت دید دلوں میں طرف خیمہ نگاہ
پردہ اٹھا در دولت کا برآمد ہوئے شاہ
حشم و جاہ نے دی بڑھ کے صدا بسم اللہ
نور پھیلا جو چراغ رہ ایمان نکلا
لکۂ ابر سے مہر درخشاں نکلا

۹۷

ہر طرف پھیل گئی چہرۂ انور کی ضیا
سامنے جیسے جھل دیدۂ اختر کی ضیا
مرتبہ رکھتی ہے کیا ماہ منور کی ضیا
اس ضیا سے نہیں بڑھ کر شہ خاور کی ضیا
ساتھ سب حیدر کرار کے پیارے نکلے
عقب ماہ چمکتے ہوئے تارے نکلے

۹۸

[illegible] از عجب صولت پسر شاہ عرب
خم ادب سے ہوئے تسلیم کو صف باندھ کے سب
ہاتھ نزدیک جبیں آئے تو گویا با ادب
سر فروشوں نے ادا کر دئے دل کے مطلب
کر نہ مجبور نہ مر جانے میں ہم قاصر ہیں
نذر مقبول اگر ہو تو یہ سر حاضر ہیں

بس کہ تھی اپنے نگاہِ کرم شاہِ ہدیٰ
دی ہر اک غازی و دیندار کو بخشش کی دعا
رن میں پہلے سے صف آرا تھی جو فوجِ اعدا
شہ نے اس چھوٹے سے لشکر کو بھی ترتیب دیا
کون یوں تو کرمِ شہ سے نہ ممتاز ہوا
جو تھا جس عہدے کے لائق وہ سرافراز ہوا



لوگ تھے میمنہ و میسرہ فوج میں غیر
غیر وہ چین نہ شبیر کو تھا جنکے بغیر
تھے وہ محتاجِ حرم کوئی نہ تھا ساکنِ دیر
افسری پر ہوئے مامور حبیب اور زہیر
مرتبہ کچھ نہ سوا ان کو نہ کم ان کو دیا
اک علم ان کو دیا ایک علم ان کو دیا

۱۰۱

شاه مردان قطب دین سرّ نبی و مصطفی

جام حیدر آن شه اعیان نبوت گستر عالی نسبی

شمع بزم بتول فرزندان رسول عربی

نقش ابداع شه کن وارث پیغمبر ازلی

فعل آن شه جز صاحب ذوالمنن

صورت نبی صفی مصحف ناطق کتاب

۱۰۲

دل حسب تاج فرمان امام ابرار

ملک جان پیر ذوالفقار شه اسرار

شه سرّ جان دین عالم ساقی کوثر والا

عرب عالم زادگان شه مردان دین

ابدیت اسلام شه توحید ایمان

۱۰۲

جھنڈے تو ہو چکے تقسیم ہوئے شاہ سوار
پاؤں گلگوں نے بڑھایا کہ چلی بادِ بہار
باادب ساتھ ہوئے جملہ عزیز و انصار
کھل گئے تن پھریرے علموں کے یکبار
خبرِ آمد کی نشانوں کی ہوا لے کے چلی
نکہتِ گلشنِ دیں بادِ صبا لے کے چلی

۱۰۳

ایک کو بازو و سردارِ دو عالم کہئے
ایک کو راحتِ جانِ شہِ اکرم کہئے
مرتبے سے نہ سوا کہئے نہ کچھ کم کہئے
غیظ ان کو تو نہیں خلق مجسم کہئے
کیوں نہ ہوتا یہ حشم کن کی نشانی وہ تھے
تھے یہ تصویرِ علی احمدِ ثانی وہ تھے

۱۰۵

جوش میں جاتے تھے میداں کی طرف یوں بخشم
آگے بڑھتے تھے جوانوں سے بھی بوڑھوں کے قدم
ہوتا مانع جو نہ ان کو ادب شاہ امم
لڑکے بیساختہ جا پڑتے تہ فوج ستم
مرد عادل کا اشاروں ہی میں کہہ جاتے تھے
دیکھ کر قبضۂ شمشیر کو رہ جاتے تھے

۱۰۶

چھوٹوں میں یہی تھی کہ پہلے ہمیں میدان میں جائیں
غرق دریائے وفا ہوں در مقصد پائیں
دل یہ ہے ناموری کا ہنر جنگ دکھائیں
فتح قسمت سے میسر ہو تو غازی کہلائیں
جی بچیں گر تو ہوں ارباب وفا میں داخل
سر قلم ہوں تو ہوں فرد شہدا میں داخل

۱۰۲
پہونچے اس جاہ و حشم سے جو امام دوسرا
کی نظر روکے گھوڑے کو سوے دشت وغا
ناگہاں لشکر اعدا میں ہوا غل یہ بپا
لو حسین آ گئے میدان میں اب دیر ہے کیا
آج بے قتل نہ شمشیر و سپر کھولیں گے
باندھ کر عابہ لاغر کو کمر کھولیں گے

۱۰۳
بس یہ غل ہوتے ہی پیاسوں پہ برسنے لگے تیر
طبقہ ہلنے لگا اس طرح بڑھی فوج کثیر
تھی سوا مور و ملخ سے بھی وہ لشکر کی بھیڑ
پہنچے اس سمت بھی انصار شہ عرش سریر
طالب اذن وغا شہ سے مصر ہو کے ہوئے
آ گئے سامنے غازی سپریں روکے ہوئے

۱۰۹

بسکہ تھی پیش نظر شاہ کے فرد شہدا
جسکو ہوتا تھا مناسب اسے دیتے تھے رضا
جو گیا راہ سے مقتل کی جناں میں پہونچا
تھی دلیروں کو خوشی مرنے کی جینے سے سوا
باری باری حق الفت سے ادا ہونے لگے
یوں نبی ناصر شہ والا کے جدا ہونے لگے

۱۱۰

دمبدم تھا جو اُدھر شور مبارز طلبی
تھے اُدھر جوش میں سب ہاشمی و مطلبی
غیظ سے کانپتے تھے قاسم و ہمشکل نبی
دیکھی جاتی تھی نہ عباس سے یہ بے ادبی
یاد تھیں رات کی باتیں جو خردمند و نکو
ضبط کی تاب تھی زینب کے نہ فرزندوں کو

۱۱۱

جنگ کے جا کے دکھاتا تھا ہنر جو ذیجاہ
ہو کے بیتاب یہ کہہ اٹھتے تھے سبحان اللہ
تھی دم رد و بدل جانب شمشیر نگاہ
زخم جس دوست کے لگتا تھا نکل جاتی تھی آہ
اپنی ناکامیوں پر شرم سے کٹے جاتے تھے
کشتہ ہوتا تھا جو کوئی یہ تڑپ جاتے تھے

۱۱۲

جاتا تھا ایک کے بعد ایک جو ہر پیکار
رخصت جنگ طلب کرتے تھے یہ بھی ہر بار
روک دیتے تھے مگر انکو شہ عرش وقار
تا ظہر تک ہو گئے سب ختم رفیق و انصار
اور مغموم امام دوسرا ہونے لگے
جن میں تھا خون شریک اب وہ جدا ہونے لگے

۱۱۴

مشورے کرتے تھے آپس میں یہ غازی تو ادھر
اور ادھر جنگ پہ سرگرم تھے وہ رشک قمر
واقعہ قتل کا مسلم کے جو تھا پیش نظر
کسی کوفی کے لیے تھی نہ کسی جا بھی مفر
تھا کہیں موت سے بچنے کا نہ چارا اسکو
جو جہاں جا کے چھپا ڈھونڈھ کے مارا اسکو

۱۱۳

ہوئے مسلم کے جگر بند جو مقتل کو رواں
بھانجے شہ کے یہ کرنے لگے آپس میں بیاں
اذن دیتے نہیں ہمکو تو امام دو جہاں
خوف یہ بھی ہے کہ ناخوش نہ کہیں ہوں نالاں
اپنے قابو کی نہ ہو بات تو کیا کیجے آپ
اب انہیں سے یہ کہیں اذن دلا دیجے آپ

۱۱۵

زان باگ انکی وہ پیاری وہ خوش اسلوب نشست
لئے انکے بھی ہرن کر دئے جو تھے پست
کبھی یہ مورچہ توڑا کبھی دی اسکو شکست
کوئی بے سر نظر آتا تھا تو کوئی بے دست
کام شمشیر و سپر سے بہ اسلوب لیا
باپ کے خون کا بیٹوں نے عوض خوب لیا

۱۱۶

گھیر لیتے تھے انہیں ملکے جو لشکر کے سوار
کہتے تھے عون و محمد کہ برادر ہشیار
انکو ہوتا تھا جو نرغہ سے نکلنا دشوار
قصد کرتے تھے یہ دونوں کہ بڑھا دیں رہوار
تیغ انکی کسی دشمن پہ جو چل جاتی تھی
واہ رے قصد زبانوں سے نکل جاتی تھی

۱۱۷

جب بگڑتی دلیروں سے لڑائی بن کے
غنچے مرجھاتے تھے کھل کھل کے ادھر سوسن کے
مورچے توڑتے تھے جب وہ صف دشمن کے
داد دیتے تھے یہ جانبازیوں کی تن تن کے
باگیں تانے ہوئے جس صف پہ وہ جھک جاتے تھے
پہ بھی دو چار قدم جوش میں بڑھ جاتے تھے

۱۱۸

مسکرا دیتے تھے اسوقت شہ قدر شناس
روک لیتے تھے مگر بڑھ کے جناب عباس
شاہ فرماتے تھے بھائی رہو ان بچوں کے پاس
ولولے نام خدا ہیں کہ نہیں کچھ وسواس
شان حیدر کی یہ بچے ہیں دکھانے والے
جا پڑے گر تو پلٹ کر نہیں آنے والے

۱۱۹

بس یہ فرمانے ہی انجام کا دھیان آنے لگا
پھر گیا موت کا بچوں کے نظر میں نقشا
اشک آنکھوں سے بہانے لگے شاہ دوسرا
ناگہاں آنے لگی فتح کے باجوں کی صدا
غل تھا ہر سمت کہ دو ضیغم نر قتل ہوئے
جنگ میں ایلچی شہ کے پسر قتل ہوئے

۱۲۰

سن کے یہ لاشیں اٹھانے کو چلے شاہ انام
در خیمہ پر ادھر آئے یہ دونوں گلفام
خوف سے ماں کے نہ تھی ایک کو بھی تاب کلام
تھرتھراتے تھے قدم کانپ رہے تھے اندام
رعب مادر کا جو دونوں پہ اثر غالب تھا
بات منہ سے نہ نکلتی تھی یہ ڈر غالب تھا

۱۲۱

تو ہر شقی یہاں سوچ میں سر نہوڑائے
تھرتھراتے ہوئے جو سامنے فرزند آئے
ڈر سے خاموش تھے جو بنت علی کے جائے
بولیں کیوں خیر تو ہے خوشخبری کیا لائے
نام روشن کئے دکھلا کے جلالت بیٹا
جنگ سر ہو گئی شاید جو سلامت بیٹا

۱۲۲

پھر اس دن کی تو امید تھی گر ہو یہی بات
وہی خالق نے دکھایا ہو جو کچھ کہتے تھے رات
کیا دعا پڑھتے رہے وقت نزول آفات
کتنے ظاہر ہوئے خردوں سے بزرگوں کے صفات
باجے بجتے ہیں یہ کیوں فتح کا کیا غل ہے
کیا یہ میدان میں تمہاری ہی ظفر کا غل ہے

١٢٣

پہنچ کبھو فوج بھگا آئے کہاں تک جاکر
کبھی مجروح ہوئے کتنے گئے سوئے سقر
سرنگوں کس نے کیا بڑھ کے نشان لشکر
لاؤ دیکھوں تو کہاں ہے پسر سعد کا سر
خوش کرو دل تو بھی چھاتی سے لپٹا لوں میں
پہنچ خوں میں ہوں آلودہ تو دھو ڈالوں میں

١٢٤

روکے دونوں نے کہا ایسی کہاں تقدیریں
بڑھنے دیتی نہیں ناکامیوں کی زنجیریں
بگڑے تقدیر تو کس طرح بنیں تدبیریں
نہ چلے زور تو کیونکر سپروں کو چیریں
شہ سے بے اذن لڑے جنگ کو جائے کیونکر
پاؤں ہم راہ اطاعت سے ہٹائے کیونکر

١٢٥

کہا زینب نے بہانہ تو نکالا اچھا
کچھ کہو تم مجھے آئے گا نہ باور حاشا
یہ تو بتلاؤ کہ غائب رہے ابتک کس جا
پہلے آتے تو دلا دیتی نہ کیا رنگی رضا
صبح سے ایک بھی نزدیک نہ میرے آیا
دھیان اب بھی نہیں آیا تو سویرے آیا

١٢٦

ہو گئے ختم سب انصار نہیں ہوش ہمیں
مر گئے شاہ کے غمخوار نہیں ہوش ہمیں
ہوئے سب خواب سے بیدار نہیں ہوش ہمیں
کے گئے مسلم کے بھی دلدار نہیں ہوش ہمیں
کٹ گئے دوست عزیز و نکی بھی باری آئی
اتنا دن آ گیا نوبت نہ تمہاری آئی

۱۲۸

میں نے پالا نہیں کیا ہے میں سمجھوں کی بھلا
تو یہ باتیں بھی ہمیں آگئیں اب نام خدا
گو ضعیفی ہے مگر ہوش تو میرے ہیں بجا
بھول جانا بھی تھا ممکن جو گذرتا عرصا
کیا مجھے یاد نہیں صبح جو تم آئے تھے
پیچھے تو تمہیں عباس نے بندھوائے تھے

مجھ سے کرتے ہو بہانہ کہ رضا شہ نے نہ دی
تو گئے جنگ کو رخصت نہیں کسطرح ملی
تم سے جو شاہ کو الفت تھی کسی سے وہ نہ تھی
جان پیاری تھی نہ مسلم کے جگر بندوں کی
سب یہ بیجا ہیں سخن لب پہ جو لاتے ہو تم
مرنا آسان نہیں جان چھپاتے ہو تم

١٢٩

کس سے کیا تھی غرض انکی مجھے بتلاؤ ذرا
بیٹھو خیمہ میں کہ جاؤ ہو میدان وغا
کیا اجازت یہ تھی منہ سے کہا یا نہ کہا
صاحب فہم قرینے سے سمجھتے ہیں کہا
اذن دیتے تمہیں یہ آمادہ جو حضرت پاتے
منتیں کرتے تو فوراً ہی اجازت پاتے

١٣٠

ہے غضب جعفر طیار کے پوتے کہلاؤ
اور حیدر کے نواسے بھی ہیں یہ سب کو جتاؤ
ایسے وقت تو منہ جنگ سے کسطرح چھپاؤ
نہیں میدان میں جاتے تو وطن کو پھر جاؤ
خیر یونہی سہی جو ہو سکے وہ کام کرو
خلق میں نام بزرگوں کا نہ بدنام کرو

ولولے سب کے نہ جرأت وہ ارادے ہیں کہاں
سر کئے لیتے تھے باتوں میں دغا کا میداں
افسر فوج کا سر نذر دیا خوش ہوئی ماں
سرنگوں کر دئے کفار کے لشکر کے نشاں
کیوں وہ ہمت نہ رہی کیوں وہ ارادہ نہ رہا
وقت جب آیا تو تلوار پہ قبضہ نہ رہا



اور اک بیٹھے بٹھائے ہوا دھڑکا پیدا
ہے یہاں جبکہ یہ حالت تو وہاں کیا ہوگا
ہو کہیں نام نہ بدنام بنی ہاشم کا
اب نگہبان ہے عزت کا بزرگوں کی خدا
دل میں ٹھانے یہ مگر ذکر نہ کرتی تھی میں
وہی پیش آ گئی جس بات کو ڈرتی تھی میں

١٣٣

تب وہ وقت آئیگا جب خوں میں نہاؤ گے تم
اشک ابھی لاشۂ کس کس کے بہاؤ گے تم
بعد شہ کیا ہنر جنگ دکھاؤ گے تم
دشمن انکے بھی نہ جب ہونگے تو جاؤ گے تم
نصرت شاہ میں جانوں نہ گر کھیلو گے
ساتھ کیا ماں کے اسیری کے محن جھیلو گے

١٣٤

کس قدر جوش تھے سن کے بزرگوں کے ہنر
ہو گیا مجکو یقیں ایسی دکھائے تیور
ماں کے غصے سے جو ڈرنے تھے خردمند پسر
آیا ماتھے پہ عرق شرم سے اور جھک گئے سر
نور چہروں سے تو مانند قمر ساطع تھا
ہوئی جنبش نہ لبوں کو کہ ادب مانع تھا

۱۳۵

ناگہاں لائے یتیموں کی جو لاشیں سرور
دوڑے اہل حرم سبط نبی پیٹتے سر
ماں گری خاک پہ تھامے ہوئے ہاتھوں سے جگر
ہوگیا نالہ و فریاد سے برپا محشر
غل تھا بیوہ کی کمائی پہ بھی آفت آئی
لاشیں کیا آئیں کہ خیمہ میں قیامت آئی

۱۳۶

یاں ادھر بچوں کی لاشوں کے پیا تھا کہرام
سوچ میں چپ تھیں کھڑی خواہر سلطان انام
آئے زینب کے جو نزدیک شہ عرش مقام
بولیں یہ دیکھ کے حضرت کی طرف وہ ناکام
دیجئے گا کسی اب اذن میں واری بھیا
کس کے جانے کی ہے میدان میں باری بھیا

۱۳۶

عرض کی یہ بھی غلام آپ کے مشتاق ہیں اب
کرتے ہیں اذن وغا میری سفارش سے طلب
دلبرا تا چند سہیں تشنہ دہانی کے تعب
گر مناسب ہو تو بر لائیے ان کا مطلب
میں بھی ناخوش ہوں اجازت بھی نہیں پاتے ہیں
ڈر سے کہتے نہیں کچھ دل میں گھٹے جاتے ہیں

۱۳۷

رو کے شہ بولے قضا جسکو بلائے زینب
نہ کوئی دیکھے جو دکھ ہم نے اٹھائے زینب
جس کا جی چاہے وہ فرقت میں رلائے زینب
نام کس کا یہ جگر ریش بتائے زینب
کونسے گل ہیں داغ اپنا دکھانیوالے
دوپہر میں ہیں سبھی خلد کو جانے والے

۱۳۹

شفقتیں آپ کی ہیں دیکھی تھی اپنے مدام
جو طلب کرتے تھے دیتے تھے ہمیں شاہ امام
آج کیا ہے جو اجازت نہیں پاتے یہ غلام
درج فرد شہدا میں نہیں کیا ان کا نام
یہ مرے گل ہیں جنت کے چمن کے قابل
بابا یہ فدیے ہیں سلطان زمن کے قابل

۱۴۰

یاد آتے ہیں وہ اشفاق امام ابرار
جاؤ بیجا وہ ضدیں انکی وہ حضرت کا پیار
جائیں سے لیکے رضا جنگ کی سب خوش کردار
رہیں محروم سعادت سے یہی گل رخسار
خدمتی یہ بھی تو آقائے ذوالاکرام کے ہیں
آج آئینگے کام نہ آئے تو یہ کس کام کے ہیں

۱۴۱

ان سے رنجیدہ ہیں کچھ بادشہ جن و بشر
دیجئے سخت سزا بے ادبی کی ہو اگر
اختیار آپ کو ہے مجھ سے زیادہ ان پر
آپ ان دونوں کے آقا ہیں جو میں ہوں مادر
مطمئن کیجئے للہ مرا دل بھائی
کیا قصور ان کے نہیں عفو کے قابل بھائی

۱۴۲

شہ نے فرمایا کہ ان میں سے نہیں کوئی بھی بات
بخدا قابل تعریف ہیں انکے عادات
کمسنی میں ہیں بزرگوں سے مشابہ حرکات
یہ سبب تھا جو تامل ہوا ای نیک صفات
دل سے ڈالتی ہے دونوں کی غربت زینب
مجھ سے دی جاتی نہیں مرنے کی رخصت زینب

۱۴۲

کہا زینب نے بجا ہے جو کچھ ارشاد ہوا
دن ہے مرنے کا مگر آج تو رونا کیسا
کم سنی پر نہ کریں دھیان امام دوسرا
حوصلے ہیں مرے بچوں کے جوانوں سے سوا
بڑھ کے آگے قدم ان دونوں کے ہٹنے کے نہیں
اسکی ضامن ہوں کہ زندہ یہ پلٹنے کے نہیں

۱۴۳

کس طرح ان سے کہوں جاؤ سو فوج گراں
لشکر شام کہاں اور یہ دو طفل کہاں
جمع ہیں جنگ کے میدان میں کئی لاکھ جواں
پھول سے جسم یہ ہیں لائق شمشیر و سناں
کو وہ ٹکرے ہو مصیبت جو یہ جھیلے زینب
روک لیں گے یہ بھلا فوجوں کے ریلے زینب

۱۳۵

بچھونوں کے یہ اشارے ہیں کہ خنجر کیا ہیں
رعب آنکھوں کا یہ کہتا ہے غضنفر کیا ہیں
دو مغروں کا یہ ہے قول کہ لشکر کیا ہیں
دیکھے آپ ہم سے چھوٹے کے تیور کیا ہیں
جنگ کا گر ہنر اس میں ہے تو علم اس میں ہے
بانکپن اس کی طبیعت میں تو حلم اس میں ہے

۱۳۶

بات بھی کی ہے بخانے پہ ہوئی ہیں جو خفا
تیوریاں چڑھ گئیں چھوٹے کی بڑا رونے لگا
تھا مگر پاس ادب یہ کہ نہ کچھ منہ سے کہا
سچ یہی ہے کہ نہ تھی ایک کے دونوں میں خطا
فیض تعلیم شہنشاہ خوش اقبال کا ہے
فرق دونوں میں جو کچھ ہے وہ سن و سال کا ہے

۱۴۳

پاس ہیں بیوۂ مسلم کے تمام اہل حرم
شرم سے سامنے جاتی نہیں میں کشتۂ غم
ڈر ہے یہ بھی کہ نہ بڑھ آئے سپاہ ظلم
دیر اس وقت مناسب نہیں یا شاہ امم
جس سے شرمندہ ہوں منہ کیا اسے دکھلاؤں میں
مرنے پہ جائیں تو پرسے کیلئے جاؤں میں

۱۴۴

ہائے کیا کیا نہ دغا کرتے جو ہوتے یہ جواں
رہتا حیدر کی طرح تھا نہیں کے میداں
کم نہیں یہ بھی جو ہوں شہ کے قدم پر قرباں
رخصت جنگ ہے جاگیر جناں کا فرماں
لب ہیں سوکھے ہوئے کمسن جو نہیں پانی ہے
جائیں کوثر پہ کہ اب پیاس کی طغیانی ہے

١٤٩

روکے فرمانے لگے بادشۂ عرش مقام
داغ لکھے ہیں یہ تقدیر ہی میں اے ناکام
خیر بہتر ہے جو کچھ مرضیٔ خلاقِ انام
کہا فرزندوں سے مادر نے کرو جھک کے سلام
ساتھ تم آئے تھے اماں سے جدا ہونے کو
گرد ماموں کے پھرو جاؤ فدا ہونے کو

١٥٠

کرکے تسلیم جھکے آگے جو وہ گل رخسار
انکو لپٹا کے گلے روئے امام ابرار
آگیا دونوں کی غربت پہ ادھر ماں کو بھی پیار
کہا عباس سے جاتے ہیں یہ نا تجربہ کار
جنگ کا وقت نہیں کھیلنے ہی کے دن ہیں
بھائی تم ٹوکے رہنا کہ ابھی کم سن ہیں

۱۵۱

پھر مخاطب ہوئیں بیٹوں سے کہ دیر اب نہ لگاؤ
تو ہیں پرسے کے لیے جاتی ہوں تم مرنے کو جاؤ
فوجیں بڑھتی چلی آتی ہیں تیغوں کو ہٹاؤ
شہ نے فرمایا بہن ان کو گلے سے تو لگاؤ
عرض کی صبر کا رتبہ نہ گھٹاؤں گی میں
مر کے آئیں تو کلیجے سے لگاؤں گی میں

۱۵۲

کہہ کے یہ آپ بڑھیں بیوۂ مسلم کی طرف
جس جگہ بیبیاں بیٹھی تھیں بچھائے ہوئے صف
بہرِ تسلیم جھکے بخت دلِ شاہِ نجف
شہ پکارے کہ ہوئی ہائے یہ دولت بھی تلف
آہ جیتا ہوں میں یہ داغ اٹھانے کے لیے
پھول زینب کے چلے خلد بسانے کے لیے

۱۵۲

اس سے پہلے تھا جو رخصت کے نہ ملنے کا ملال
فق تھے منہ اور تھے کمھلائے ہوئے پھول سے گال
پاتے ہی اذن وغا خوش ہوئے وہ نیک خصال
وعدۂ مدت جو گیا ہو گئے چہرے بھی بحال
خلد کے شوق میں یاد مے کوثر آئی
تازگی پیاس میں خشکیدہ لبوں پر آئی

۱۵۳

نکلے خیمہ سے جو وہ ماہوش و مہر عذار
گود میں لے کے کیا شاہ نے گھوڑے پہ سوار
شب سے تھا دل جو بڑھا ہوئے عزم پیکار
باگ لیتے ہی بنے برق جہندہ رہوار
ابھی اس جا تھے اشارہ جو کیا اس جا تھے
دو سے کتنے صفدروں کے پچھڑے کیا تھے

مطلع ۱۵۵

رن کو جب حضرت زینب کے گل اندام چلے
دی صدا موت نے افسوس یہ ناکام چلے
بے خطر تیغوں کے منہ پر وہ دل آرام چلے
پاؤں اس راہ میں اٹھتا تھا جہاں نام چلے
ضو سے رخساروں کی ہر گام پہ گلپاشی تھی
ولولے بڑھ رہے تھے چہروں پہ بشاشی تھی

۱۵۶

مہر کے منہ پہ چھپٹیں دیکھ کے رخ مہتابیں
خود تابندہ سروں پر کمروں میں ڈابیں
ابروؤں پر شکنیں تیغوں میں جیسے تابیں
ہیں جز غضب کی گر شرق سے گھوڑے دابیں
آندھیاں کاٹ دیں وہ تند نفس ہیں دونوں
غیرت ابلق ایام فرس ہیں دونوں

۱۵۳

یسے مانتے نہیں کہ ہم برچھیاں کھائینگے ضرور
مرنے پہ بھرے ہیں کہ اب خوں میں نہائینگے ضرور
فتح اپنی ہے تو فوجوں کو بھگائینگے ضرور
نہ پھرے زندہ تو پھر خلد میں جائینگے ضرور
جو ہیں محروم سعادت انہیں حسرت ہوگی
غرض اب موت ہو یا زیست بعزت ہوگی

۱۵۴

دھاک جنگی ہے زمانہ میں یہ صفدر وہ ہیں
شیر ڈر جائے نگہ سے ہی یہ تیور وہ ہیں
یہ شجاعت میں جو حیدر ہیں تو جعفر وہ ہیں
اُنکے ہم رتبہ ہیں یہ اُنکے جو ہمسر وہ ہیں
کیوں نہ ہو دخترِ زہرا کے ہیں پیارے دونوں
ایک ہی برجِ شرف کے ہیں ستارے دونوں

۱۵۹

ہیں کہاں صاحبِ علم و ہنر و فن ایسے
باندھ لیں دم میں اگر سو ہوں ہمتن ایسے
دھوپ میں چہرے چمکتے ہوئے کندن ایسے
شان ہے جن میں جوانی کی لڑکپن ایسے
گر کریں نعرۂ شیرانہ تو رستم ڈر جائے
بھولے چہروں کا وہ ہے رعب کہ ضیغم ڈر جائے

۱۶۰

زیب وہ جامہ کی اور کجکلہی کی وہ پھبن
رعب کے ساتھ وہ چہروں سے عیاں بھولاپن
قہر دونوں کی نگاہیں تو قیامت چتون
ابھی نو عمر ہیں لیکن ہیں بزرگوں کے چلن
ولولے جنگ کے ہیں فتح کی تدبیریں ہیں
دونوں بچپن کی یداللہ کی تصویریں ہیں

١٦١

ہیں سخن لب پہ ہدایت کے پیمبر کی طرح
جو صلے قلعہ کشائی کے ہیں حیدر کی طرح
خلد میں جانے کو تیار ہیں جعفر کی طرح
پیرِ مخلوق خدا خلق میں شبر کی طرح
چشمۂ رحم بھی ہیں بحر شجاعت بھی ہیں
مثل شبیر شیدای شہادت بھی ہیں

١٦٢

پہونچے نزدیک جو دو لاکھ کے دو طفل صغیر
کی نظر روک کے گھوڑوں کو سوے فوج کثیر
کیا نعرہ کہ کہاں ہے ابن سعد بے پیر
وقت پر کام نہ آئیگی یہ لشکر کی بھیڑ
صف شکن توڑیں گے ان کو جو صفیں باندھی ہیں
ایسے ذروں کے اڑا دینے کو ہم آندھی ہیں

۱۶۳

لال کر دینگے ابھی خون سے میدان قتال
شیر ہیں شیروں کے ہم اے سپہ بد افعال
باپ عبد اللہ ذی مرتبت و جاہ و جلال
دختر فاطمہ ہیں مادر فرخندہ خصال
گو کہ بے آب ہیں آج اور جگر افگار ہیں ہم
اہی دریاؤں کے دو گوہر شہوار ہیں ہم

۱۶۴

رتبہ و جاہ سے دادا کے ہیں کون آگاہ
خود ہے میدان وغا جنکی شجاعت پہ گواہ
زور بازو ہے نبی خسرو اسلام پناہ
جو ہیں مشہور جہاں جعفر ذی رتبہ و جاہ
نام کیا کم تھا جو ہیں اور نمودار ہوئے
فوج اللہ و پیمبر کے علمبر دار ہوئے

۱۶۵

ہیں وہ نانا جنھیں کہتا ہے جہاں میر عرب
جنکی تلوار کو لا سیف ملا حق سے لقب
زوج زہرا وصی ختم رسل ضیغم رب
نام سے جن کے لرز جاتی ہے روح مرحب
دنگ ہیں اہل فلک اہل زمیں کانپتے ہیں
تیغ سے جنکی پر روح امیں کانپتے ہیں

۱۶۶

دی وہ اللہ نے رفعت کہ فلک جس سے ہے پست
نور خالق سبب روشنی صبح الست
وہ خدا دوست صنم خانے کے جس نے شکست
زور ان ہاتھوں نے پایا ہے وہی دست بدست
ہیں نجیب الطرفین ایسے کہاں عالم میں
جمع ہیں دونوں بزرگوں کے فضائل ہم میں

١٦٣

اس تیغ زن کا دیا تیروں سے لعینوں نے جواب
پڑ گئے قبضوں پہ ہاتھ آ گیا بچوں کو عتاب
باگیں لیں گھوڑوں کی باقی نہ رہی ضبط کی تاب
آئے یوں جیسے گنہگار پہ آتا ہے عذاب
شعلۂ قہر کی ضو نیچے دکھلا کے گرے
فوج ابلیس پہ دو تیر شہاب آ کے گرے

١٦٤

ہم سے بہتر نہ نسب میں نہ حسب میں کوئی
نامور ہم سا نہیں قوم عرب میں کوئی
رحم میں ہم سے ہے بڑھ کر نہ غضب میں کوئی
دے جواب اتنی بڑی فوج سے سب میں کوئی
کون ہے تم سے زیادہ ہو فضیلت جس کی
جوش زن خون پیمبر ہے رگوں میں کس کی

۱۰۰

غضب حق میں گھرے تھے وہ لعیں دونوں طرف
ان کی جا تھی نہ لشکر میں کہیں دونوں طرف
تھی ظفر ہمارے ہوے گوشہ نشیں دونوں طرف
زلزلے آتے تھے ہلتی تھی زمیں دونوں طرف
پاؤں تھرائے نمودار جواں بیٹھ گئے
نہ ستوں رہ سکے قایم کہ مکاں بیٹھ گئے

۱۶۵

دو طرف حملہ کناں تھے جو وہ صفدر دونوں
ہو گئے میمنہ و میسرہ ابتر دونوں
تھے روانی میں فرس صورت صرصر دونوں
وار کرتے تھے لعینوں پہ برابر دونوں
کم نہ تھی ضرب ید اللہ سے جو ضربت تھی
اس طرف حشر بپا تھا تو ادھر آفت تھی

١٧١

حملہ آور تھے جو شیران وغا دونوں طرف
حشر تھا فوج مخالف میں بپا دونوں طرف
پیچھے تھے صف موج فنا دونوں طرف
دوڑتی پھرتی تھی میداں میں قضا دونوں طرف
ہول روحوں کو جو تھی راہ عدم لینے کی
ملک الموت کو فرصت تھی نہ دم لینے کی

١٧٢

غضب اللہ کا برپا تھا اِدھر قہر اُدھر
قریے ویران نظر آتے تھے اِدھر شہر اُدھر
آتی تھی موج فنا رن میں اِدھر لہر اُدھر
تیغ سے خون ٹپکتا تھا اِدھر زہر اُدھر
تھا فنا کوئی دم جنگ تو معدوم کوئی
کوئی کشتہ نظر آتا تھا تو مسموم کوئی

۱۴۲

شوکت و شان و جلالت جو ادھر تھی وہ ادھر
ضرب میں ہاتھ کی قوّت جو ادھر تھی وہ ادھر
خون میں جوشِ شجاعت جو ادھر تھی وہ ادھر
فوجِ کفار پہ آفت جو ادھر تھی وہ ادھر
ہمہمے تھے کہ اسد گونج رہے تھے رن میں
ایک ہی بیشے کے دو شیر چھٹے تھے رن میں

۱۴۳

تھی زمیں خون سے گلنار ادھر لال ادھر
فوج پسپا تھی ادھر جنگ میں پامال ادھر
دو تھی تلوار سے تلوار ادھر ڈھال ادھر
جو تھا لشکر کا ادھر حال وہی حال ادھر
چھوٹے سے سن میں بڑے صاحبِ ہمت نکلے
دونوں ہم پلۂ میزانِ شجاعت نکلے

۱۷۵

بے نشاں کر دیا چُن چُن کے علمداروں کو
سر اُٹھانے نہ دیا جنگ میں سرداروں کو
کیا مٹایا تھا صغیروں نے نموداروں کو
بھاگ نکلے تھے بعض پھینک کے ہتھیاروں کو
غرق کشتی ہوئی خشکی میں جو ارمانوں کی
آبرو گھٹ گئی دریا کے نگہبانوں کی

۱۷۶

منچلے جتنے تھے ہمّت کو وہ سب ہار گئے
پیر کر کتنے لعین نہر کے اُس پار گئے
منہ چھپانے کو بتر زن پسِ اشجار گئے
بھاگ کر تیر کے پیچھے یہ کماندار گئے
سرکشی بھول گئے آج بڑی جانوں کی
نیزہ برداروں نے لی راہ نیستانوں کی

۱۲۷

بزدلے بھاگ گئے چھوڑ کے میدانِ وغا
راستہ بودوں نے کشتوں کے جہنم کا لیا
بن میں باقی نہ رہا کوئی بھی شیروں کے سوا
آپ تھے غرق عرق نیچے خوں آلودا
رنگ بھی دھوپ کی حدت سے تھے سنولائے ہوئے
جوش اسوار و نکو تھا گھوڑے سے گرے ہوئے

۱۲۸

بھائی کو دیکھ کے بھائی کی طرف آئی ہنسی
کہا چھوٹے نے کہ بودے ہیں بڑے سب یہ شقی
عون بولے کہ نہیں ہے انہیں غیرت کچھ بھی
دیکھا یکجا ہوئی ہے فوج سمٹ کر ساری
ہوشیار چلیں بودوں کا مکاری ہے
پھر صفیں بڑھتی ہیں پھر حملے کی تیاری ہے

۱۷۹

تو لگا کہنے یہ محمد اس دم
کچھ ساتھ و عقاب جو سب آتے ہیں ہم
وہ جو لاکھوں ہیں تو ہم دو ہی نہیں ہیں کچھ کم
یہیں لگے تا شام لعینوں کو بھگا کر اب دم
راستے میں نہ کوئی امن کی جا چھوڑیں گے
باب خیبر کی طرح کوفہ کا در توڑیں گے

۱۸۰

ساقیا بادۂ گلرنگ کے دو ساغر اور
جیسی سرخ آنکھیں ہیں اس رنگ کے دو ساغر اور
ہے بنا دور نئے ڈھنگ کے دو ساغر اور
رزم لکھتا ہے مئے جنگ کے دو ساغر اور
زور گھٹ جاتا ہے کم نشہ اگر گونا ہو
دوسری رزم یہ ہے جوش وغا دونا ہو

۱۸۱

شیر یکدل ہوئے تو آئی یورش کرکے سپاہ
گشت سے گھوڑوں کی ہلنے لگا دشتِ جنگاہ
فوج ہی فوج تھی میدان میں تا حدِ نگاہ
ڈھالیں اٹھیں کہ بیابان ہوا دن کو سیاہ
چھپ گیا دشتِ بلا فوج کے وہ دل آئے
دو ستارو نیزہ امنڈتے ہوئے بادل آئے

۱۸۲

شورِ اسلحۂ حرب کا باجوں کا وہ غل
گونجی گردوں میں صدائے دف و قرنا و دہل
کالے پرچم وہ نشانوں کے بیابان کا کل
دو صفیں ایک طرف ایک طرف فوج تھی کل
تیر سر کرتے ہوئے خاطی و ظالم آئے
چھیڑ تو پھر ہو گئی پھر غیظ میں ضیغم آئے

۱۸۲

وہ برق تیغوں کے اور وہ روانی ان کی
سُبکی ہاتھ میں ضربت میں گرانی انکی
بھولنے والی نہیں دل سے کہانی انکی
مہ نو چرخ پہ اب تک ہے نشانی ان کی
کاٹ کو کاہکشاں کے دل شق سے پوچھو
انکی خونریزیوں کا رنگ شفق سے پوچھو

۱۸۳

پھر کھنچے پنجے پھر چلنے لگے وار پہ وار
پھر برابر سے ہوئے لشکر غدار پہ وار
جب کیا بڑھ کے بڑے بیٹے نے کسی سردار پہ وار
چل گیا ساتھ ہی چھوٹے کا علمدار پہ وار
اب انہیں کا ہے نشاں روم سے تا شام بلند
پست کر کر کے لعینوں کو کئے نام بلند

۱۸۵

قہر و آفت ہیں مگر تیغے دونوں دم جنگ
اٹھتے ہیں شعلہ کی ضو گرتے ہیں بجلی کا ہے ڈھنگ
کوندتے ہیں تو چمک جاتی ہے لاکھوں فرسنگ
ہیں یہ جوہر کہ طلسمات جہاں کا نیرنگ
یوں تو ہونے کو ہیں گردوں پہ ستارے لاکھوں
دو ہلالوں میں یہاں دیکھ لو تارے لاکھوں

۱۸۶

چلتے ہیں تیغے دونوں جو برابر سن سن
ہے کہیں شور بگیر اور کہیں شور بزن
زد پہ آیا تو کیا دو معہ راکب توسن
جو دو میں چیر گئے کاٹ کے نکلے جوشن
موج پر موج ہے امڈا ہے قضا کا دریا
موت کے گھاٹ میں بہتا ہے فنا کا دریا

۱۸۷

ہاتھ تیار ہیں ایسے کہ دبے جاتے ہیں پل
شان ہے حضرت جعفر کی دم رد و بدل
دونوں ہیں وارث میراث امام اول
ذوالفقار شہ مرداں کے ہیں یہ پیچ پیل
چمکے جوہر جو دم جنگ گھرے خطوں میں
مجملاً معنی لاسیف ہیں دو سطروں میں

۱۸۸

دونوں مرکب بھی بچھڑے ہیں جو کسن ہیں سوار
نہ اسے چین کسی جا نہ اسی کو ہے قرار
اس طرح جاتے ہیں اس فوج پہ دو دو یلغار
جس طرح بن میں اسد کھیلتے پھرتے ہیں شکار
سخت سے سخت بھی رستا نہیں دشوار نہیں
دو لوے دل کے مجسم ہیں یہ رہوار نہیں

۱۸۹

ان کے کاوے ہیں کہیں اشہب گردوں سے سوا
دم میں یہ گرد زمیں کرتے ہیں سو سو پھیرا
ایک کا رنگ جو مشکی ہے تو اک ہے سبزا
یہ اگر شب کی سیاہی ہے تو وہ دن کی ضیا
بھوے پرواز پری دیکھے جو صورت انکی
بڑھکے ہے ابلق ایام سے سرعت انکی

۱۹۰

سوے گلشن جو خراماں ہوں تو ہیں رشک صبا
راہ صحرا کی اگر ہیں تو ہیں صرصر سے سوا
اوج پر جانے میں ہیں آہ رسا تیر دعا
ہر قدم صوت نفس ہے انہیں کوڑے کی صدا
تھے نہ اسوقت زمانہ میں نہ آج ایسے ہیں
دوڑ میں سایہ سے اڑتے ہیں مزاج ایسے ہیں

۱۹۱

کبھی پستی سے جو یہ اوج کی جانب جائیں
ان کا کیا ذکر کہ سائے کو بھی پریاں پائیں
اوج پر جا کے اگر تیزروی دکھلائیں
پر تو برق کے مانند زمیں پر آئیں
غیرت بدر ہیں سُم نعل مہ نو ایسے
بارہ پر تیغ کی دوڑ اور سبک رو ایسے

۱۹۲

کیا دلیرانہ صفیں توڑ رہے تھے غازی
پیٹھ پانی نہ تھی مکاروں کی حیلہ سازی
زخم کھانے کی نہ پروا تھی دم جانبازی
جلی ہو گئے حیران تو پریشاں رازی
خصلت ارباب ضلالت کی جو معیوب ملی
بیوفائی کی سزا کوفیوں کو خوب ملی

۱۹۲

جنگ میں چھوٹے نے پہلو نہ ادب کا چھوڑا
جب فرس بڑھنے لگا باگ پر اسکو توڑا
بڑھ گیا آگے اگر عونِ جری کا گھوڑا
روک لی باگ کہ بھائی کا نہ ہو دل تھوڑا
وہ گھرانا تھا کہ اس رن میں رشید ایسے ہوئے
نہ شفیق ایسے جہاں میں نہ سعید ایسے ہوئے

۱۹۳

خون سے لال بیاباں کئی فرسنگ کیا
یوں وغا کی کہ ہنرمندوں کو بھی دنگ کیا
پھب گیا ان پہ عیاں جو ہنرِ جنگ کیا
ایک نے دو جو کیا ایک نے چورنگ کیا
ہمنشیں انجمنِ عالم کی کسی بزم میں تھا
جو سن و سال میں تھا فرق وہی رزم میں تھا

۱۹۵

ایک کا ایک مددگار تھا ہنگام جدال
بھائی کو بھائی کا اپنے سے زیادہ تھا خیال
اُن پہ نرغہ جو ہوا جا پڑے یہ بر قتال
گھر گئے یہ تو کیا آ کے انہوں نے وہی حال
فضل معبود تھا زینب کی دعا کے ہمراہ
خون کا جوش بھی تھا جوشِ دعا کے ہمراہ

۱۹۶

دونوں انبوہ میں لشکر کے جو گھر جاتے تھے
دل نہ ہوتے تھے پریشان نہ گھبراتے تھے
پیچھے چلنے میں بجلی کو بھی شرماتے تھے
سے نکلتے تھے فرس راہ جہاں پاتے تھے
اُس سے یہ تیز تھا اور اِس سے فزوں تر وہ تھا
کم نہ ہوتا تھا مگر مجمع لشکر وہ تھا

۱۹۳

تم تو ناداں یہ مکار و دغا کچھ نہ کریں
در کو کھول کے ہتھیار یہ جب تک نہ دھریں
پیچھے چلتے رہیں ساتھ پھریں جب نظریں
ار ابھی یہ نہیں پشت پہ پھینکو پھریں
روک اب یہ ہے کہ دم لینے کی فرصت ہی نہ دو
وار کرنے کی ستمگاروں کو مہلت ہی نہ دو

۱۹۴

بڑھ کے فرماتے تھے عباس کہ ہاں اے پیارو
گھر گئے ہو تو نہ انبوہ سے ہمت ہارو
چھپ کے جو پشت پر آئیں انہیں پہلے مارو
سامنے سے جو گریزاں ہوں انہیں للکارو
نیزہ باز آتے ہیں پہلو پہ خبردار رہو
ناوک انداز بھی پلہ پہ ہیں ہشیار رہو

۱۹۹

ہو گیا دونوں کو اتنا ہی سہارا کافی
سننے والے کو ہے اک مرتبہ کہنا کافی
سچ ہے دانا کو تو ہوتا ہے اشارا کافی
اتنا مجمع بھی نہ تھا ان دو کے لئے ناکافی
لڑکے سر بر نہ دل آور نہ تنو مند ہوا
بڑھ گیا جوشِ وفا حوصلہ دہ چند ہوا

۲۰۰

تیر جنگاہ تھے وہ تختِ دلِ شاہ نجف
اس نے توڑا یہ پرا اس نے الٹ دی وہ صف
منہ میں گھوڑوں کے بھی غصہ سے بھرا آتا تھا کف
ایک جا شیر تھے ہیبت تھی مگر چار طرف
متزلزل تھی زمیں سنگ و حجر ہلتے تھے
نعرے جب کرتے تھے سینوں میں جگر ہلتے تھے

٢٠١

پیاس بھی تین شب و روز کی تھی دھوپ بھی تیز
تمتمائے ہوئے تھے دونوں کے منہ وقت ستیز
کہا چھوٹے نے بڑے سے یہ بڑھا کر شبدیز
پر ترائی ہے بس اب کیجے فرس کو مہمیز
نہیں دشوار پہنچنا جو ارادہ ہو جائے
جان آجائے اگر نہر پہ قبضہ ہو جائے

٢٠٢

ہو کے انگشت بہ دندان یہ دیا اس نے جواب
صبر لازم ہے جو دل سوزِ عطش سے ہے کباب
نام دریا کا نہ لو ترک کرو قصۂ آب
کم نہ ہو جائے کہیں تشنہ دہانی کا ثواب
آبرو کھو کے نہ ہم نہر سے لیں گے پانی
ہے جو قسمت میں تو کوثر پہ پئیں گے پانی

۲۰۲

کہا چھوٹے نے بڑے سے بادب سنکے یہ بات
کہ بجا آپ کا ارشاد ہے اے نیک صفات
یوہی لڑتے ہوئے جاتے ہم اگر تا بہ فرات
ہوتیں بے شبہ خفا مادر عالی درجات
یہ سبب ہے بے صبر صلہ پیاس کا کیونکر ملتا
بخشتیں دودھ نہ وہ اور نہ کوثر ملتا

۲۰۳

آج دفتر میں شہیدوں کے لکھے جائینگے نام
چل کے جنت میں یہاں سے ہمیں کرنا ہے قیام
بس گے اب سرد ہوا میں نہ طوبیٰ آرام
چاہ تسنیم کی ہے نہر سے ہم کو کیا کام
بھائی اماں کی نصیحت ہمیں تڑپاتی ہے
باگ پھیرو کہ ترائی کی ہوا آتی ہے

۲۰۵

کہہ کے یہ دونوں جری پھیر کے رہوار چلے
سر اٹھایا جدھر اعدا نے ادھر وار چلے
آٹھ دو ہاتھ میں تیغے جنگ کو کرّار چلے
ہوئی فوجوں میں دہائی یہ جدھر مار چلے
گردنیں ڈالے ہوئے برچھیوں والے بھاگے
روند کے صف کو پیادوں کے رسالے بھاگے

۲۰۶

جو ترائی میں بڑھ کے یہ عباس دلاور نے کہا
شور بیکار ہے دریا کی نگہبانی کا
غم کو تر ہیں اپنیں پانی کے کب ہے پروا
پسر سعد ہے کس گوشہ میں دہشت سے چھپا
جنگ میں ہاتھ کی بجلوں کی صفائی دیکھی
ہاشمی بیٹے کے شیروں کی لڑائی دیکھی

۲۰۳

کہہ کے یہ رو دئے عباس کا دل بھر آیا
رن میں بچوں پر ادھر فوج کا بادل چھایا
ہر طرف بچوں نے خوں کا مینہ برسایا
تیر چلتے تھے کہ ہوتا تھا زمیں پر سایا
گھر گئے زینب مغموم کے پیارے دونوں
چھپ گئے شام کے بادل میں ستارے دونوں

۲۰۴

جتنا لڑتے ہوئے آئے ہیں پلٹ کر یہ ادھر
اتنا بڑھتے تو پہنچ جاتے ادھر دریا پر
پانی پینا تھا نہیں آپ نہ منظور نظر
صبر و جرات کے صغیروں نے دکھائے جوہر
تشنہ کامی میں بھی شیروں کے نہ دل تھوڑے ہوئے
دیکھو کس پیاس میں دریا سے منہ موڑے ہوئے

۲۰۹

آ گئے تھے جو اسی جوش میں لڑتے ہوئے دور
تھک گئے ہاتھ کیا گھوڑوں نے چلنے میں قصور
مضمحل پا کے انہیں دوڑ پڑے باغی زور
ہو گئے ہائے پلٹنے میں فضا سے مجبور
دور سے تیر و سناں غازیوں پر چلنے لگے
پاس سے خنجر و شمشیر و تبر چلنے لگے

۲۱۰

دوپہر کی وہ کڑی دھوپ وہ رستا کھلنا
ریختہ قطروں کا پسینے کے وہ پیہم ڈھلنا
پیاس سے دل کا وہ پھنکنا وہ جگر کا جلنا
بھوک سے سینوں میں رہ رہ کے کلیجا ملنا
صبر و جرأت کی جو تھی شان وہ دکھلا رہے تھے
خونِ دل پی رہے تھے تیغوں کے پھل کھا رہے تھے

۲۱۱

دیر سے تھے نگراں جانب میدان عباس
حال یہ دیکھ کے بچوں کا ہوا دل کو ہراس
عرض کی خدمت شہ میں بہ صد حسرت و یاس
کربرا رنگ لڑائی کا ہے اے قدر شناس
گر کے پامال نہ ہو جائیں یہ اندیشہ ہے
خیریت اب نظر آتی نہیں وہ نرغہ ہے

۲۱۲

جنگ ہے اتنی بڑی فوج سے سن دونوں کے کم
ہاتھ بھی تھک گئے ہیں اور ہیں بھوکے سے ہو دم
وقت امداد کا بچوں کے ہے یا شاہ امم
ورنہ بے موت ہی مر جائیں گے یہ مجھ کو ہے غم
تیور ان کے وہ نہیں ہیں جو بگڑ سکتے ہیں
کچھ بھی دم لے لیں تو پھر اتنا ہی لڑ سکتے ہیں

٢١٣

یہی باتیں تھیں کہ جو فتح کے نقارے بجے
شاہ دیں جانب مقتل مع عباس چلے
اس طرف خیمہ میں بیبیوں کے کلیجے دہڑکے
منہ سے بانو کے یہ نکلا کہ خدا خیر کرے
پیٹتے سینہ و سر با دل مضطر دوڑی
فضہ ڈیوڑھی کی طرف پھینک کے چادر دوڑی

٢١٣

کے فرمانے لگے بادشہ کون و مکاں
ہونگے آنکھوں سے برادر یہ ستارے پنہاں
دفعتہً ہو گا نہ کم نرغۂ افواج گراں
موت بھی آگئی ہے انکی جو ہیں یہ ساماں
جتنے عرصہ میں بچانے کے لیے جاؤ گے
قتل ہو جائینگے زندہ نہ انہیں پاؤ گے

٢١٥

اس طرف جنگ کے میدان میں جو پہونچے شبیر
ساتھ ہی ساتھ تھے عباس بھی تولے شمشیر
ہٹ گئی رعب سے دو شیروں کے کل فوج کثیر
چور زخموں سے تھے نزع کی حالت میں صغیر
دھوپ سے وادی جنگاہ کو تپتے دیکھا
دل کے دو ٹکڑوں کو ریتی پہ تڑپتے دیکھا

٢١٦

عون کو شاہ نے آغوش میں جلدی سے لیا
بازوئے شہ نے محمدؑ کا اٹھایا لاشا
لے چلے خیمہ کی جانب کہ ابھی تھے زندا
دیکھ لیں ماں کو یہ اور ماں انہیں مطلب یہ تھا
مگر افسوس لیے دل ہی میں حسرت کو گئے
شاہ رستے میں ابھی تھے کہ وہ جنت کو گئے

٢١٧

عورتیں جمع تھیں دروازے پہ پہلے سے تمام
پہونچے لاشیں لئے بچوں کی جو سلطان انام
ہو گیا نالہ و فریاد سے برپا کہرام
صف جو ماتم کی بچھی آگئے بخشش میں خیام
گرد سب بیبیاں سرگرم فغاں بیٹھی تھیں
بیچ میں خواہر شاہ دوجہاں بیٹھی تھیں

٢١٨

لب پہ تھے بین نہ فریاد نہ شیون نہ فغاں
دل میں دو داغ جگر سوز الم سے بریاں
روح بیچین تھی آنسو تھے نہ آنکھوں سے رواں
لاشے یوں دیکھ کے دو بچوں کے ساکت رہی ماں
سینہ پر جبر کی سل ہو تو نفس سے ہٹ جائے
آہ کو ضبط کرے بھی تو کلیجا پھٹ جائے

۲۱۹

دفعتاً شہ نے جو یہ حال بہن کا دیکھا
کہا کیا کرتی ہو زینب نہ کرو ضبط بکا
اجر رونے میں ہے حال شہدا پر بخدا
گو ہو تم صابرہ لیکن یہ نہیں صبر کی جا
ہے یہی حال تو دنیا سے گذر جاؤ گی
دم الٹ جائیگا گھٹ جاؤ گی مر جاؤ گی

۲۲۰

کیا یہ بچوں نے دی تمکو جو کچھ تھا منظور
کیا ہاکھوں مارے کتنوں کو مرے ہیں یہ سوُر
پیاس دو دن کی تھی اور پھر بھی ہے ہر دور
جنگ تھی فتح جو ہونے نہ قضا سے مجبور
وقت پر وعدے کو اپنے نہ بھلاؤ زینب
مرکے آئے ہیں گلے اب تو لگاؤ زینب

۲۲۱

بس یہ سنتے ہی کلیجے میں در آئے دو تیر
دم اُلجھنے لگا اور ہو گئی حالت تغیر
دل کو یاد آ گئی بچوں کی وہ پیاری تقریر
پھر گئی واقعۂ شب کی نظر میں تصویر
اب جو وہ دل کی تسلی کا سہارا نہ رہا
آ گئی لب پہ فغاں ضبط کا یارا نہ رہا

۲۲۲

گر کے لاشوں پہ پکاریں کہ میں واری بچو
گئی کیا جلد سوئے خلد سواری بچو
باتیں یاد آتی ہیں اس وقت وہ پیاری بچو
لاشیں کن آنکھوں سے دیکھوں میں تمہاری بچو
کوئی شے ہے کہ کلیجے کو مسے جاتی ہے
سخت جاں ہوں جو مجھے موت نہیں آتی ہے

۲۲۲

فخر سے تھا جو پرشش فوج عدو کاٹنے پر
ملنطے ننھی سی جانوں کے بچے کیا مادر
بڑھتے ہی جاتے تھے ہر بار بڑے سے کے تیور
چھوٹا قابو سے ہوا جاتا تھا اپنے باہر
کتنے بیتاب تھے میدان میں جانے کے لیے
کیوں اب اٹھتے نہیں ماموں کے بچانے کے لیے

۲۲۳

جو کہا تھا وہ کیا صادق الاقرار تھے تم
ورثہ دار علی و جعفر طیار تھے تم
حشر تک نام رہے گا وہ نمودار تھے تم
اب کھلا مجھ پہ کہ ماموں کے طرفدار تھے تم
کی خوشی میری بڑے رنج اٹھا کر تم نے
سرخرو ماں کو کیا خوں میں نہا کر تم نے

۲۲۵

تھے خوشی کے مری خواہاں جو میں ہوتی تھی خفا
اب جو خوش ہوں تو نہیں بولتے یہ بات ہے کیا
گو کہ سن کم ہیں مگر ضد یہ نہیں ہے زیبا
آج ہے پاس و لحاظ اور نہ ادب ماں کا
ترک کی کس لیے مجھ کشتۂ غم کی خاطر
کیا خفا ہو گئے اماں سے عَلَم کی خاطر

۲۲۶

اپنی آواز سنا دو کہ ہو تسکیں دل کو
منہ سے بولا نہیں جاتا تو اشارہ سے کہو
جاگی تقدیر تو اس طرح پڑے سوتے ہو
دیکھو شہ کرتے ہیں تعریف بسلام اٹھ کے کرو
فوج کو صورتِ حیدر تہِ صمصام کیا
سنتی ہوں چھوٹی سی عمروں میں بڑا کام کیا

۲۲۳

دم رخصت نہ تمہیں پیار کیا تھا میں نے
جاؤ جلدی یہی اصرار کیا تھا میں نے
جب تمہیں جینے سے بیزار کیا تھا میں نے
سب ہیں شاہد جو کچھ اقرار کیا تھا میں نے
مگر اب جوشِ محبت کا دکھاؤں کیونکر
زخم دکھ جائیں گے چھاتی سے لگاؤں کیونکر

۲۲۴

اب جو ڈھونڈھو نگی تو دنیا میں پاؤنگی تمہیں
موت کی نیند سے کسطرح جگاؤنگی تمہیں
کون خوش ہوگا گلے سے جو لگاؤنگی تمہیں
اور دل امڈیگا خلعت جو پنہاؤنگی تمہیں
نہیں مٹتا ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے
میں یہ روتی نہیں پیارو مرا دل روتا ہے

۲۲۹

کہہ کے یہ غش ہوئی لاشۂ شبیر پہ وہ مغموم و حزیں
شور گریہ سے فلک ہل گیا تھرائی زمیں
اے انیس اب تو ختم کرو واقعۂ غم آگیں
اہل مجلس کو بس اب تاب سماعت کی نہیں
جانیں رو رو کے دیے دیتے ہیں غمخوار حسین
جوش الفت کا دکھاتے ہیں عزادار حسین

کتبہ سید ممتاز علی اثر دہلوی
مقیم بمبئی ۱۳۶۶ھ

# مختصر فہرست کتب سلطانی بمبئی

| نام کتاب | قیمت (آنہ) | قیمت (روپیہ) | نام کتاب | قیمت (آنہ) | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| مجموعہ شہادت نامہ مرثیہ شیرین مطلبین | ۴ر | | جنگ نامہ حضرت علی رضہ مکمل | ،ر | |
| شہادت نامہ سبیل امام حسین رضہ | ۲ر | | جنگ نامہ زیتون و محمد حنیف وغیرہ | ،ر | |
| میدان کربلا جدید نوحہ جات | ۴ر | | سخاوت نامہ | ۲ر | |
| روایت شتر اسوار بی بی صغرا رضہ | ۲ر | | قصہ آہو وغیرہ | ۲ر | |
| مرثیہ فرزندان مسلم رضہ | ۲ر | | روایت بسم اللہ | ۲ر | |
| مرثیہ دختر ام الحسن پر غم | ۶ر | | نور نامہ. دلہن نامہ حلیمہ دائی | ۲ر | |
| شہید کربلا مظلوم کربلا | ۴ر | | مجموعہ نور نامہ رسول مقبول وغیرہ | ،ر | |
| یادگار کربلا | ۴ر | | گیارہویں شریف عربی | ۴ر | |
| مناقب کربلا و نوحہ جات | ۴ر | | سبحان المولود عربی | ۶ر | |
| ماتم کربلا و نوحہ و سلام | ۴ر | | نور نبوت جدید قصائد | ۲ر | |
| مرثیہ زین العابدین | ۲ر | | نیاز نامہ امام جعفر صادق و مولا مشکل کشا | ۲ر | |
| بیاض نجم (نجم آفندی مجلد) | . | ۲ | آفتاب نبوت قصائد | ۴ر | |
| بیاض سہیل | ۱۲ر | | قصہ دائی حلیمہ و حضرت بلال | ۲ر | |
| نوحہ جات و سلام و کربلا کا دولہا | ۲ر | | معراج نامہ رسول کریم | ۲ر | |

مرثیہ

۱

یارب فروغ دے مرے ماہ کمال کو
جودت عطا ہو طبع کو وسعت خیال کو
تو ہے کریم رد نہ کرے گا سوال کو
چاہے تو دم میں بدر بنا دے ہلال کو
مقبول مثل دعبل و حسان کلام ہو
بخشے جو تو کمال تو روشن بھی نام ہو

۲

ہر چند تھے وہ شاہ سخن میں فقیر ہوں
بجا ذکر غیر اپنی نظر میں حقیر ہوں
دل کا غنی ہوں نقد سخن سے امیر ہوں
میں بھی تو مدح خوان جناب امیر ہوں
آقا جو کل کا ہے وہی مولا مرا بھی ہے
جاری اگر ہے فیض تو حصہ مرا بھی ہے

۲

گذرے ہیں کیسے کیسے ثناخوان باصفا
اک اک تھا بادشاہ سخن اپنے عہد کا
کی خوب مدح خوانی سلطان انبیا
وہ دور ختم ہو گئے اب دور ہے میرا
جھنڈے گڑے ہوئے ہیں زمانے میں نام کے
سکے دلوں پہ بیٹھے ہیں رنگِ کلام کے

۳

ہے مجھکو فکر مال نہ دولت کی چاہ ہے
شاہی کا ولولہ نہ حکومت کی چاہ ہے
ذوقِ سخن میں حسن فصاحت کی چاہ ہے
جو تو عطا کرے اوسی عزت کی چاہ ہے
ممنون کر مجھے نہ صغیر و کبیر کا
حاضر ہے تیرے سامنے کاسہ فقیر کا

۵

چمکوں نہ کیوں کہ پھول اسی رنگ کا ہوں میں
چہکوں نہ کیوں کہ بلبلِ مدحت سرا ہوں میں
بہکوں نہ کیوں کہ مستِ مئے ثنا ہوں میں
لہکوں نہ کیوں کہ سبزۂ دشتِ ولا ہوں میں
ہے روشنی یہ مدحِ ولایت مآب کی
ذرہ میں ہے شعاع اسی آفتاب کی

۶

اے نجمِ طبع شوکتِ مہرِ مبیں دکھا
اے حسنِ نظم جلوۂ روئے حسیں دکھا
اے وحیِ فکر آمدِ روح الامیں دکھا
اے شوقِ مدح لطفِ سخن آفریں دکھا
ہے دل کو جوشِ منقبتِ بوتراب کا
اس برج کا شرف ہے طلوع آفتاب کا

۳

حیراں ہوں کہ کونسی عزت بیاں کروں
وصف سخا کروں کہ مروت بیاں کروں
یا شیر کبریا کی شجاعت بیاں کروں
یا بازوئے رسول کی قوت بیاں کروں
مرحب کو مار کفر کے شعلے کو گل کیا
خیبر کا در اکھاڑ کے خندق کا پل کیا

۴

بندوں میں شان ایزد غفار ہیں علی
بیشک وصی احمد مختار ہیں علی
ہادی دیں ہیں قاتل کفار ہیں علی
عالم کے بیکسوں کے مددگار ہیں علی
جھگڑا وہ کونسا تھا جو فیصل نہیں کیا
عقدہ وہ کونسا تھا جسے حل نہیں کیا

۹

حق سے ہوئے نہ آپکو کیا کیا شرف عطا
زوجِ بتولؑ نفسِ نبیؐ حجتِ خدا
خیبر شکن امیرِ عرب شاہِ لافتا
دستِ خدا و قوتِ بازوئے مصطفٰؐ
عیسیٰ بھی مانتے ہیں وہ معجز نمایہ ہے
بندے خدا سمجھنے لگے انتہا یہ ہے

۱۰

اوصاف ان میں جو تھے وہی سب حسنؑ میں تھے
بعد حسنؑ حسینؑ غریب الوطن میں تھے
یکساں تھے جتنے پھول نبیؐ کے چمن میں تھے
جو وصف ایک میں تھے وہی پنجتن میں تھے
تاباں رہے ہلال سے ماہِ تمام تک
یہ سلسلہ گیا یونہی بارہ امام تک

۱۱

صورت میں فرق تھا بھی تو سیرت میں ایک تھے
تقویٰ میں ایک زہد و عبادت میں ایک تھے
پابندیٔ امورِ شریعت میں ایک تھے
بچّے نبی کے پھول تھے نکہت میں ایک تھے
سب میں جھلک تھی خوئے رسالتمآب کی
ہر چاند میں شعاع تھی ایک آفتاب کی

۱۲

اس گھر پہ ہے ہر ایک فضیلت کا خاتمہ
عدل و سخا و حلم و مروت کا خاتمہ
احمدؐ کی ذات پر ہے نبوت کا خاتمہ
مہدیِ دینِ حق پہ امامت کا خاتمہ
گیارہ گلوں کی اصل علیؑ و بتولؑ ہیں
اللہ کیا مراتب آلِ رسولؐ ہیں

۱۳

میراثِ مرتضیٰ میں نہ کیا کیا شرف ملا
ظاہر حسنؑ سے خلق میں خلقِ حسن ہوا
شبیر پر تو صبر و رضا کا ہے خاتمہ
مظلوم ایسا کوئی نہ ہوگا نہ ہے نہ تھا
سب کچھ حسینؑ و کشتۂ الماس کو ملا
ورثہ علم کا بیٹوں میں عباسؑ کو ملا

۱۴

جس طرح مصطفیٰؐ پہ رہے مرتضیٰ فدا
عباسؑ نے حسین سے بھی کی یوں ہی وفا
بیرِ الم کا واقعہ کس نے نہیں سنا
کودے تھے بہرِ آب کنوئیں میں شہِ ہدا
تھا جوشِ تشنگی جو حسینی سپاہ میں
عباسؑ غرقِ خون ہوئے پانی کی چاہ میں

۱۵

چمکا فلک پہ جب علم زر فشان مہر
فق روئے ماہتاب ہوا پیش شان مہر
پہنچی ضیا زمین سے تا آسمان مہر
فوج شعاع جمع تھی زیر نشان مہر
نصف فلک کا فصل ہوا دن سے رات میں
جز سایہ تیرگی نہ رہی کائنات میں

۱۶

وہ دشت کربلا کی فضا اور وہ نور صبح
تسبیح خوان درختوں پہ ہر سو طیور صبح
گل کی شگفتگی سے نمایاں سرور صبح
عالم میں تھا نمونۂ جنت ظہور صبح
بن میں نوید گلشن فردوس لاتے تھے
جھونکے ہوا کے تھے کہ ملک آتے جاتے تھے

۱۲

شبنم تھی گل پہ یوں رخ خوباں پہ جیسے خال
مخمل کا فرش سامنے سبزے کے پائمال
ہوتا تھا کونپلوں پہ بھی غنچوں کا احتمال
تازی ہو جس سے روح ہوا میں وہ اعتدال
عطر بہار تن میں صبا تھی ملے ہوئے
گویا کہ تھے دریچۂ جنت کھلے ہوئے

۱۳

عالم سے پیری کا ہوا ایک بیک سفر
پھیلی ضیا سے ہر منور ادھر اُدھر
ذروں میں آب و تاب تھی فق تھا رخ قمر
بیرونق آسمان تھا زمیں تھی بہار پر
نیرنگی جہاں کے پتے ملتے جاتے تھے
تارے غروب ہوتے تھے گل کھلتے جاتے تھے

۱۹

شاداب دشت و کوہ ہیں سرسبز ہر چمن
فرحت فزائے روح ہے خوشبوئے یاسمن
نرگس کسی جگہ کہیں نسرین و نسترن
سبزہ ہے دشت دشت تو گل ہیں چمن چمن
مخمل کی تازگی ہے نمایاں گیاہ سے
نرمی میں خار بھی نہیں کم برگ کاہ سے

۲۰

صحرائے کربلا میں مگر اُڑ رہی ہے گرد
باغ نبی کے سبز شجر ہو رہے ہیں زرد
جوہر عیاں ہے صبر کے چہروں سے فرد فرد
مملو ہے فوج شام سے کل وادیٔ نبرد
ہے صبح نصرت شہ گردوں جناب کی
لڑتی ہے برچھیوں سے کرن آفتاب کی

۲۱

ہے اک طرف ہجوم سپاہ جفا پسند
اور اک طرف ہیں ناصر سلطان ارجمند
پانی بھی تین روز سے اور رستے بھی بند
خنجر کھنچے ہوئے کہیں نیزے کہیں بلند
باب نبرد باز امام زمن پہ ہے
یلغار چھ لاکھ فوج کا ستر دو تن پہ ہے

۲۲

ہتھیار سج کے نکلے ہیں خیمے سے شاہ دیں
پروانہ وار ساتھ ہیں عباس مہ جبیں
قاسم ہیں اس طرف تو ادھر اکبر حسین
ہیں گرد و پیش جمع رفیقان پاک بین
خورشید نور حسن کے پرتوے ماند ہے
جھرمٹ میں سب ستاروں کے زہرا کا چاند ہے

٢٣

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

٢٤

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۲۵

پیکر کی تن جو سر پہ محمدؐ کا تھا نشاں
جاتے تھے جو سمت ہوئے سب حیدری جواں
رخ جانب سپاہ نظر جانب جناں
لشکر کی سرکشی سے پئے جنگ دل تپاں
ازبسکہ سب اطاعت شاہ عرب میں تھے
پیرو لوے بڑھے ہوئے صد ادب میں تھے

۲۶

... قدم بڑھاتے تھے آگے وہ ذی حشم
کہتا تھا عزم جلد ہو طے منزل عدم
اٹھتا تھا بسکہ راہ رضا میں ہر اک قدم
نزدیک آتا جاتا تھا خود گلشن ارم
بولے ملک تقرب حق آج ہو گیا
روز امتحاں شب معراج ہو گیا

۲۷

منزل پہ جب پہنچ گئے وہ سالک رضا
سب دشت ظلم فوج سے مملو نظر پڑا
بولا پکار کر یہ ابن سعد بے حیا
مہلت میں ایک رات کی کیا دل سے طے کیا
ظاہر ہو وہ جو عزم امام ہدا کا ہے
بیعت کا قصد ہے کہ ارادہ وغا کا ہے

۲۸

تھرا گئے یہ سنتے ہی انصار نامور
دل پر لعین کی سنگدلی کا ہوا اثر
تیور بگڑ گئے تھے دلیروں کے سر بسر
صبر امام دین نے اجازت نہ دی مگر
بیک نگاہ سوئے عدو دوڑنے لگا
رک کے رہے قدم تو لہو دوڑنے لگا

۲۹

ہر کسی جوان کا عجب حال ہو گیا
لرزہ بدن میں بید کی تمثال ہو گیا
ظاہر علی کے شیر کا اجلال ہو گیا
غصہ کیا جو ضبط تو منہ لال ہو گیا
سینے میں دل کو مل گئی غربت حسینؑ کی
گردن جھکا لی دیکھ کے صورت حسینؑ کی

۳۰

مظلوم نے گرد پیش کو دیا جواب
آل نبی کا ہے یہ سخن او خانما خراب
ہو کیوں نہ مجھکو بیعت فاسق سے اجتناب
اسلام کا وقار ہے دلبند بو تراب
اس راہ میں نہ مال نہ دولت بچاؤں گا
دیدونگا جان دین کی عزت بچاؤں گا

۳۱

شہ چپ ہوئے پیام دعا لیکے آئے تیر
ان خاطیوں نے فوج خدا پر لگائے تیر
کوئی پرند تھا نہ ہوا پر سوائے تیر
کس شوق سے دلیروں نے تن پر کھائے تیر
رہنا تھا ناگوار جو دنیائے زشت میں
آگے تھے جو وہ پہلے سدھارے بہشت میں

۳۲

اک دوپہر میں ہو گیا راہی وہ کارواں
کرتا تھا ایک پر سبقت دوسرا جواں
قطع تعلقات کے وقت امتحاں
بوجھ اپنے پھینک پھینک کے سب ہو گئے رواں
کڑیاں تمام چھین لیں جو امتحاں میں تھیں
لاشیں زمین گرم پہ روحیں جناں میں تھیں

۲۳

انصار کل عزیز بھی اکثر ہوئے شہید
عبداللہ و محمد و جعفر ہوئے شہید
عون جری و قاسم بے پر ہوئے شہید
عباس نامور سے برادر ہوئے شہید
دو یادگار حیدر کرار رہ گئے
اور اک شبیہ احمد مختار رہ گئے

۲۴

ہیں جی میں عازم سفر گلشن ارم
بڑھتے ہیں سوئے لشکر کفار دمبدم
وہ کہتے ہیں کہ تنگ ہیں اس زندگی سے ہم
یہ کہتے ہیں کہ ہو چکی اب انتہائے غم
وہ کہتے ہیں کہ زور شہ بحر و بر ہیں آپ
یہ کہتے ہیں کہ نور نگاہ پدر ہیں آپ

٢٥

[illegible]

٢٦

[illegible]

۲۳

عباس میرے خون کے پیاسے ہیں اشقیا
اکبر جو تم نے جان گنوائی تو فائدہ
اتنے فدا جو ہو گئے ہم پر تو کیا ہوا
اب بھی جفا سے باز نہیں بانیٔ جفا
کیا حاصل اس سے سر جو رہا میرے سر کے ساتھ
جانبازیاں فضول ہیں شمع سحر کے ساتھ

۳۷

جانے دو ہم کو گھر سے خبردار تم رہو
بیوؤں کی بیکسی میں مددگار تم رہو
تیماردار عابد بیمار تم رہو
اب میری طرح رب کے پرستار تم رہو
چادر چھنے نہ زینب عالی مقام کی
عزت بچا لو عترت خیر الانام کی

۳۹

ہو گے ہمارے بعد جو تم دو نو نیکنام
سیدانیاں بجائینگی بندی میں تا بہ شام
تم بھی نہ گر ہوئے تو قیامت کا ہے مقام
ہو گا نہ کوئی دفن و کفن کا بھی اہتمام
حرمت نہ بیکسی میں پس مرگ بھی رہے
کیا چاہئے ہو لاش زمین پر پڑی رہے

۴۰

باتوں سے شہ کی آ گئے سکتے میں وہ جری
نہ طاقت جواب نہ تھی تاب ضبط کی
برچھی سی اک کلیجہ پر اکبر کے چل گئی
بیتاب ہو گیا دل عباس اور بھی
آپس کی گفتگو سے سوئے شاہ پھر بڑھے
جوڑے انہوں نے ہاتھ یہ قدموں پہ گر پڑے

۴۱

دونوں کو شہ لگا کے گلے روئے زار زار
صدمے سے تھا جگر بھی تپاں دل بھی بیقرار
کہتے تھے یادگارِ پدر ہے یہ نامدار
اور وہ جوان شبیہ رسولِ فلک وقار
روکوں کسے میں پاس سے کس کو جدا کروں
میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا کروں

۴۲

نازک بہت ہے حق کی قسم یہ معاملہ
بہتر ہے آپ کریں جو آپس میں فیصلہ
منزل پہ ہم کو چھوڑ گیا سارا قافلہ
تنہائی ایسی اور سر و گردن کا مرحلہ
پابند اسکا ہوں میں جو طے کرکے آئیں آپ
کوثر کو یہ رواں ہوں کہ دریا پہ جائیں آپ

۴۳

عباسؑ نے کہا یہ ہیں صورت رسولؐ کی
کافر ہے وہ جو سمجھے نہ عظمت رسولؐ کی
باقی ہے ان کے دم سے زیارت رسولؐ کی
کیونکر تلف کروں میں امانت رسولؐ کی
ہے یاد حکم اس نبیؐ خوش خصال کا
واجب ہر اک پہ حفظ ہے قرآن و آل کا

۴۴

میں صدقہ اپنے کیوں نہ ہوں یا شاہ بحر و بر
حیدر بھی ہر بلا میں نبیؐ کی رہے سپر
میں ابن مرتضیٰ ہوں یہی دھیان ہے اگر
جان نبیؐ کا راحت جان ہے یہ خوش سیر
مختار خلق بادشہ کن فکاں ہیں آپ
ہاں عدل چاہیے کہ امام زماں ہیں آپ

۴۵

اکبر نے ہاتھ جوڑ کے عباسؑ سے کہا
ارشاد جو ہوا ہے شک اسمیں نہیں ذرا
بے شبہ مصطفیٰؐ پہ رہے مرتضیٰؑ فدا
لیکن بہ سبب نبی کی بزرگی کا پاس تھا
پائیں سزا جو حملہ کناں شکل گرگ ہیں
عزت ہمیں بھی دیں جو ہمارے بزرگ ہیں

۴۶

بولے یہ مسکرا کے علمدار نامدار
سب سچ ہے جان عم تری باتوں کے میں نثار
لیکن جناب حمزہ ذیقدر و ذی وقار
جو تھے رسول پاک کے عم بزرگوار
وہ بھی نثار نام پہ مثل علیؑ رہے
چھوٹے بڑے سبھی تو مطیع نبیؐ رہے

۴۷

پایا تھا کس بشر نے سوا ان کے مرتبہ
ختم رسل حبیب خدا شاہ انبیا
کلمہ نبی بھی پڑھتے ہیں جس کا وہ باخدا
ہیں آج آپ وارث میراث مصطفیٰ
دنیا میں آل پاک سے بہتر کوئی نہیں
بیمار کی رگوں میں وہ خون نبی نہیں

۴۸

مجھ کو بزرگ کہتے ہیں کیوں آپ بار بار
آقا ہیں سب جہاں کے امام فلک وقار
حیدر کا میں پسر ہوں وہ احمد کی یادگار
فرماتے ہیں جو بھائی یہ ہے جائے افتخار
سارے جہاں میں کس کے سبب نیک نام ہوں
جن کے پسر ہیں آپ میں انکا غلام ہوں

۴۹

کس طرح شاہزادہ کو جانے دے یہ غلام
انصاف کا مقام ہے اے میرے لالہ فام
اکبر تو دیکھنے لگے منہ سنکے یہ کلام
دل جوش میں امنڈنے لگا رو دئے امام
غم سے کلیجے دیکھنے والوں کے پھٹ گئے
یہ پاؤں پر جھکے وہ گلے سے لپٹ گئے

۵۰

ناگاہ آئی خیمۂ اقدس سے یہ صدا
اب جان بلب ہوں پیاس سے میں غم کی مبتلا
لوگو کوئی بلاؤ کہاں ہیں مرے چچا
مرجاؤنگی جواب بھی نہ پانی مجھے ملا
کیونکر کہوں کہ حال یہ میرے نظر نہیں
کس کام میں ہیں محو کہ مطلق خبر نہیں

۵۱

بیٹے تھی پیاس سے جو ہوئی تھی میں بیقرار
پانی وہی تو لائے تھے عمو کے میں نثار
پھر جا کے کوئی میری طرف سے بحال زار
سوکھی یہ مشک انکو دکھا دے بس ایکبار
پیاری سکینہ ہے تو نہ عرصہ لگائیں گے
پانی وہیں سے لیکے مرے پاس آئینگے

۵۲

سنکر صدا سکینہ کی دل ہو گیا کباب
رو کر کہا کہ صبر کی بس اب نہیں ہے تاب
مجبور ہو کے بولے شہ آسماں جناب
اچھا یہی خوشی ہے تو لے آؤ مشک آب
سب رنج و غم قبول ہیں خالق کی راہ میں
دریا کا یہ ارادہ ہے کوثر کی چاہ میں

۵۳

جلدی سے آئے خیمہ میں عباسؑ نامور
حضرت بھی ساتھ ساتھ تھے تھامے ہوئے کمر
دیکھا کہ اہلبیت نبی سب ہیں چشم تر
قاسم کا نام لیتے ہیں اور پیٹتے ہیں سر
سینہ فگار آہ بلب دل اداس ہیں
سب اہلبیت بیوۂ شبّر کے پاس ہیں

۵۴

بچوں میں اک طرف ہے بپا شور العطش
خالی لئے ہیں جام صغیران ماہوش
دلریش تشنہ کام و غم آگین و فاقہ کش
بے حال ہے سکینہ تو اصغر پڑا ہے غش
تاب بیاں نہیں ہے کسی تشنہ کام میں
سوکھی زباں کو ہوتی ہے لکنت کلام میں

۵۵

دیکھا جو یہ کہ آ گئے عباسؑ نوجوان
دوڑی سکینہ پونچھتی اشکوں کو ناگہاں
دکھلا کے سوکھے ہونٹ کیا اسطرح بیاں
آپ آئے کیا کہ آ گئی مردہ تنوں میں جاں
گرمی میں تشنگی کی مصیبت عظیم ہے
اصغر کا حال مجھ سے زیادہ سقیم ہے

۵۶

صدقے گئی جہاں سے ملے پانی لائیے
اب حال غیر ہے مجھے جلدی پلائیے
عباسؑ نے کہا کہ مرے پاس آئیے
لاتے ہیں مشک آب نہ آنسو بہائیے
خوشبو اسی دہن کی یہ از عود و مشک ہے
سوکھے ہیں تیرے ہونٹھ لہو میرا خشک ہے

۵۷

مشکیزہ اک لئے ہوئے جلدی بحال زار
آئی سکینہ نزد علمدار نامدار
عباس اسے لیکے گود میں کرنے لگے جو پیار
دامن سے لپٹے دوڑ کے سب طفل ایکبار
معصوم مبتلائے غم و درد و یاس تھے
سوکھے تھے ہونٹ چشم تھی تر منہ اداس تھے

۵۸

دیکھا جو اہلبیت نبی نے یہ ماجرا
اک غل ہوا کہ جاتے ہیں عباس باوفا
صف پر سے اٹھیں مادر قاسم بصد بکا
زینب کا دل دھڑکنے لگا رنگ اڑ گیا
غم کا پہاڑ سر پہ گرا چھاتی پھٹ گئی
چھوٹی بہن تو بھائی سے آکر لپٹ گئی

۵۹

بانو قریب آکے یہ بولیں بصد ملال
کیا تم بھی ساتھ چھوڑتے ہو اے علیؑ کے لال
بیٹوں سے چاہتے ہیں سوا شاہ خوشخصال
خیمہ سے تم چلے کہ ہوا انکا غیر حال
دیکھو ابھی سے چہرہ انور اداس ہے
بیکس کو اب تمہارے سوا کس کی آس ہے

۶۰

ڈیوڑھی کا رعب تم سے ہے قائم خدا گواہ
تنہا کہاں یہ خوف کہ بڑھتی نہیں سپاہ
ہوگا تمہارے جانے سے سید کا گھر تباہ
حضرت کے جیتے جی ہمیں لوٹیں گے کینہ خواہ
دینگے نہ بد دعا بھی وہ معصوم ہیں حسینؑ
سب جانتے ہیں بیکس و مظلوم ہیں حسینؑ

سمجھے نہ کوئی بیکس و ناچار ہیں حسین
فضلِ خدا سے خلق کے مختار ہیں حسین
وقتِ نبرد قاتلِ کفار ہیں حسین
ہاں وارثِ حیدرِ کرّار ہیں حسین
چاہیں تو ایک کر دیں زمیں آسمان کو
سیدھی نظر ہو تو الٹ دیں جہان کو

بے حرمتی یہ آلِ پیمبر کی الاماں
غیرت سے گڑ نہ جائیں گے سلطانِ دو جہاں
تھرّا کے بولے حضرتِ عباسِ نوجواں
ایسا ہوا تو پھٹ نہ پڑیگا یہ آسماں
جانِ رسولِ پاک یہ کل کا امام ہوں
آقا کا سب یہ رعب ہے میں تو غلام ہوں

۶۳

صبر اس سبب سے ہے کہ یہ ہے روز امتحاں
خوشنودی خدا کے ہیں خواہاں شہ زماں
آئے ہیں ظلم اُٹھانے کو گھر چھوڑ کر یہاں
ساماں یہ سب ہیں بخشش اُمت کے بیگماں
تا عصر سب کو خلد میں جانا ضرور ہے
جو کچھ کہا یہ آپ نے وقت اسکا دور ہے

۶۴

اکبر رہیں گے بعد مرے شاہ دیں کے پاس
جانے نہ دیگا اور کسی کو یہ حق شناس
بچے کئی شہید ہوئے اے فلک اساس
اب کسکو جانے دوں جو نہ جاوے تو دل اُداس
قاسم نہیں ہیں عون و محمدؑ بہم نہیں
جو ہو چکی ہے مجکو خجالت وہ کم نہیں

٦٥

ہر اک کو سب کی ایک ہے تھوڑا ہے پیش و پس
دیکھیں نہ آپ کھائیں مرے حال پہ ترس
خنجر ہے مجھکو سینے سے کھنچنے میں ہر نفس
اب موت کی ہے چاہ نہیں زیست کی ہوس
ہوں میرے آگے قتل شہ مشرقین پر
حسرت یہ ہے کہ جلد فدا ہوں حسین پر

٦٦

…ئے بیبیوں میں جو رونے کا غل ہوا
گھبرا گئی سکینہ پکاری بصد بکا
مرنے کو آپ جاتے ہیں یہ بھید اب کھلا
پانی کو پھر کہوں گی نہ میں غم کی مبتلا
ٹھہرو یہیں رسول کے جانی کیواسطے
سستا ہے تمہارا خون ہو پانی کیواسطے

۶۳

بولے سکینہ سے یہ علمدار مہ جبیں
جاؤں میں جنگ کو یہ نہیں حکم شاہ دیں
حضرت سے پوچھ لو اگر اس کا نہو یقیں
بیبی جہاد کی تو اجازت ملی نہیں
لیکن قسم کہ آگے نہ دریا سے جاؤں گا
ہاں مل گیا جو نہر سے پانی تو لاؤں گا

۶۴

بس کھولیے کمر کو علم کو بڑھایئے
پیاسی نہیں ہوں میں مرا مشکیزہ لایئے
کیا تاب اگر کہوں مجھے پانی پلایئے
میں گود سے نہ اتروں گی آپ اب تو جایئے
سب رو رہے ہیں کیوں یہ میں آگاہ کیا نہیں
سچ ہے کہ جو گیا ہے وہ زندہ پھرا نہیں

دختر جری تھی ایک طرف کو جھکائے سر
دامن کو تھامے ہاتھ سے تکتا تھا منہ پسر
بولے یہ انکو دیکھ کے عباسِ نامور
صاحب ملول کیوں ہو خدا پر کرو نظر
ابتک تو دکھ اٹھائے بہت بیر ساتھ میں
لو اب تمہارا ہاتھ ہے زینب کے ہاتھ میں



دیکھا یہ بات کہہ کے جو ہیں منہ حسین کا
فرمایا شہ نے بھی جو یہ کہتے ہیں سب بجا
زینب نے اسکو گود میں بہلا کے لیلیا
رخصت ہوئے ہر ایک سے عباس باوفا
الفت جو تھی ہر ایک کو اس حق شناس سے
دیکھا چہار سمت عجب چشم یاس سے

۷۱

خدمت ہے انکی فخریہ ہیں عترت رسول
ساتھ انکا تم بھی دو کہ رضامند ہوں بتول
ہونا ہماری یاد میں ہرگز نہ دل ملول
بے سود ہے تو نالہ و زاری سے کیا حصول
گھر میں امام پاک کے ہر دل عزیز ہو
میں ہوں غلام شاہ زمن تم کنیز ہو

۷۲

دیکھو تو شاہزادیوں پر کیا ستم ہیں آج
حاجت روا جہاں کے پابند غم ہیں آج
کل تک جو اقربا تھے کہاں وہ بہم ہیں آج
القصہ سب مسافر راہ عدم ہیں آج
رہنا جہاں میں نہیں ممکن فراغ سے
وہ کونسا جگر ہے جو خالی ہے داغ سے

۴۲

جب آئے روتے پیٹتے ہمراہ تا بہ در
لیکن یہیں نہ زوجۂ عباسؑ نامور
کہتی تھی دل کا حال پریشانیٔ نظر
خیمہ سے نکلے وہ یہ گریں فرش خاک پر
غم کو کیا جو ضبط تو منہ زرد ہوگیا
تھرائے ہاتھ پاؤں بدن سرد ہوگیا

۴۳

زوجہ نے اس سخن کا دیا صبر سے جواب
گردن جھکا لی دیکھ کے صورت بصد حجاب
بیٹے کو دیکھ کر جو بڑھا دل کا اضطراب
عباسؑ ذی وقار بڑھے سوئے در شتاب
زوجہ تو بات کو بھی حیا سے ترس گئی
رویا پسر تو منہ پہ یتیمی برس گئی

مطلع ۵۵

نشانه‌ای ز ان بیت کی ز غصه گذاشت
ز لعل‌سان لبش آرزوی ... نیست
بیاد وی ... ا ... ز ... گذاشت
ز ... کی ... ... نگذاشت
دل ... غم ... ... بگذاشت
نصیحت ... پای ... ... نگذاشت

۵۶

ای ... سواد ابروان ... ناب
نگاهی ... چشم ... سیاه ...
بالا ... ... ... ...
ده ... ...
از ... ...
نصیحت ... ...

۴۷

تسلیم کرکے شہ کو جو گھوڑے کی لی عنان
بیتاب و بیقرار ہوئے شاہ انس و جان
ضبط فغاں سے آ گیا جنبش میں آسمان
عباس کیا چلے کہ گئی طاقت و تواں
کچھ اشک اضطراب میں آنکھوں سے بہہ گئے
حضرت کمر کو تھام کے ہاتھوں سے رہ گئے

۴۸

جنگاہ کو چلا جگر و جان مرتضیٰ
بپھرا ہوا ہے شیر نیستان مرتضیٰ
ہے اس حسین میں حسن فراوان مرتضیٰ
پیدا ہے رخ سے دبدبہ و شان مرتضیٰ
پرتو فگن رخ خلف بوتراب ہے
جو ذرہ زمیں ہے وہ خود آفتاب ہے

۷۹

رایت کی شان کہتی ہے جعفر یہی تو ہیں
حمزہ یہی ہیں حیدر صفدر یہی تو ہیں
عالم کے یکہ تاروں سے بہتر یہی تو ہیں
جن بھی ڈرے ہیں جن سے وہ تیور یہی تو ہیں
اتنے صفات ایک میں یہ رب کی شان ہے
اس منچلے جوان میں اُن سب کی شان ہے

۸۰

دریا پہ شور آمدِ شیرِ نبرد ہے
رخ ہر سیاہ کار کا دہشت سے زرد ہے
جوہر کھلیں گے اسکی وغا کے جو فرد ہے
غل ہے جو اس کے سامنے جائے وہ مرد ہے
زہرہ ہے آب ڈر سے ہر اک ذی حیات کا
بزدل گھٹا ہے خوف سے پانی فرات کا

۸۱

لرزاں ہیں مثل بید علمدار فوج کین
تھرّائے ہیں خوف کے مارے عدوئے دیں
سب افسران فوج لگائے ہیں دوڑ میں
تکتے ہیں ڈھالیں چہرہ پہ رکھے ہوئے لعیں
فوجیں ہیں انتظار میں ساکت کھڑی ہوئی
ہیں سوئے دشت سب کی نگاہیں لڑی ہوئی

۸۲

وہ گرد وہ اڑی وہ نمایاں ہوا علم
پنجہ چمکتا ہے پرچم کا پیچ و خم
چمکا وہ دیکھو خود سرِ آسمان حشم
دہشت میں دل کے ساتھ لرزنے لگے قدم
ہیبت دلوں پہ چھائی ہوئی ہے دلیر کی
رہوار کی ڈپٹ ہے کہ آمد ہے شیر کی

۸۲

لشکر میں شور اٹھا کہ خبردار رہے
پیاسے سے کارزار ہے ہشیار رہے
بھرنے نہ پائیں مشک علمدار رہے
تلوار کی قریب رہے دھار رہے
خون آج بہ کے آئیگا صحرا کے گھاٹ تک
پانی بڑھیگا تیغ کا دریا کے پاٹ تک

۸۳

وہ شان و شوکت پسر ضیغم الٰہ
جس سے جلال حیدری پیدا ہے وہ ماہ
سینوں میں دل لرز گئے ڈالی جدھر نگاہ
اپنی جگہ پہ تھم گئی بڑھتی ہوئی سپاہ
پیچھے ہٹے وہ مورچے جو تھے بڑھے ہوئے
دہشت سے اتر جاتے تھے دریا چڑھے ہوئے

۸۵

دیکھو تو کیا جلال ہے کیسا وقار ہے
اس چاند سے تو مہر فلک شرمسار ہے
پیاسا ہے آپ تیغ مگر آبدار ہے
نیزہ ہے یا ستارۂ دنبالہ دار ہے
سجدہ کا یہ نشان عبادت کی مہر ہے
ہے پشت پر سپر کہ شجاعت کی مہر ہے

۸۶

تیور بتا رہے ہیں کہ بپھرا ہوا ہے شیر
دریا کا رخ وہیں سے کئے آتا ہے دلیر
ندی لہو کی بہنے میں اب کچھ نہیں ہے دیر
پانی کی جستجو میں ہے خود زندگی سے سیر
تیزی میں برق وش فرس تیز دم بھی ہے
کاندھے پہ سوکھی مشک بھی ہے اور علم بھی ہے

۲۴

یہ ذکر تھا کہ آ گئے عباسؑ نامور
نیزہ زمیں پہ گاڑ کے گونجا وہ شیر نر
بے شرم کس طرف پسر سعد ہے کدھر
آگاہ گر نہ ہو تو سنا دو اُسے خبر
اب سامنا ہے ابن شہِ قلعہ گیر کا
جس کو علم ملا ہے جناب امیر کا

۲۵

گھوڑے کی گشت سے ہے تزلزل میں دشت کیں
ہر ایک ذی حیات کو ہے موت کا یقیں
کیونکر اڑیں نہ ہوش ابھی سے بجا نہیں
جمتے نہیں ہیں پاؤں لرزتی ہے یوں زمیں
ہیبت ہے تا فلک خلفِ بوتراب کی
عیسیٰ سے چھٹ پڑے نہ سپر آفتاب کی

۹۰

بہتر تو یہ ہے ظلم و تعدی سے باز آؤ
سید کو بیگناہ کو غربت میں کیوں ستاؤ
منظور یہ نہیں ہے تو موجود ہم ہیں آؤ
یا راہ نہر چھوڑ دو تلوار یا اٹھاؤ
کوثر کا وقت تشنہ لبی اشتیاق ہے
ہونا ہے جو وہ جلد ہو اب دیر شاق ہے

۹۱

اب جائے مرتضیٰ ہیں حسینؑ فلک حشم
ہیں وارث علوم امامت وہ با کرم
افضل ہوں سب سے گو کہ ہوں رتبہ میں اکرم
حیدر کا میں پسر ہوں تو احمد کا یہ علم
سقائے اہلبیت شہ مشرقین ہوں
کافی شرف یہ ہے کہ غلام حسینؑ ہوں

۹۱

چھپتے نہیں تو سامنے آ کر وغا کرو
کم ہو تو اور فوج بلا کر وغا کرو
جم کر لڑو صفوں کو جما کر وغا کرو
ہمراہیوں کو جوش دلا کر وغا کرو
طالب جزائے صبر و رضا کے خدا سے ہیں
سیراب تم ہو ہم تو کئی دن سے پیاسے ہیں

۹۲

یہ سن کے تھرتھرانے لگے خانماں خراب
ذروں کی تھی بساط ہی کیا پیش آفتاب
بڑھ کر مگر یہ شمر لعیں نے دیا جواب
بیعت کریں حسینؑ تو حاضر ہے جام آب
اسکے بغیر اماں نہیں جانوں کیواسطے
ہے آب تیغ تشنہ دہانوں کے واسطے

۹۳

پھر سنگ سرخ ہو گئے عباس نامدار
تھرا کے سامنے سے ہٹا وہ ستم شعار
تیر آئے فوج نے حرکت کی اڑا غبار
چمکی ادھر بھی برق صفت تیغ آبدار
کب رہ سکی کھنچ کے میاں سے وہ شعلہ ور چلی
گھونگھٹ اٹھا کے رخ سے عروس ظفر چلی

۹۴

ہاں ساقیا کوئی مئے نصرت کا جام دے
جس کا سرور فتح و ظفر کا پیام دے
جاری ہے تیرا فیض خدا کیوں نہ جام دے
رنگ اور ہے زلال مئے سرخ فام دے
کلفت کو دور کر دے جو طبع لطیف سے
وہ مے جو شوخ رنگ ہو خون حریف سے

**۹۵**

زخموں کے گل نہ ہوں تو نہ گلشن میں دے شراب
جس جا ہیں ابر ڈھالوں کے اس بن میں دے شراب
موسیٰ کو جا کے وادی ایمن میں دے شراب
مجھکو تو کام جنگ سے ہے رن میں دے شراب
ہو سر پہ مہر دانۂ انگور کی طرح
چھلکا دے کاسۂ سر مغرور کی طرح

**۹۶**

وہ تیز و تند ہو جسے پیتے ہی جھوم جاؤں
شیشہ نہ اب عجب تو میں کیا جوش دل دکھاؤں
دیکھوں شگون فتح تو تیغ و قلم اٹھاؤں
ساغر پٹک کے چور کروں معرکے میں آؤں
دکھلاؤں غرق خون میں کشتی حیات کی
لکھوں نبرد طالب آب فرات کی

۹۶

سینہ کشادہ اور وہ سر سوے پشت خم
کھینچا جو ہے غضب تو لگاوٹ بھی ہے ستم
دیکھو کس ادا سے ہیں عاشقوں کے دم
کرتے ہیں پیار جسکو جری ہے وہ صنم
دل سے نثار اہل نظر بانکپن پہ ہیں
بوسوں کے ہیں نشان کہ جوہر بدن پہ ہیں

۹۷

بجلی سی تھی تیغ شرربار ہاتھ میں
گویا تھا قہر حضرت قہار ہاتھ میں
سو سو تبر بتر ہوئے دو چار ہاتھ میں
جلوے نئے دکھاتی تھی تلوار ہاتھ میں
رشتے سے شمع طور کے وا آشکار ہے
یا کہکشاں میں اختر دنبالہ دار ہے

جو صفر وہ ہیں کہ جنمیں ہزاروں ہیں خوبیاں
گویا ہے شمع حسن کا شعلہ شرر فشاں
معنے شناس جو ہیں وہ کرتے ہیں یہ بیاں
ہے حرف حرف ٹھیک بہ سر ظفر نشاں
صانع نے سادہ کھینچ کے نقشہ الست میں
سورہ لکھا ہے فتح کا خط شکست میں



گی جدھر لچک کہ قیامت اٹھا گئی
بیٹھی اگر سر و پہ تو دل میں سما گئی
اٹھنے لگی تو خانۂ ہستی کو ڈھا گئی
ی جان جسکے پاس وہ نازک ادا گئی
صورت میں گر پری ہے تو سیرت میں حور ہے
جو ناز ہے وہ جان کا خواہاں ضرور ہے

۱۰۱

جس سے ذرا بھی کھینچ کے چلی ہو گیا بتاں
لیتی ہے یہ لپٹ کے گلے سیکڑوں کی جاں
ہے اس طرح مفر نہ اس طرح ہے اماں
ہجر اسکا دل ستاں ہے وصال اسکا جانستاں
معشوق کے بیاں میں نہاں کا قہر ہے
ہر طرح دل لگانے کا انجام زہر ہے

۱۰۲

ہر معرکے میں جنگ کے سرسبز و سرخرو
دامن کو اسکے پا نہ سکا دوڑ کر لہو
تعریف واقعی ہو تو سمجھے ہر اک غلو
شکل نسیم آئی تو نکلی برنگ بو
با احتیاط خون نجس سے بری رہی
شاخ نہال فتح ہمیشہ ہری رہی

۱۰۲

شہرہ ہے کیوں نہ ہو غضب اسکا بھی تا بہ شرق
صورت میں ہے ہلال چمک میں ہے رشک برق
پانی میں اسکے ہوتی ہے کشتی عمر غرق
کہتا ہے منہ نہیں مس و آہن میں کچھ بھی فرق
کاٹا جو چار آئینہ کو سان چڑھ گئی
پتھر چٹا دیا تو برش اور بڑھ گئی

۱۰۳

ظاہر میں بے امان نہ باطن میں ہے مفر
برش چمک میں وہ ہے جو ٹکڑے کرے جگر
رکتی نہیں جنوں سے بھی روکیں گے کیا بشر
روح الامیں سے کہدو کہ آکر بچھائیں پر
ہیبت سے اسکی سینۂ گیتی فگار ہے
تیغ اسکی ہے جواب شہ ذوالفقار ہے

۱۰۵

تلوار کی وہ ضو وہ درخشانیٔ علم
کیونکر ہلال و بدر ہیں اک وقت میں بہم
اٹھنا وہ تیغ تیز کا گر گر کے ہر قدم
لہریں ہوا میں بھر کے پھریرے کی دمبدم
تھا یہ گمان دیکھنے والوں کو دور سے
ماہی تڑپ کے نکلی ہے دریائے نور سے

۱۰۶

حملہ ہر ایک حملۂ حیدر ہے وقت جنگ
ہر ضرب میں ہے دست یداللہی کا ڈھنگ
گھوڑا نہیں ہے دل عباسؑ کی امنگ
شیر خدا کے شیر کا مرکب بھی ہے نہنگ
ابتر پڑا ہر ایک ہے صف پائمال ہے
وہ غیظ میں جو ہیں تو اسے بھی جلال ہے

۱۰۳

سیماب برق و باد ہیں سرعت میں اس سے کم
جاتا ہے یوں زمیں پہ لگتے نہیں قدم
باگ اس کی روکتے ہیں جو عباسِ ذی حشم
رہ جاتا ہے بدل کے کنوتی کو دم بدم
قابو کئے ہوئے نہ اگر شہسوار ہو
بنکر شعاعِ شیشۂ گردوں کے پار ہو

۱۰۴

دریا پہ جا رہا ہے پسینہ میں غرق ہے
نظروں میں تنگ فاصلۂ غرب و شرق ہے
ہے دوڑنے میں ابر، چمکنے میں برق ہے
تشبیہ کوئی تام نہیں پھر بھی فرق ہے
راکب کے اختیار میں ہے ایسا بس نہیں
فارس کا ولولہ ہے مجسم فرس نہیں

١١٠

[illegible] سبک روی کا بھلا کیا ہو تذکرا
شیشے پہ سم پڑے تو نہ ٹوٹے نہ دے صدا
بجتے ہیں جسکے کان اسے شک جو ہو ذرا
انصاف خود کہے کہ ترے ہوش ہیں بجا
کس کے حواس دیکھ کے چال اسکی گم نہیں
پرواز مرغ وہم ہے آواز سم نہیں

١٠٩

[illegible] ہے عراق میں یہ راہوار آج
بالا روی کرے تو ہما سے بھی لے خراج
ہمیز کا ہے کام نہ کوڑے کی احتیاج
ہو جاتا ہے صدائے نفس سے بھی بد مزاج
ٹوکے بغیر اشاروں پہ ہر سو روانہ ہے
خوف نگاہ تند اسے تازیانہ ہے

١١١

ٹیڑھی بھی راہ ہو تو بھٹکتا نہیں کبھی
آتش مزاج ہو کے بھڑکتا نہیں کبھی
ڈرتا نہیں کسی سے جھجکتا نہیں کبھی
بجلی بھی گر پڑے تو چمکتا نہیں کبھی
پیکر میں راہوار کے ضیغم کی روح ہے
طوفاں سے گذرنے میں کشتی نوح ہے

١١٢

وہ دوپہر کی دھوپ وہ گرمی سے لعل تپاں
پیدا تھی لو میں حرب سے آواز الاماں
برسا رہی تھی آگ جو تیغ شرفشاں
پھل برچھیوں کے بن گئے تھے شمع کی زباں
اب تک ہیں اس نبرد کے سکے پڑے ہوئے
سینے میں ڈھال کے تھے پھپھولے پڑے ہوئے

١١٢

بگڑا نظام فوج رہا کچھ نہ بند و بست
ٹوٹا پرا مورچہ تو وہ صف ہو گئی شکست
سر کیا اٹھائیں حوصلے تو ہو چکے ہیں پست
زنجیر میں ہر اس کی جکڑے ہیں پیل مست
ہلچل پڑی جو تیغ جری تولنے لگا
سینہ کیا فرس نے تو رن بولنے لگا

١١٣

ہے جستجو سے آپ میں ابن شہ نجف
غصہ سے ہے جبیں پہ شکن اور دہن میں کف
مانند موج رن میں الٹتی ہے صف پہ صف
دریا رواں ہے خون کا میدان میں ہر طرف
اعضا جدا ہیں فرق ہے فوجی نظام میں
بازو تپاں زرہ میں کہ ماہی ہے دام میں

۱۱۵

دہشت کے مارے ڈھونڈتا تھا ایک اک کی آڑ
آباد جو مقام تھے سب ہو گئے اجاڑ
کیونکر بنے بناؤ جو قسمت کا ہو بگاڑ
لشکر تھا ضرب کا کہ دبے جاتے تھے پہاڑ
گیتی الٹ دو وقت وغا حوصلہ یہ تھا
تھرا رہی تھی گاو زمیں زلزلہ یہ تھا

۱۱۶

تلوار اس غضب کی چلی ہے کہ جا بجو
صحرا سے بہتے بہتے گئے نہر میں لہو
پھیلی رہی ہے خون کی برسوں ہوا میں بو
ماہی دکھا رہی ہے بریدہ رگ گلو
دُر کا لقب جہاں غلطاں جبھی سے ہے
دریا میں سرخ پنجۂ مرجاں جبھی سے ہے

۱۱۷

...ت ہو زمیں نے پیا روز کارزار
اب تک ہے جس کا رنگ زمانہ میں آشکار
دیتی ہے اس خزاں کا پتہ آج تک بہار
سر سبزی چمن میں ہے سرخی بھی بیشمار
شاہد حنا مگر اسی خونریز رن کی ہے
سرخی گواہ لالہ خونیں کفن کی ہے

۱۱۸

...یں ادھر تھیں اور اکیلا جواں ادھر
لیکن قدم جما نہ سکا ایک خیرہ سر
سب کو بھگا کے نہر سے مانند شیر نر
داخل ہوئے فرات میں عباس نامور
دریا قدم کے فیض سے ممنون ہو گیا
پانی پہ کی نگاہ تو دل خون ہو گیا

۱۱۵

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۱۲۰

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

١٢١

فرمایا بیٹے آپ نے پہلے کہاں تھا تو
لشکر کو ہم بھگا کے گئے ہیں کنار جو
کر آب کی نہ چاہ، جو ہے پاس آبرو
کی مشک پر نگاہ تو بہ جائے گا لہو
ہو پیاس سے تلف نہ کوئی طفل ڈر یہ ہے
پانی نہ جان مشک میں خونِ جگر یہ ہے

١٢٢

کھینچی تھی اس نے سر جو کیا ناوک ستم
علی کے شیر نے بھی تیغ تیز دم
پھرتی کیساتھ ہوتی تھی جنبش جو دمبدم
جو تیر کیں کماں سے چھٹا ہو گیا قلم
سب رد ہوئے وہ کفر کے حملے جو دیں پہ تھے
ترکش لعیں کے پاس تھا ناوک زمیں پہ تھے

١٢٣

پھینکی کمان زمین پہ بے کار جان کر
بھالا سنبھالتا ہوا جھپٹا وہ خیرہ سر
اللہ رے تیز دستی عباس نامور
کب اڑ گئی سنان یہ نہ اسکو ہوئی خبر
ہنستے تھے وہ بھی آئے تھے جو لوگ ساتھ میں
خالی ہلا رہا تھا لیے ڈانڈ ہاتھ میں

١٢٤

کرتا تھا بار بار جو حملے وہ پر غرور
کہتے تھے ہوشمند یہ ہمت میں ہو قصور
چلا رہی تھی موت کہ میں بھی نہیں ہوں دور
عباس مسکرائے تو سمجھا وہ بے شعور
غصہ میں ساتھ والوں کو پھر کر جھڑک دیا
تلوار لی نیام سے نیزہ پٹک دیا

۱۲۵

ستے ہی بازِ رشتۂ دیں پر برس پڑا
لیکن خلل جو اس میں وقت ہوس پڑا
خط بھی نہ اوچھے وار کا جب ہر نفس پڑا
کوئی تو مسکرانے لگا کوئی ہنس پڑا
چھڑوا دیا جو اس نے ہمت کا ساتھ بھی
بھولا جو اس کھو کے پھکیتی کے ہاتھ بھی

۱۲۶

جھلاتے ہو تم نہ دغا کے ہنر کو دیکھ
دیکھا ادھر تو شور یہ اٹھا ادھر کو دیکھ
بجلی تڑپ رہی ہے بچا جلد سر کو دیکھ
پلٹی وہ سر پہ جا کے یہ آئی کمر کو دیکھ
کھول آنکھ کچھ مآل دغا پر نظر بھی ہے
اب موت سر پہ کھیل رہی ہے خبر بھی ہے

۱۲۷

دیکھے وہ کیا نظر میں ہو جس کے جہاں سیاہ
تلوار کی چمک سے جھجکتا تھا کینہ خواہ
کیونکر بچائے چوٹ جو قائم نہ ہو نگاہ
چونکا تو کب کہ سامنے تھی جب عدم کی راہ
مایوس زندگی سے بہم ساتھ ساتھ تھے
مرکب کے تھے نہ پاؤں نہ راکب کے ہاتھ تھے

۱۲۸

بے دست و پا ہو جو ستمگار و بد شعار
تکتا تھا گاہ سوئے یمیں گہ سوئے یسار
بولے اٹھا کے مشک علمدار ذی وقار
لے روکنا ہو روک میں جاتا ہوں نابکار
اپنی سزا کو دشمن جانی پہنچ گئے
اب جان دے کہ خیمہ میں پانی پہنچ گیا

۱۲۹

بولا وہ گڑگڑا کے کہ رستم آپ اجل ہیں
سر بزنہ ہوں جو رستم و سہراب بھی لڑیں
حضرت کا ہم نبرد نہیں ساری فوج میں
لیجائیں آپ مشک مری جان چھوڑ دیں
سچ ہے غلط گماں مجھے مشق و غا پہ تھا
بیشک قصور مجھ سے ہوا میں خطا پہ تھا

۱۳۰

آگے بڑھے یہ سن کے علم دار نامدار
فوجیں چلیں عقب سے ہوا شور گیر و دار
دیکھا جو یہ پہنچ گئے لشکر کے سب سوار
منہ کر کے انکی سمت پکارا وہ نابکار
حکم شکست اجل کی زبانی پہنچ گیا
پھر موت ہے جو خیمے میں پانی پہنچ گیا

١٣١

یہ سنتے ہی جو فوج نے گھوڑے بہم اٹھائے
عباسؑ نے پلٹ کے صدا دی کہ ہم بھی آئے
چھائے جو اسد کو تو کیا صید بچ کے جائے
یوں جا پڑے چراغ کو جیسے ہوا بجھائے
جو سدِّ رہ ہوئے تھے وہ گھبرا کے رہ گئے
گر کے زمیں پہ لاش کے تھرا کے رہ گئے

١٣٢

ملا اسے جو فوج میں گھس کر بصد وقار
چاروں طرف سے گھر گئے عباسؑ نامدار
نیزے جھکا جھکا کے ہوئے سدِّ رہ سوار
حلقہ کیے ہوئے تھی پیادوں کی بھی قطار
غل تھا نہ اب نکلنے کی تازی کو راہ دو
منہ جس طرف پھرائے نہ غازی کو راہ دو

۱۳۲
یہ شور سنکے ٹوٹ پڑی سب سپاہ کیں
ہر سو سے نیزے تانے ہوئے آ گئے لعیں
دوڑے فرس سواروں کے ہلنے لگی زمیں
گرز و تبر علم ہوئے تلواریں کھنچ گئیں
خیمہ کی راہ رکنے سے برہم دلیر تھا
نیزوں میں تھا جری کہ نیستاں میں شیر تھا

۱۳۳
نرغے میں اتفاق سے خود آ گیا ہے شیر
تدبیر کچھ نہ چلتی پہ تقدیر کا تھا پھیر
فوجیں بھی گھیرتیں تو نہ گھرتا کبھی دلیر
ہوگا نہ سرکشوں کی زبردستیوں سے زیر
سب ایک ہو کے صفدر و غازی کو مار لو
ہاں اے جوانو شیر حجازی کو مار لو

۱۳۵

حملہ ہوا ادھر سے اگر رخ کیا ادھر
پلٹے ادھر تو پا گئے موقع عدو ادھر
زخموں پہ زخم کھانے لگا یوں وہ شیر نر
سقّے کے خون کا ہوا چھڑکاؤ خاک پر
پہلو کے پار نیزوں کی انیاں نکل گئیں
پلٹے سے تیر پاس سے تلواریں چل گئیں

۱۳۶

مارا پلٹ کے ہاتھ ہوا پشت سے جو وار
غش تھا کہ چوٹ کھا کے کیا شیر نے شکار
کشمکش وہ، وہ نرغۂ فوج ستم شعار
پایا نہیں نکلنے کی اب راہ راہوار
جنبش ہوئی تو برچھیاں پہلو میں گڑ گئیں
پھیرا تھا رخ کہ سیکڑوں تلواریں پڑ گئیں

۱۳۶

ناگاہ دست راست پہ تیغِ ستم چلی
جھونکا چلا خزاں کا گری ٹوٹ کر کلی
ہمت یہ کس کی ہو گی بجز دلبرِ علیؑ
تلوار بائیں ہاتھ میں اس پہ جگر نے لی
دستِ بریدہ گرنے دیا فرشِ خاک پر
روکا علم کو مشک بھی لی دوشِ پاک پر

۱۳۷

ہر سو سے گھر گیا ہے جگر بندِ بوتراب
کس کس کا سامنا کرے کس کس کو دے جواب
چھپ چھپ کے وار کرتے ہیں وہ خانماں خراب
تر خون میں ہے جسم شفق میں ہے آفتاب
کھا کر تکانیں زخم ہر اک پھٹتا جاتا ہے
بڑھتا ہے ضعف کیونکہ لہو گھٹتا جاتا ہے

١٣٩

پھر کس سے وار کرنے لگا پھر وہ ذی حشم
ثابت نہ تھا کہ ہاتھ یہ کس کا ہوا قلم
اِس ہاتھ پر بھی چل گئی جب تیغ پُرستم
مشکیزے کو بچانے لگے آپ ہو کے خم
یہ ولولہ یہ حوصلہ کس صف شکن میں تھا
زانو میں نیزہ مشک کا تسمہ دہن میں تھا

١٤٠

بے خوف سامنے سے بھی ہونے لگے جو وار
پٹکا تھا شیر دست بریدہ کو بار بار
ناگاہ سر پہ آکے پڑا گُرزِ گاؤسار
سنبھلے نہ تھے کہ تیر ہوا مشک سے بھی پار
پانی بہا تو یاد کیا تشنہ کام کو
گرتے ہوئے فرس سے پکارے امام کو

۱۳۱

دوڑے حسینؑ سنتے ہی عباسؑ کی صدا
تھرا رہا تھا جسم لرزتے تھے دست و پا
رکتے کہیں تھے پاؤں تو پڑتا کہیں پہ تھا
تھامے ہوئے تھے باپ کو ہمشکل مصطفےٰ
کہتے تھے راہ مہر و محبت کی چھوڑ دی
عباسؑ بھائی تم نے کمر میری توڑ دی

۱۳۲

ہاں مومنو شہادت عباسؑ نوجواں
ذاکر زبان حال سے کرتا ہے اب بیاں
پہنچے قریب لاش جو شاہنشہ زماں
دیکھا کہ جلتی ریت پہ اک شیر ہے تپاں
کن سختیوں میں جسم سے رخصت ہے جان کی
آنکھوں کے آگے موت ہے کڑیل جوان کی

۱۴۲

اکبر پکارے سر پیٹ کے سینہ بصد بکا
بابا بدن سے ہاتھ بھی عمو کے ہیں جدا
ناگاہ پہونچی گوش جری میں جو یہ صدا
آہستہ سے کراہ کے عباسؑ نے کہا
بیٹا نصیب تشنہ لبوں کے الٹ گئے
جن سے بھرا تھا مشک کو وہ ہاتھ کٹ گئے

۱۴۳

لاشیں ہیں گرد بیچ میں ہے خاک پر وہ شور
ایک ایک عضو تیغ و تبر سے ہے چور چور
زخموں سے خون بہتا ہے ہے پیاس کا وفور
نزدیک آ کے بیٹھ گئے خاک پر حضور
اندوہ و درد و یاس کا ساماں نظر پڑا
بالائے چشم تیر کا پیکاں نظر پڑا

ہے جائے شکر آگئے سلطان خاص و عام
تعظیم کو بھی اٹھ نہیں سکتا ہے یہ غلام
جلدی بٹھادو مجھکو تم اے میرے لالہ فام
ہے جسم چور چور نہیں طاقت کلام
پیکاں نکالو آنکھ سے مجھ خیر خواہ کی
محروم رہ نہ جاؤں زیارت سے شاہ کی



بیتاب ہو کے کہنے لگے شاہ خوشخصال
اس وقت میں بھی تم کو ہے تعظیم کا خیال
کیا کرب روح پر ہے کچھ ہمکا نہیں ملال
صدقے تری وفا کے حسینؑ اے علیؑ کے لال
اب بھی ہمارا پاس ہے کچھ اپنا غم نہیں
باتیں یہ دلکو نیزہ و خنجر سے کم نہیں

۱۲۳

گر کے پھر کہا کہ اٹھاؤ تو مشک آب
خیمہ میں منتظر ہے سکینہ جگر کباب
پانی جو کچھ بچا ہو تو لے میرے ماہتاب
لیجاؤ سوئے خیمۂ اہل حرم شتاب
تسکیں ہو ان کو پیاس سے جو بلبلاتے ہیں
کہنا کہ پانی آگیا عمو بھی آتے ہیں

۱۲۴

کھینچا یہ کہہ کے آنکھ سے ناوک جو ایک بار
منہ بند زخم کھل گیا چھوٹی لہو کی دھار
پوچھا جو خون تو بولے یہ عباس نامدار
صد شکر کی زیارت آقائے ذی وقار
قرآن کا رتبہ رکھتی ہے صورت امام کی
یہ آخری نکل گئی حسرت غلام کی

١٤٩

اکبرؑ آہا کے مشک سکینہ جو پاس لائے
تیروں نے جا بجا کئی سوراخ ایسے پائے
عباسؑ بھر کے آہ یہ بولے کہ ہائے ہائے
تقدیر کے نوشتہ کو کیونکر کوئی مٹائے
چھوٹے ہی مشک آنکھوں سے سیل چھلک پڑے
پانی کے بدلے خون کے قطرے ٹپک پڑے

١٥٠

ترچھی لگی آہ تیغ کے عباسؑ نوجواں
تھرایا جسم روح چلی جانب جناں
بس ہائے بھائی کہہ کے ہوئے غش نشاں
آنکھوں سے ٹپکے اشک وہ دل سے اٹھا دھواں
جیسے جناں سے آئے تن چاک چاک پر
اکبرؑ پچھاڑ کھا کے گرے فرش خاک پر

۱۵۱

خیمہ کے در سے دیکھ رہے تھے حرم یہ حال
پردہ سے نکلے پڑتے تھے اطفال خورد سال
تھا بیبیوں میں شور کہ ہاے علی کے لال
جاری تھے اشک آنکھوں سے بکھرے ہوئے تھے بال
یوں پیٹتے تھے سب کہ زمیں تھرتھراتی تھی
آواز گریہ خیمہ سے دریا تک آتی تھی

۱۵۲

چلا رہی تھی ڈیوڑھی سے بنت شہ عرب
ہاے ہاے چچا شہید ہوے ہو گیا غضب
دریا سے پہنچے چشمہ کوثر پہ تشنہ لب
کیا جانتی تھی پھر کے نہ آپ آئیگا اب
عمو کمی نہ ہوگی مرے اضطراب میں
جب تک دکھا نہ جائیے گا شکل خواب میں

حضرت یہ چاہتے تھے ترائی سے لاش اٹھائیں
مشتاق ہیں جو دید کے دیدار انہیں دکھائیں
لیکن جدا جو عضو ہیں کیونکر انہیں ملائیں
یہ بھی ہے دل کو شاق کہ جنگل میں چھوڑ جائیں
جان آرزو و فدا ہو شہ تشنہ کام پر
تکیہ کیا مشیت رب انام پر

کتبہ ممتاز علی سید علی اثر دہلوی

۱

ریاض نظم میں تازہ بہار آئی ہے
اُمنڈ رہی ہے طبیعت گھٹا سی چھائی ہے
نسیم فکر نوید سرور لائی ہے
نمو کا جوش ہے یا ذہن کی رسائی ہے
ہزار رنگ ہیں ہر ایک رنگ سے پیدا
شگوفے ہوتے ہیں دل کی امنگ سے پیدا

۲

یہی وہ باغ ہے حیران ہے باغباں جس میں
یہی چمن ہے کہ آتی نہیں خزاں جس میں
یہی ریاض ہے ہیں محو روضہ خواں جس میں
یہی بہار ہے سو سو ہیں خوبیاں جس میں
مزے گلوں سے نوا سنجیوں کے ملتے ہیں
علی علی کی صدا دیتے پھول کھلتے ہیں

۲

ہی تن کی جو صد بندیوں میں قید رہا
تو برگ خشک میں بھی ہو گئی تری پیدا
شگفتہ ہوتا ہے غنچہ کی طرح مرکانا
ہر ایک پھول نہ ٹوٹا کبھی نہ مرجھایا
جہاں سے اور تو کیوں گلشن جہاں کہیے
بجھا سکو ہے تو گلزار بے خزاں کہیے

۳

یہ باغ مدح ہے کیوں ہو بہار سے خالی
اسی کے پھولوں کی جاتی نہیں کبھی لالی
نہ کچھ خزاں کا ہے خطرہ نہ خوف پامالی
سدا بہار ہے گلشن نسیم متوالی
ندی ہے پھولوں سے اور شاخ خم نہیں ہوتی
بہار بڑھتی ہی جاتی ہے کم نہیں ہوتی

… حد ہے کثرت گل کی نہ انتہا ہے بہار
دوا ہے چشم تماشا ہے نرگس بیمار
ہے ایک قسم کا گل وہ بھی جسکو کہتے ہیں خار
نکل چلی ہے ہراک شاخ پھاند کر دیوار
نسیم شوق ہو گلچیں تو ہوش کھو جائے
ہلا دو شاخ تو پھولوں کا ڈھیر ہو جائے

… ہو یقیں جنہیں چشم ہوش سے دیکھیں
نئی نئی ہیں چمن بندیاں نئی روشیں
نئے ہیں پھول نئے پھل تمام گلشن میں
جو خلد والے بھی دیکھیں تو آنکھیں کھل جائیں
جو سنتے آتے ہیں وہ اک غلط فسانہ ہے
یہاں تو نیزۂ بیگانہ بھی یگانہ ہے

۵

یہ باغ و نغمہ ہے ہر ایک مدح خواں کیلئے
کہ بلبلوں کی ضرورت ہے بوستاں کیلئے
ملی ہے مجھ کو بھی جا ایک آشیاں کیلئے
ہے مشق نغموں کی میدان امتحاں کیلئے
زبان بلبل سدرہ سے اب لڑانا ہے
ترانہ مدح کا آگے نبی کے گانا ہے

۶

مگر ہر ایک سخن کا تو یہ وقار نہیں
خزاں نہ جس میں ہو ایسی کوئی بہار نہیں
کسی مہک میں ہو ایسا یہ لالہ زار نہیں
اسی چمن میں سوا گل کے ذکر خار نہیں
یہ لطف اپنی جگہ پر ہیں جو پاتی ہیں
تو پھول چننے کو حوریں جناں سے آتی ہیں

۹

وہ مدح کس کی جو ہمشکل ہے پیمبر کا
کھلا ہوا گل چہرہ ریاض حیدر کا
پسر حسین کا پیارا بھتیجا شبیر کا
نظر کا نور اجالا امام کے گھر کا
جوان کے چہرۂ تاباں کا ذکر آجائے
چراغ حسن کا یوسف کے جھلملا جائے

۱۰

گلوں میں سر بسر انجم میں رشک ماہ منیر
وہ ماہ جس سے خجل روئے مہر پرتنویر
چراغ قبر علی نور دیدۂ شبیر
رسول پاک کی اک جیتی جاگتی تصویر
فلک بھی چومنے کو پاؤں جھک کے بڑھتی ہیں
ملک بھی دیکھ کے صورت درود پڑھتے ہیں

۱۱

ستم وہ حسن جوانی غضب وہ جوش شباب
کہ جسکو دیکھ کے حور و نکا بھی ہو دل بیتاب
نمو وہ سبزہ خط کا جو کھو دے آنکھونسے خواب
عذار وہ کہ جو خود ایک دوسرے کا جواب
اشارہ کرتی ہے بینی نبی کے پیارے سے
کیا ہے چاند کو دو ٹکڑے اک اشارے سے

۱۲

بھویں ہیں شان خدا حرفی پہ ٹکی ہو نظر
بنی ہیں مرہم زخم جگر یہی خنجر
گماں ہے اہل نظر کو رسیلی آنکھوں پر
کف علی پہ ہیں لبریز ساغر کوثر
جہاں سے تازہ خبر ہیں یہ ہونٹ لائے ہوئے
ہیں آج کوثر و تسنیم لب ملائے ہوئے

۱۳

تجلی ہو عطر جاں وہ پسینے میں خوشبو
بھر آئیں رشک سے شبنم کی آنکھ میں آنسو
وہ شانے گول وہ دونوں بھرے بھرے بازو
کہ جن پر لوٹ رہے ہیں بٹے ہوئے گیسو
عجب حسن کی دنیا ہے بے ثبات بھی ہے
کہ ایک وقت میں دن بھی یہاں ہے رات بھی ہے

۱۴

یہ ہاتھ وہ ہیں جو ہیں چوم لینے کے قابل
ہنر ہیں عقدہ کشائی کے سب جنہیں حاصل
ہیں دستگیر مثال علی دم مشکل
ہلال ہے جو ہر انگشت کف مہ کامل
ہے جو ذہن رسا سوچ میں جواب کے ہے
دم غروب کرن سر پہ آفتاب کے ہے

۱۵

جو شمع دل ہے تو فانوس نور سینا ہے
کرے جو حور جناں پر حیا کا پردا ہے
دل انکا صبر میں پتھر صفا میں شیشا ہے
نہ مانے گھاؤ کو برچھی کے وہ کلیجا ہے
قدم ثبات کی قوت جہاں دکھاتے ہیں
تو قطب اپنے مقاموں سے سرکے جاتے ہیں

۱۶

صفات وہ ہیں جو سارے جہاں سے بہتر ہیں
امام زادے ہیں ہمصورت پیمبر ہیں
خدا کی دین ہے ہمنام رب اکبر ہیں
بتادیں بت فصحا کو یہ وہ سخنور ہیں
جو شان خلق و کرم وقت گفتگو نکلے
نبی کا رنگ ہو ظاہر علی کی بو نکلے

۱۳

ہوئی حسین پہ کیا چرخ کی ستم رانی
سوا خلیل سے کی راہ حق میں قربانی
غضب ہے پیاس کی دو روز سے ہے طغیانی
غریب باپ نہ بیٹی کو دے سکے پانی
ہوئے ہیں تین دن اور خشک دل کا ساغر ہے
بس اب نصیب میں کچھ ہے تو آب خنجر ہے

۱۴

حسین بشر ہو تو ہوتا ہے دل میں غیر کے گھر
یہی وہ آنچ ہے جس سے پگھلتے ہیں پتھر
اثر سے اس کے ہیں خالی ملک نہ جن و بشر
خوشا نصیب کہ جس باپ کے ہے یہ پسر
سرور دل کا ہے اور آنکھ کا اجالا ہے
یہ اس سے پوچھئے نازوں سے جس نے پالا ہے

۱۹

گھرے ہیں دشت بلا میں امام جن و بشر
طلایہ پھر کے ابھی آئے ہیں علی اکبر
کمر کو کھول کے بیٹھے ہیں فرش راحت پر
ضیائے چہرۂ تابندہ ہے چراغ سحر
خبر رسول نے دی ہے مآل ظاہر ہے
یہ زیست کی شب آخر بھی دم میں آخر ہے

۲۰

قریب بیٹھی ہے ماں شمع اک جلائے ہوئے
نگاہ مستی ہوئی اس پہ جمائے ہوئے
ادھر ہے نیند ادھر اشک ڈبڈبائے ہوئے
مرادیں دل کی خدا سے ہیں لو لگائے ہوئے
تڑپ کے خرمن ہستی پہ برق گرتی ہے
عدو کس بنکے نگاہوں میں موت پھرتی ہے

٢١

خیال یہ ہے کہ ہو جائیگی خزاں یہ بہار
یقین مرگ ہے پہلے سے کیا ہو دل کو قرار
عیاں ہیں رخ سے غم و رنج و یاس کے آثار
جگر میں درد ہے دل میں ہے سوز سینہ فگار
اداسی بڑھ رہی ہے رات گھٹتی جاتی ہے
جب آہ کھینچتی ہے شمع جھلملاتی ہے

٢٢

نظر میں پھرتی تھی جس صبح غم کی بیدردی
شب اجل کی گردش گردوں نے ختم ہی کر دی
دل اور اچھلنے لگا سن کے صبح کی وردی
ہوا سے شمع بجھی رخ پہ چھا گئی زردی
پسر سے یاس ہوئی قلب کا سرور گھٹا
بڑھا سحر کا اجالا نظر کا نور گھٹا

۲۳

چھپا قمر ہوا بے رنگ چرخ مینائی
کہاں ہے اب وہ ستاروں کی محفل آرائی
اس انقلاب نے تاثیر ایسی دکھلائی
جو محو خواب تھے لینے لگے وہ انگڑائی
ہٹائی پلکوں نے اٹھ کر نقاب آنکھوں سے
چلی سیاہی شب لیکے خواب آنکھوں سے

۲۴

یہ خاص وقت مرقع ہے بے ثباتی کا
چھپا یہ نجم فلک پر وہ تارا ڈوب گیا
بدلتا جاتا ہے ہر دم جہان کا نقشا
یہ شمع بزم میں اب ہے کہیں نہ پروانا
کچھ اعتبار بھی اس چلتی پھرتی چھاؤں کا ہے
مسافروں کا قیام اک نشان پاؤں کا ہے

۲۵

ابھی تو کچھ ہے اندھیرا تو کچھ اُجالا ہے
بجھے چراغ پہ نظروں کو کس کا دھوکا ہے
خمارِ شب کا ہے آنکھوں میں اور دھندلکا ہے
ہے اک چھپے ہوئے پردے میں جو نظارا ہے
ہوا کے جھونکے ہیں یا لوگ چلتے پھرتے ہیں
ستارے ٹوٹ رہے ہیں کہ پھول گرتے ہیں

۲۶

بڑھا کچھ اور اُجالا تو پردے اٹھ گئے سب
دھوئیں کی طرح ہوئی منتشر سیاہیِ شب
نظر میں پھول ہی پھول ان میں چھپ گئے کوکب
فریبِ دور کی ہر شے پہ کچھ ہے شک نہ عجب
یہ برگ ہے وہ ثمر یہ شگوفہ وہ گل ہے
کسی کا گیسوئے پرخم نہیں ہے سنبل ہے

۲۷

چمن پہ روپ ہے ہر گل ہے رونمائے بہار
خزاں کی شمع بجھی یوں چلی ہوائے بہار
کچھ اب نظر میں سماتا نہیں سوائے بہار
کہ ابتدا یہ ہے ہر شے کی انتہائے بہار
ہوا ہے سرد کہ غنچوں کے دل پہ گرمی ہے
چمن میں پھول بھی وہ کونپلیں نرمی ہے

۲۸

اکڑتے ہیں حسینان باغ اپنی جگہ
یہ شمع اپنی جگہ وہ چراغ اپنی جگہ
ہیں مست حسن کا پیکر ایاغ اپنی جگہ
شگفتیوں پہ ہے سب کا دماغ اپنی جگہ
کلی چٹکتی ہے جو یہ صدا سناتی ہے
کہ جوش حسن یہ ہے یوں جوانی آتی ہے

۲۹

نمو کا جوش ہے مسکی ہوئی ہے گل کی قبا
امنگ دل کی ابھی اور دیکھیں کرتی ہے کیا
نسیم باغ کی رفتار ہے جنوں افزا
بس اب تو رہ چکا سالم حیا کا بھی پردہ
صبا نے پیچ میں ڈالا ہے زلف سنبل کو
تبسم پھاڑ کے نکلی ہے دامن گل کو

۳۰

ہے گو کہ غم کی سحر شبنم اشکبار نہ ہو
گل اسطرح ہو شگفتہ کہ دل فگار نہ ہو
ہنسی یہ اپنی کوئی غنچہ شرمسار نہ ہو
ابھی حسین یہاں موجود کیوں بہار نہ ہو
وہ وقت دور ہے سامان غم ہنسا رہے
کفن کو لالۂ خونیں کفن چھپائے رہے

۳۱

ہر اک شجر سے نمایاں ہے شان رب قدیر
خبر ہیں ورق برگ پر ہے کیا تحریر
ہر ایک غنچہ ہے سربستہ راز کی تصویر
قفس میں طائر رنگ چمن ہوا ہے اسیر
یہاں ٹھیک نہیں قسمت آزمائی کا
خزاں کا جو ہے وہی وقت ہے رہائی کا

۳۲

ہوا ہے نور سحر سے جہاں کا دل روشن
طیور کرتے ہیں تحمید خالق ذوالمنن
ثنا ادا ہے خموشی سے کرتی ہے سوسن
بنی ہے اوس کے قطروں سے خوشنما سمن
یہاں جھومتے ہیں بار فرض اترتے ہیں
شجر زمین تک آ آ کے سجدے کرتے ہیں

٣٢

جدال میں یاد تو ذکر اله لب پر ہے
وہاں شوق شہادت میں دوش پر سر ہے
نہ فکر قتل نہ پروائے تیر و خنجر ہے
خیال بھی نہیں کرتے کہ کتنا لشکر ہے
ڈران سے خاک ہو جنکو خدا کا خوف نہیں
ادائے قرض کی دھن ہے قضا کا خوف نہیں

٣٣

نماز صبح کا ہے وقت آگئے ہوشیار
کہاں تھا باغ کہاں تھا چمن کہاں تھی بہار
ہے اب خزاں کا مرقع رسول کا گلزار
بغیر آب ہیں پژمردہ سارے گلرخسار
عوض وضو کے تیمم کو ہاتھ اٹھاتے ہیں
اشارہ خاک سے یہ ہے کہ مجھ میں سماتے ہیں

۳۵

اذاں میں اکبر مہرو کی وہ خوش الحانی
صدا میں سوز کہ آہن بھی جس سے ہو پانی
وہ جزر و مد نہ وہ دریاؤں کی ہے طغیانی
تھمی ہے اپنی جگہ پر ہوائے طوفانی
بڑھا سکوت کہ طرز سخن جہاں بھولا
ستارے قطب بنے گردش آسماں بھولا

۳۶

نبی کے باغ کا بلبل چہک رہا تھا ادھر
جواب دیتے تھے سدرہ سے جبرئیل ادھر
جہاں تھا محو کسی کو نہ تھی کسی کی خبر
ہوا رکی تھی کہ تصویر بن گئے تھے شجر
سنا سکے نہ چٹکنے کی بھی صدا غنچے
کہ گوش ہوش بنے ہو کے نیم وا غنچے

۳۷

جہاں میں گونج رہی تھی اثر بھری آواز
خدا کے ذکر میں لحن رسول کا انداز
دکھا رہا تھا اثر تشنہ لب کے دل کا گداز
بنا ہوا تھا زباں تین دن کی پیاس کا راز
اُٹھی وہ ہوک کہ سب دل پکڑ کے بیٹھ گئے
زبان خشک کے کانٹے جگر میں بیٹھ گئے

۳۸

اذاں تمام اقامت بھی ختم ہو چکی جب
ہوئے نماز میں مصروف بادشاہ عرب
صفیں جما کے عقب میں عزیز دوست تھے سب
اجل کا شوق دلوں میں ہے حضورِ رب
یہ مدعا ہے جو سب مل کے سر جھکاتے ہیں
کہ ساتھ سید و آقا کے ہم بھی آتے ہیں

نماز ختم ہوئی تھی کہ تیر آنے لگے
صفوں سے اُٹھ کے مصلّی پر سے جانے لگے
دلیر سینوں پہ تن تن کے زخم کھانے لگے
جگر کو سید لولاک کے بچانے لگے
اُدھر کا رخ تھا جدھر راہ جنت آگے تھی
امام پیچھے کھڑے تھے جماعت آگے تھی



وہ ایک اک کی وغا اور وہ ایک اک کی جدال
جو کھینچی تیغ تو کر دی زمیں خون سے لال
جدھر اُٹھا دیا گھوڑا وہ صف ہوئی پامال
کیا وہ حال جو طوفاں میں ہو جہاز کا حال
جو دم بھی لے نہ سکا مانگتا وہ کیا پانی
فنا کی سیل تھی پیاسوں کی تیغ کا پانی

۴۱

ادا جو حق وفا سے وفا شعار ہوئے
امام لاش پہ اک اک کی اشکبار ہوئے
پھر اسکے بعد عزیزوں کے سوگوار ہوئے
فدا بھتیجے ہوئے بھانجے نثار ہوئے
سدھارے فضل بھی جعفر بھی منہ کو موڑ گئے
جو زور بازوؤں میں تھا وہ بھائی توڑ گئے

۴۲

نہ رونے پائے تھے جی بھر کے انکو شاہ امم
کہ ہاتھ ہو گئے عباس کے بھی تن سے قلم
جھکا زمین کی جانب جو تھرتھرا کے علم
کمر کو تھام کے صدمے سے آپ ہو گئے خم
زمین سیاہ ہوئی آسمان سیاہ ہوا
چھپا وہ چاند نظر میں جہاں سیاہ ہوا

۴۳

کھینچی حسام لعیں تاب جنگ لا نہ سکے
بچایا دشمنوں سے موت سے بچا نہ سکے
یہ پارہ پارہ تھے اعضا کہ آپ اٹھا نہ سکے
اٹھا لیے علم و مشک لاش لا نہ سکے
یہ یوں بھی دل پہ چھری غم کی آہ آہ پھرے
جگر پہ داغ لیے شاہ دیں پناہ پھرے

۴۴

لیے جو مشک و علم آئے سید مظلوم
کہاں ہے لاش یہ چلائیں زینب و کلثوم
امام روئے تو آہ و بکا سے پڑ گئی دھوم
جہاں تھی مشک وہاں جمع ہو گئے معصوم
نہ ایک قطرہ بھی ہنگام جستجو نکلا
عوض میں پانی کے مشکیزہ سے لہو نکلا

۴۵

غم سے گرد تھے سب اہل بیت برہنہ سر
بپا تھا خیمہ میں فریاد و آہ سے محشر
اس اضطراب میں زینب کی جو پھری کہ نظر
کمر کو باندھ رہے تھے کھڑے علی اکبر
عیاں تھا آنکھوں سے غصہ بھی بردباری بھی
نگاہیں کہتی تھیں رخصت کی اب ہماری بھی

۴۶

پکاریں دختر زہرا یہ کیا یہ کیا مری جاں
سدھارنے کا ارادہ ہے کیا سوئے میداں
بچھڑ کے گھاؤ دو کیا جاؤ تم پھوپی قرباں
یہ داغ اٹھایا تو جیتی رہے گی کاہے کو ماں
نظر میں چاہیے بیکس پدر کی حالت بھی
کمر تو توڑ چکی کھوؤ گے بصارت بھی

۴۳

ادب سے جوڑ کے ہاتھوں کو بول اٹھے اکبر
جو میں نہ جاؤں تو کیا جائیں سبط پیغمبر
میں آپ کا ہوں غلام اور وہ جان پیغمبر
فدا رسول نے بیٹے کو کر دیا جن پر
علی کے راحت جاں فاطمہ کے پیارے ہیں
میں پیارا آپ کا ہوں وہ خدا کے پیارے ہیں

۴۴

اگرچہ بڑھ کے نہیں باپ ماں سے حق میرا
جو تم کو روک لوں جانے سے سوئے دشت وغا
مگر کئے ہیں جو دو لال اپنے بھیّہ فدا
یہ فدیئے دیکے بھی ہے ہے ہوئی نہ رد بلا
تباہ کرکے پھوپی کو چلے کہاں بیٹا
مری کمائی ہوئی مفت رائیگاں بیٹا

۲۹

یہ لاجواب سخن سن کے کچھ دیا نہ جواب
جگر میں ہوک اٹھی اور دل ہوا بیتاب
پکاریں عون و محمد کدھر ہو آؤ شتاب
یہ وقت جنگ ہے پیارو کہ وقت راحت و خواب
نواسے کس کے ہو کیسے جری کے پوتے ہو
سدھارے جانب باغ ارم کہ سوتے ہو

۳۰

بچوں کا دیکھ کے یہ حال رو دیے اکبر
کہ لاشیں ہو گئیں دو بھائیوں کے پیش نظر
کچھ ایسے درد سے روئی تھیں دختر حیدر
کہ جمع ہو گئے سب اہل بیت پیغمبر
نظر میں دوسری تصویر پھر گئی غم کی
اداسی رہ گئی عبرت کو صف پہ ماتم کی

٥١

ابھی تو ہائے کوئی حوصلہ نہیں نکلا
دلہن نہ بیاہ کے لائے نہ سہرا دکھلایا
پکاری ماں کہ میں صدقے گئی چلے بیٹا
اسی لیے تمہیں کیا دکھ اٹھا کے پالا تھا
کلیجہ سینے میں رہ رہ کے کوئی ملتا ہے
سنبھال اے علی اکبر کہ دم نکلتا ہے

٥٢

میں یہ بھی کہہ نہیں سکتی کہ جان دینے نہ جاؤ
مرادیں مانگنے والی کو اپنا داغ دکھاؤ
سدھارو شوق سے اور برچھیاں کلیجہ پہ کھاؤ
بچا سکو تو پیمبر کے لخت دل کو بچاؤ
سمجھ چکی ہوں کہ یہ داغ آج اٹھانا ہے
کہ فاطمہ کو قیامت میں منہ دکھانا ہے

۵۲

کہا پسر نے کہ اے نخل بوستان رسول
ہے برقرار اسی دم سے جہاں میں شان رسول
یہ رخ ہے روئے نبی یہ زباں زبان رسول
میں ہوں شبیہ پیمبر تو آپ جان رسول
کسی پہ بھی یہ مدارج نہیں عیاں بابا
کہ مجھ میں آپ میں ہے فرق جسم و جاں بابا

۵۳

یہ حال دیکھ کے نزدیک آئے شاہ امم
گلے لگا کے پسر کو کہا بہ دیدۂ نم
عبث بناتے ہو کیوں ایک اک کو کشتۂ غم
تمہارے برچھیاں کھانے سے بیخ کنی ہے ہم
ضعیف رہنے کے قابل اس انجمن میں نہیں
درخت خشک سے زینت کوئی چمن میں نہیں

۵۵

سحر میں رو کے پکارے یہ امام انام
نہیں ہے فوج شہیداں میں کیا غلام کا نام
یہ سن کے رونے لگے بادشاہ عرش مقام
سنبھالا صبر کا ساغر تو چھلکے آنکھوں کے جام
کہا کہ دیکھیں گے جو کچھ خدا دکھائے گا
جواں پسر کا بھی لاشہ یہ پیر اٹھائے گا

۵۶

ہوا جو شور فغاں بنت مرتضیٰ نے کہا
خدا کے واسطے لے بیبیو یہ کرتی ہو کیا
چلا ہے پہلے پہل جنگ کو مرا بچا
مرادیں مانو کرو فتح کی خدا سے دعا
شگون بد یہ ہے سب اشک کیوں بہاتی ہیں
اٹھا چکی ہوں جو دو داغ وہم آتے ہیں

۵۵

یہ کہہ رہی تھیں کہ دل خود بخود دھڑکنے لگا
سرشک بنکے ہر اس آنکھ سے ٹپکنے لگا
کلیجا سینے میں پھوڑے کی طرح پکنے لگا
ہر ایک دختر زہرا کے منہ کو تکنے لگا
طبیعت اسقدر امڈی کہ جان کھونے لگیں
سبھوں کو منع کیا لیکن آپ رونے لگیں

۵۶

...کار سے پونچھ کے آنسو یہ اکبر ذیجاہ
یہ حال کیا ہے پھوپھی صبر کیجئے للہ
رسول پاک کا صدقہ خدا پہ رکھیے نگاہ
کہا سدھارو میں صدقے گئی سو جنگاہ
اٹھے تھے ہاتھ کہ تھرا کے گر پڑیں زینب
بلائیں لینے میں غش کھا کے گر پڑیں زینب

۵۹ مطلع

جہاں سے اکبرِ شیریں سخن کی رخصت ہے
نبی کے باغ سے گل پیرہن کی رخصت ہے
سفر میں آہ غریب الوطن کی رخصت ہے
چمن سے آج بہارِ چمن کی رخصت ہے
جواں پسر کی جدائی پہاڑ ہوتی ہے
نظر میں باپ کی دنیا اُجاڑ ہوتی ہے

۶۰

یہ وہ پسر ہے کہ نازوں سے جسکو پالا ہے
یہ وہ قمر ہے اندھیرے گھر کا جو اُجالا ہے
یہ وہ ثمر ہے جو لذت میں سب سے بالا ہے
یہ وہ شجر ہے جو اب خشک ہونے والا ہے
شباب مرگِ جوانی کے انتظار میں ہے
غضب ہے دخلِ خزاں موسمِ بہار میں ہے

٦١

پہنچے جو لڑنے کو اکبر اجل بھی ساتھ چلی
نبی کی شان سے تیغ فرس پہ آکے چلی
کیا سلام پدر کو عنان عقاب[١] کی لی
قدم کے فیض سے جنگل بنا نجف کی گلی
سرور باپ کا بخت جگمگاتا چلا
نظر کا نور بھی نور نظر کے ساتھ چلا

[١] گھوڑے کا نام ١٢

٦٢

امام دہ گئے تکتے پسر روانہ ہوا
اشارہ باگ کا توسن کو تازیانہ ہوا
زمین رن کی ہلی مضطرب زمانہ ہوا
شروع معرکہ حرب کا فسانہ ہوا
غبار دود کی تا دشت جنگ چھانے لگی
فرس کی ٹاپوں کی آواز دل ہلانے لگی

٦٣

نظر ہے فوج پہ جاتے ہیں باگ اٹھائے ہوئے
شکن جبیں پہ تو ابرو پہ بل ہیں آئے ہوئے
جناں کے شوق میں دنیا سے منہ پھرائے ہوئے
سمیٹے دامنوں کو آستیں چڑھائے ہوئے
پلٹ پلٹ کے جو قبضے سے آنکھ لڑتی ہے
وغا کا جوش ہے تلوار اچھلی پڑتی ہے

٦٤

وہ لو ہے نعل در آتش کہ جل رہی ہے زمیں
قدم کا اس کے کہیں ہے نشاں نہیں ہے کہیں
کلائیاں ہیں کہ حوروں کے ساعد سیمیں
ہوا ہوں دیکھ کے رفتار ہوش آہو چیں
یہ صاف جلد نہیں ہے بتیں حریر کی ہیں
کنوتیاں ہیں کہ جنبش میں بھالیں تیر کی ہیں

۶۵

مثالِ گیسوئے مشکیں ہے یالِ عنبر بیز
ہوا سے دشت نہ ہو کس طرح جنوں انگیز
صبا کے ہوش بھی کرتے ہیں ہمسری سے گریز
پھر آج توسنِ عمرِ رواں سے بھی ہے یہ تیز
یہ وجہ خاص ہے جلدی قدم اٹھانے کی
کہ ہے سوار کو عجلت جناں میں جانے کی

۶۶

پہونچ کے سر پہ لعینوں کے وہ دلیر رکا
جو دیکھا نیزوں کا جنگل علی کا شیر رکا
سوار جم سے گئے کاووں کا ہیر پھیر رکا
غبار بیٹھ سکے شبدیز اتنی دیر رکا
رجز کا وقت ہے غصہ سے رخ پہ لالی ہے
زبانِ تیغ بھی کچھ اب تو کہنے والی ہے

۶۳

ہنسا جو یہ تو تڑپ کر وہ برق حسن گری
تو اس کے ہوش روانہ ہوئے نظر جھپکی
کہا کسی نے کہ لو آ گئے جناب نبی
پکارا کوئی کہ ہاں بیکسی نہ دیکھی گئی
جو کھینچ لایا یہاں تک لہو کا جوش یہ ہے
اب ان سے کون لڑے ہر طرف خروش یہ ہے

۶۴

علی کی صاف ہے چتون نبی کی صورت ہے
ادھر ہے شان امامت اُدھر نبوت ہے
ملی ہے جس میں صباحت بھی وہ ملاحت ہے
ثمر تو ایک مزے دو خدا کی قدرت ہے
نبی کی شان ہے شیر اله کا پرتو
اسی ستارہ میں ہے مہر و ماہ کا پرتو

۶۹

پکارا سنکے یہ تقریر شہ کا ماہ جبیں
رسول کا تو یہ ڈر اور خدا کا خوف نہیں
یہ کونسی ہے شریعت یہ کونسا آئیں
کہ قتل سبط نبی پر کھنچے ہیں خنجر کیں
جہاں میں احمد و حیدر نہیں بتول نہیں
ارے شبیہ پیمبر ہوں میں رسول نہیں

۷۰

جو اپنی حد سے گذرتے ہیں اور ہیں وہ بشر
نبی نہ جانو کہ سبط نبی کا ہوں میں پسر
محمد رسول سے نسبت ہے مثل شاخ و شجر
رگوں میں دوڑ کے آیا ہے خون پیغمبر
اسی سے جلوہ فروز رخ رسول ہوں میں
شجر سے جو نہیں ابتک جدا وہ پھول ہوں میں

۱۷۱

پکارا شمر بڑھو آگے دل میں خوف نہ کھاؤ
سنبھالو برچھیاں حملے کرو زباں نہ لڑاؤ
اگر ہو طالب دنیا تو دیں سے ہاتھ اٹھاؤ
حسین کا ہے یہ دلبند اسکو نیزے لگاؤ
جئیں گے غم میں نہ ہرگز یہ جان حضرت ہے
اخیر جنگ کی بھی سر کی تو پھر فراغت ہے

۱۷۲

یہ سنکے باجے بجے جنگ کو بڑھا لشکر
نہال باغ نبی پر برستے ستم کے تیر
عمود اٹھے ہوئیں تیغیں نیام سے باہر
کھنچیں کمانیں جھکے نیزے تیر ہو گئے سر
ادھر بھی غیظ دلاور کو برمحل آیا
پڑی جبیں پہ شکن ابرو نپہ بل آیا

٦٢

اٹھا وہ ہاتھ وہ شمشیر سر شگاف گری
تڑپ کے برق سر وادی مصاف گری
قریب تیغ چمک دور دور صاف گری
پکاریں ڈر کے یہ پریاں میان قاف گری
جنوں میں دھوم اسی شمشیر بے دریغ کی ہے
لگی کی آگ جہاں میں یہ آنچ تیغ کی ہے

٦٣

ہوئی نیام سے باہر وہ تیغ رن کانپا
کیا جو شیر نے نعرہ تمام بن کانپا
کڑی نگاہ پڑی جس پہ تن بدن کانپا
حسام چھوٹ پڑے دست تیغ زن کانپا
پڑی تھی جان جو لرزے میں نیزہ بازوں کی
زباں بنی تھیں سنانیں دلوں کے رازوں کی

۷۵

چمک ہے تیغ کی جادو نہ کیوں نظر باندھے
جو پنکھے اڑنے لگے مرغ جاں تو پر باندھے
گرہ کشا بھی ہے عقدہ کوئی اگر باندھے
یہاں سوار ہے رہوار یوں ہے سر باندھے
جبیں بھی زد سے ہے محفوظ اور جگر بھی ہے
خدا کی شان فرس بھی ہے اور سپر بھی ہے

۷۶

یہ وہ فرس ہے جو خوش رو بھی خوش قدم بھی ہے
نظر شناس بھی ہے اور وفا شیم بھی ہے
جو باگ چھوڑ دے راکب تو دور دم بھی ہے
نظر میں سرحدِ ہستی تو کیا عدم بھی ہے
سبک روی میں عجب شان ہے روانی کی
پڑے بھی ٹاپ تو بگڑے نہ لہر پانی کی

۶۳

برش کے سامنے یکتائے روزگار تھے دو
ہر ایک ضرب میں مرکب تھے دو سوار تھے دو
بڑی یہ بات نہیں ہے کہ چار چار تھے دو
جو زد پہ آگئے پھر سو تھے دو ہزار تھے دو
دو دھاری تیغ جو پورا اثر دکھاتی تھی
عدم کو روح بھی دو حصے ہو کے جاتی تھی

۶۴

سمند جس طرف آیا وہ بھیڑ چھٹنے لگی
پرے سمٹنے لگے صف پہ صف الٹنے لگی
جو منہ کی کھائی تو ہمت دلوں کی گھٹنے لگی
چھپیٹے کھا کے ہر اک موج بھی پلٹنے لگی
دلوں میں خوف سمایا قیامت آنے کا
ہوا نے تیغ نے الٹا ورق زمانے کا

۷۹

جو اسکے سامنے آیا وہ بید رنگ کٹا
کمر سوار کی اور بادپا کا تنگ کٹا
گری جو سر پہ چمک کر تو خود سنگ کٹا
رگوں میں ہو گئے جو گذری لہو کا رنگ کٹا
بچا نہ اُسکے اثر سے دم روانی ایک
کنارِ نہر تھا اعدا کا خون پانی ایک

۸۰

ہوائے تیغ جو چلتی تھی ہر طرف فر فر
مثال برگ خزاں دیدہ اڑ رہے تھے سر
عیاں تھے خون کے دریا میں ہر جگہ پہ بھنور
اٹھا تھا کشتیٔ عمر رواں کا بھی لنگر
تتر بتر ہوئے افسر نشان چھوٹ گئے
جہاز غرق ہوئے بادبان ٹوٹ گئے

۸۱

قلم میں کس کے ہے انشائے جنگ کی قدرت
بنا تھا صفحۂ ہستی مرقع عبرت
اک امتیاز سے بڑھتی تھی یوں ہر اک آیت
غلط کتاب کی ہوتی ہے جس طرح صحت
خطوط تیغ کھنچے تھے ورق الٹتے تھے
نظر میں فوج کا دفتر تھا جسم کٹتے تھے

۸۲

چمک وہ برق ہے یا تیغ شعلہ بار کی ضو
یہ پھیلا ہے کہ بھڑکے ہوئے چراغ کی لو
شعاع مہر بباطن تو ظاہرا مہ نو
پڑا جو عکس بھی اسکا تو جل گئے سو سو
جہاں میں شور فغاں خوف سے کہاں نہ اٹھا
جلا گئی جسد و جاں کو اور دھواں نہ اٹھا

۸۳

تلاش کرتا تھا دہشت سے ایک ایک آڑ
بناؤ خاک ہے جب نصیب میں ہو بگاڑ
پڑاؤ فوج کا ویراں تو چھاؤنی تھی اجاڑ
قریب تھا کہ جگہ چھوڑ دیں لرز کے پہاڑ
ٹھہر نہ سکتے تھے دم سانس الٹی جاتی تھی
ہوا بھی کھا کے تھپیڑے پلٹتی جاتی تھی

۸۴

ہراس و خوف تھا طاری سماک تا بہ سمک
زمیں پہ تیغ کا شعلہ تھا آسماں پہ لپک
فرس کی گشت سے ہلتا تھا دشت کوسوں تک
پہنچتی تھی سر گاو زمیں پہ سم کی دھمک
وہ زلزلے تھے کہ ہر چیز ڈگمگاتی تھی
لرز لرز کے طنابیں زمیں تڑاتی تھی

۸۵

روان ہوئی تھیں جو روحیں جہاں سے سوئے عدم
فتادہ تھے تن بے حس مثال نقش قدم
حواس جنکے تھے گم اور ہاتھ پاؤں میں دم
فرار ہو گئے وہ رن میں ہوکا ہے عالم
زمیں پہ لاشے ہیں یوں پتلیاں پھرائے ہوئے
چراغ جیسے پڑے ہوں بجھے بجھائے ہوئے

۸۶

ہوئے فرار چلا جب کسی کا مکر نہ کید
نہ عمرو بکر تھے پیش نظر نہ خالد و زید
یہاں تھا شمر صفوں میں چھپا ہوا تھا ورید
کھڑا تھا گھات میں ضیغم کہ آئے پھر کوئی صید
وغا کو اور تو کوئی نہ حیلہ جو نکلا
غضب میں ایک ستمگار و تند خو نکلا

۴۴

اٹھا کے ہاتھ میں بھالا بڑھا جو ظلم شعار
سنبھل کے رخش پہ اکبر بھی ہو گئے ہشیار
غبار دشت سے اٹھا کہ دن ہوا شب تار
لیا پہاڑ کے دامن میں آہوؤں نے قرار
چراغ شام کی پیدا تھی ضو سنانوں میں
طیور بیٹھ رہے تھے دن سے آشیانوں میں

۴۵

کیا نکل کے جو نعرہ تو گونج اٹھا جنگل
گمان دیو کا ہوا اس قدر قوی ہیکل
چلا جو تھا طمع زر میں عقل کھو کے وہ ول
بہانہ پا کے لگا لائی اپنے ساتھ اجل
بچھا کے چاشنی حرص کار نیش کیا
اسد کے سامنے فربہ شکار پیش کیا

۸۹

تڑپ میں برق تھے مرکب کڑی جو رانیں تھیں
بلا کے گھوڑوں میں کس بل بلا کی چالیں تھیں
ستم تھیں نیزوں کی انیاں غضب کمانیں تھیں
تھیں ناگنیں کہ نکالے ہوئے زبانیں تھیں
دو طرفہ بندھنے لگے بند طعنیں چلنے لگیں
سنانیں لڑنے میں چنگاریاں نکلنے لگیں

۹۰

ادھر جدال پہ سرگرم تھے علی اکبر
قریب بڑھ کے دل تھامے ماں کھڑی تھیں ادھر
غرض یہ تھی کہ ملے دم بدم پسر کی خبر
جگر پہ ہاتھ تھا اور روئے شاہ دیں پہ نظر
تغیرات رخ بیمثال دیکھتی تھیں
اس آئینے سے لڑائی کا حال دیکھتی تھیں

۹۱

یہ تھا خیال بڑھے گی اگر کوئی مشکل
ضرور ہوگا تغیر کہ ہے یہ باپ کا دل
ظفر کی راہ میں ہوگا جو کوئی امر مخل
گھٹے بڑھے گا یہ امید و بیم کا ساحل
کتاب وحی تھی صورت امام ذیشاں کی
کھلی تھی سامنے آنکھوں کے فال قرآں کی

۹۲

رخ پدر پہ جو تشویش کے نہ تھے آثار
تو خوش تھا ماں کا بھی دل شکر کرتی تھیں ہر بار
ہوا ادھر جو تغیر گیا ادھر بھی قرار
پکاریں قتل ہوا رن میں کیا مرا دلدار
جو کچھ گذر گئی ہو کیوں چھپایئے آقا
خدا کے واسطے جلدی بتایئے آقا

۹۳

پسند آپ نے حسرت سے کی فلک پہ نگاہ
بنا تغیر رخ اضطراب دل کا گواہ
عزیز جان سے گھر بھر کو تھا جو دلبر شاہ
ہر ایک بی بی سراپا تھی غم سے نالہ و آہ
تپاں تھے قلب جو ہمشکل مصطفیٰ کیلئے
سروں کے بال کھلے ہاتھ اٹھے دعا کیلئے

۹۴

کہا امام نے گھبرائیے نہ بہنیں ہے مقام
خدا کے فضل سے زندہ ہیں اکبر گلفام
وغا کو آیا ہے اک پہلوان لشکر شام
بہت شریر ہیں وہ بیباک اور قوی اندام
خدا سے عرض کرو اپنے سیمبر کے لئے
کہ مستجاب ہے ماں کی دعا پسر کے لئے

۹۵

دکھے دلوں کی وہ بیوائیوں کی آہ و بکا
دعائیں ماں کے کلیجے کی ہوک سب سے سوا
کہ جس نے باب اجابت کو جا کے کھول دیا
فرشتے بھولے تھے تسبیح عرش ہلتا تھا
دعا بلک کے جو مانگی مراد ملنے لگی
ہر آہ سرد پہ زنجیر عرش ہلنے لگی

۹۶

اٹھیں کرم کی گھٹائیں شراب دے ساقی
برستے دور میں ساغر شتاب دے ساقی
سوال سنکے نہ چپ ہو جواب دے ساقی
جلال کا ہے یہ وقت آفتاب دے ساقی
وہ سرد ہے جو حقیقت بھلا دے جو یخ کی
پسینا ٹپکے تو گل کر دے آگ دوزخ کی

۹۳

اب آئے ہیں تمہارے در پر تو شادکام بھی ہوں
یہ آرزو ہے کہ ساقی شریک جام بھی ہوں
پیئے جو دور تو کچھ خاص اہتمام بھی ہوں
میان بزم پیمبر بھی ہوں امام بھی ہوں
عیاں ہو شان سے اعجاز جذب روحی کا
جما ہی آنے ہی شیشہ کھلے صبوحی کا

۹۴

گدائے خاص ہوں تیرے ہی آستانے کا
اور آج کا بھی نہیں بلکہ اک زمانے کا
میں بے پئے نہیں ہرگز یہاں سے جانیکا
مجھے ہے پینے کا چسکا تجھے پلانے کا
مرا نوشتۂ تقدیر خط ساغر ہے
میں رند توبہ شکن تو قسیم کوثر ہے

۹۹

جو لائے ہوش میں بیہوش کو وہ جرعۂ صہبا
کہ قطرہ قطرہ میں جس کے ہے موجزن دریا
بھریں جھلکا کے جو مینائے مے کو جامِ صفا
انڈیلنے میں ہو پیدا علی علی کی صدا
شراب جام میں جس طرح رنگ پھول میں ہو
علی کے ہاتھ سے ہو کاسہ رسول میں ہو

۱۰۰

نگاہِ شوق کو ہے ربط خوش جمالوں سے
اثر قریب ہے مجھ دل جلے کے نالوں سے
زیادہ جام ہوں گنتی میں دل کے چھالوں سے
کہ ایک رشتہ ہے بادہ پلانے والوں سے
ہر ایک دور میں ہر وقت مطمئن دل ہے
کہ آنکھ مل گئی جس سے مراد حاصل ہے

۱۰۱

ریا سے کام نہیں جام سادہ چاہیے ہے
پلانے پینے میں یکساں ارادہ چاہیے ہے
ہے جتنا ظرف کچھ اس سے زیادہ چاہیے ہے
ضرر بھی نفع دکھادے وہ بادہ چاہیے ہے
چھکا دے یوں کہ نہ پھر عمر بھر ضرورت ہو
لگے جو حلق میں کانٹا تو نسیم جنت ہو

۱۰۲

کھڑے ہیں دھوپ میں پیاسے وہ اکبر گلفام
ہے ایسے وقت میں جز فتح ہر شراب حرام
ابھی نہ لوں گا عرق ریزیوں کا میں انعام
چھلک نہ جائے کہ ہے خشک تین روز سے جام
پہنچ لوں تا لب کوثر تو یوں چھکا دینا
کہ جھوٹی اکبر گلفام کی پلا دینا

۱۰۲

عجیب معرکہ ہے آج طرفہ رد و بدل
کہیں تن سے ہے شمشیر گرسنہ محو جدل
یہ کیا ستم ہے کہ آسودہ ہر طرح ہے وہ پل
یہاں ہے فاقوں میں بس اپنے ہاتھ پاؤں کا بل
اُدھر گھمنڈ ہے دل میں ہجوم لشکر کا
اِدھر فقط ہے سہارا دعائے مادر کا

۱۰۳

رہے نہ آپ میں ہوش میں اب مست بادۂ پندار
خمار بینی کو ہے نشۂ خودی کا اُتار
اگرچہ باد مخالف سے جوش میں ہیں بحار
شریک حق ہیں تو ہر حال میں ہے بیڑا پار
خدا کی دی ہوئی طاقت سے کام لینا ہے
سخن کی ڈوبتی کشتی کو تھام لینا ہے

۱۰۵

پڑا نشان اجابت پہ تیر آہ اُدھر
سنان ہوئی جگر پیلتن کے پار ادھر
بلند جسم قوی اس طرح تھا نیزے پر
لیے تھے ہاتھ میں گویا علی در خیبر
نکال دیتے ہی برچھوں ہو کی دھار گئی
زمیں پہ لاش گری روح سوئے نار گئی

۱۰۶

شریک حال جو غازی کے تھی خدا کی مدد
بلائیں آتی تھیں جو جو وہ ہوتی جاتی تھیں رد
ہوئی نہ فتح میسر ہزار کی جد و کد
اسی طرح سوئے دوزخ گئے کئی مرتد
روانہ ایک کے بعد ایک سوئے نار ہوا
اسد کے سامنے جو آگیا شکار ہوا

۱۰۳

عناں کو پھیر کے میداں سے در پہ خیمہ کے آئے
خدایا حال بھی بیٹے کا باپ کو نہ دکھائے
پسر لبوں پہ زباں خشک بار بار پھرائے
پدر جھکا کے خجالت سے آنکھ اشک بہائے
نگاہیں کہتی ہیں حاضر ہے جان آب نہیں
ادھر سوال کہ پانی اُدھر جواب نہیں

۱۰۴

جری کو جوشِ وغا میں خیال کچھ بھی نہ تھا
کہ کون بھوکا ہے دو دن سے کون ہے پیاسا
رُکے جو لڑکے تو غلبہ ہوا عطش کا سوا
اثر بدن پہ کھلا اسلحے کے جلنے کا
دھواں جگر سے اُٹھا قلب بیقرار ہوا
جہانِ چشمِ جری میں سیاہ و تار ہوا

۱۰۹

فلک پہ کونسی ہے رسم کونسا دستور
کہ تجھکو راحتِ اہلِ کرم نہیں منظور
پلائے تشنۂ خوں کو جو ساغرِ پُر نور
پسر کے واسطے ہو جائے وہ بھی مجبور
پہاڑ کوٹنے ان کی مدد سے تیشے نکلے
زباں سے پیاس کے کانٹے نکل نکل نکلے

۱۱۰

اِک آہ بھر کے دہن میں پسر کے دی جو زباں
تو بیقرار ہوا اور بھی وہ تشنہ دہاں
زباں نکال کے جلدی سے بادلِ نالاں
بہا کے اشک یہ کہنے لگا وہ راحتِ جاں
گذر رہی ہو گی دلِ مضطرب پہ کیا بابا
کہ آپ پیاسے ہیں مجھ سے بھی کچھ سوا بابا

١١١

یہ سنکے آپ نے دی منہ میں ایک انگشتر
کہ دا تھا جسکے نگینہ پہ نام خیر بشر
کہا کہ جاؤ سدھارو بس اب سوئے کوثر
ہوئی جو دیر تو ہوگا زیادہ سوز جگر
سب اس جہاں سے ترستے ہی جائینگے پیاسے
یہ پیاس ساقی کوثر بجھائینگے بیٹے

١١٢

عناں کے شوق میں پلٹا یہ سنکے وہ ذیجاہ
عناں عقاب کی لی رخ کیا سوئے جنگگاہ
دکھاتی جاتی تھی غصہ کی شان گرم نگاہ
پھر اسطرف سے بھی پلٹی شکست خوردہ سپاہ
پھر آکے گھات سے افسر پرے جمانے لگے
دلونکا حال نشان سیہ بتانے لگے

۱۱۲

بشاشت اور بڑھی رخ کی گھر گیا جو دلیر
کہ جیسے گنج روباہ میں ہو بھوکا شیر
تو اس بڑھ کے پکارے سنبھالے شمشیر
کہا یہ ولولۂ دل نے اب نہ کیجئے دیر
زمیں کو یاد رہے آسماں کو یاد رہے
یہ جنگ آج کی سارے جہاں کو یاد رہے

۱۱۳

کہاں ہیں اہل نظر دیکھ لیں یہ رنگ وغا
کہ گھر کے لڑتے ہیں کس طرح ضیغم ہیجا
ہجوم چار طرف سے ہے لشکر شہ کا
ہیں آپ بیچ میں یوں جیسے ابر میں تارا
یہ چار سمت سے فوجوں پہ فوجیں آئی ہیں
حباب آب پہ جسطرح موجیں آئی ہیں

۱۱۵

چلا اُمنڈ کے وہ لشکر، بڑھے وہ ملکے سوار
ہوئے وہ اک متنفس پہ چار سمت سے وار
ڈپٹ وہ گھوڑوں کی اور وہ سلاح کی جھنکار
وہ تیغ ادھر بھی کھنچی برق بن گیا رہوار
طریقہ ہاتھ کی گردش کا بھی نرالا تھا
کہ چاند بیچ میں تھا چار سمت ہالا تھا

۱۱۶

فرس اشارے پہ پھرتا تھا صورتِ پرکار
چمک دکھاتی تھی بجلی کی تیغِ جوہر دار
دہل گئے تھے یہ اعدا کہ چل نہ سکتے تھے وار
مثالِ برقِ غضب ہر جگہ تھی اک تلوار
اُٹھی تھی تیغ کہ خود تیغ زن نشانہ ہوا
کماں کھنچی تھی کہ ناوک فگن نشانہ ہوا

۱۱۷

گھوڑے سے ہوئے ہیں ہزاروں ہیں اور اکیلے ہیں
بہادر کثرت سے فوج ستم کے ریلے ہیں
رضا و صبر سے دکھ ہر طرح کے جھیلے ہیں
کہ بچپنے ہی میں تیغ و سپر کے کھیلے ہیں
اکیلے دو دو کو حسم الا سے مارا
اسے حملے سے اسکو نگاہ سے مارا

۱۱۸

جہان کے شوق میں آگے ہی بڑھے جاتے ہیں
وغا کے جوش میں تن تن کے تیر کھاتے ہیں
جو اہل درد ہیں وہ یہ صدا سناتے ہیں
سر اٹھایئے جلدی کہ تیر آتے ہیں
یہ سینہ چاند سا ان نیزوں سے بچائے ہوئے
ذرا حضور جوانی پہ رحم کھائے ہوئے

۱۱۹

جواب دیتے ہیں تیور کہ موت سے نہیں ڈر
اجل کے وار کو کسطرح روک لے گی سپر
چلیں گلے پہ اسی واسطے ہیں یہ خنجر
مآل پر ہے توجہ شکست میں ہے ظفر
ستان ظلم سے سینہ نہیں چھپاتا ہے
کہ قید غم سے گنہگاروں کو چھڑاتا ہے

۱۲۰

جہاز امت عاصی کا ہے جو طوفانی
تو ہاتھ جان سے دھوئے ہوئے ہیں احمد ثانی
بڑھاتی جاتی ہے ہمت عطش کی طغیانی
پسند بڑھکے ہے کوثر سے تیغ کا پانی
سند وغا میں شفاعت کی پاتے جاتے ہیں
کہ زخم کھاتے ہیں اور مسکراتے جاتے ہیں

۱۲۱

بہا جو خون گئی تن بدن سے تاب و تواں
ہوا چہار طرف سے ہجوم فوج گراں
یہ حال دیکھ رہے تھے امام کون و مکاں
پدر کے سامنے دل پر لگی پسر کے سناں
نہ دیکھے کوئی جو شاہ امم نے دیکھا
پسر کو خاک پہ گرتے امام نے دیکھا

۱۲۲

چھپا جو نور نظر ہو گیا جہاں سیاہ
کلیجا ہاتھوں سے تھامے چلے شہ ذیجاہ
قدم اٹھاتے ہیں آواز پر بحال تباہ
بھٹکتے پھرتے ہیں لیکن کہ سوجھتی نہیں راہ
وہ جب کراہ کے اپنی صدا سناتے ہیں
یہ چلتے چلتے ادھر لڑکھڑاتے جاتے ہیں

۱۲۲

پسر تک آئے بمشکل جو شاہ ہر دو سرا
تو اپنے شیر کو دم توڑتے ہوئے دیکھا
پکارے کیوں علی اکبر مزاج ہے کیسا
کیا اشارہ کہ بولا بھی اب نہیں جاتا
حیات ختم ہوئی اختیار موت کا ہے
حضور آچکے اب انتظار موت کا ہے

۱۲۳

یہ دیکھ کر پس پردہ سے آل سرور دیں
زمیں پہ مادر اکبر پچھاڑ کھا کے گریں
ہلی خیام سے تا حد قتل گاہ زمیں
ارے یہ کیا ہوا کہتی یہ بیبیاں دوڑیں
گرا زمیں پہ بیمار اٹھ کے بستر سے
ہٹا کے پردہ کو زینب نکل پڑیں گھر سے

۱۲۵

اسی اشارہ میں پتلی پھری ڈھلکا
پسینا آتے ہی ماتھے پہ جسم سرد ہوا
جو سانس الٹی تو ہچکی کے ساتھ دم نکلا
بھڑک کے قبل سحر زیست کا چراغ بجھا
پسر کا داغ شہ مشرقین نے دیکھا
مرادوں والے کو مرتے حسین نے دیکھا

۱۲۶

پڑی تھی لاش کہ اٹھا رسول کا [illegible]
کہ آئی کان میں مولا کے یہ صدا یکبار
ارے مرے علی اکبر جو ہو [illegible]
سدھارنا مجھے دکھلا کے آخری دیدار
سہارا دے مجھے قسمت کی [illegible]
نکل سکو گے نہ تم [illegible]

۱۲۷

ہزار حیف کہ پہنچی ہیں کب وہ بالیں پر
یہاں عدم کے مسافر کا ہو چکا تھا سفر
بغور پاس سے دیکھا جو لاش کو جھک کر
رکی تھی سانس ہوا دے رہا تھا زخم جگر
دھواں نکلتے ہوئے دل کے داغ کو دیکھا
مگر بجھا ہوا گھر کے چراغ کو دیکھا

۱۲۸

منہ اپنا پیٹ کے چلائیں زینب دلگیر
نہ انتظار کیا ہائے میرے ماہ منیر
میں تم تک آنے نہ پائی کہ ہو گئے تم اخیر
مٹا دی امتوں نے رسول کی تصویر
خفا پھوپھی سے یہ کس بات پر ہوئے بیٹا
کہ بے ملے سو جنت چلے گئے بیٹا

۱۲۹

بہن کو دیکھ کے چھوٹے امام رخ پھیر
عبا کو روک کے استادہ ہو گئے سرور
کہا نکل پڑیں کیوں گھر سے آپ بے پردہ
پھرایا لاش سے فرزند کی قسم دیکر
زمیں پہ چھوڑ کے بے دفن اپنے دلبر کو
عبا کی آڑ میں تا خیمہ لائے خواہر کو

۱۳۰

بس آرزو کہ ہے سر پیٹنے کا اب یہ مقام
یہ پردہ اہل حرم کا تھا تا حیات امام
نہ کم تھا روز قیامت سے عصر کا ہنگام
حسینیو یہی زینب تھیں اور مجمع عام
سروں سے چادریں بلوے میں چھینی جاتی تھیں
رسول زادیاں بالوں سے منہ چھپاتی تھیں

تمام شد

مطبوعہ

سلطانی پریس ابراہیم رحمت اللہ روڈ

بمبئی نمبر ۳

کتبہ ممتاز علی سید علی اثر دہلوی مقیم بمبئی نمبر ۳

۱

گو اسیر قفس حرص و ہوا میں بھی ہوں
تازہ اک بادہ کش جام ثنا میں بھی ہوں
وارد دشت و غم و درد و بلا میں بھی ہوں
یعنی اک ذاکر شاہ شہدا میں بھی ہوں
قصد مدح سلطان زماں کرتا ہوں
آج میں بھی نئی وادی میں قدم دھرتا ہوں

۲

ہوں وہ بلبل کہ نہیں طرز فغاں سے واقف
گل وہ ہوں جو نہیں بستان بیاں سے واقف
وہ سخن ہوں نہیں نیک جو زباں سے واقف
ہوں وہ رہرو جو نہیں سنگ نشاں سے واقف
بوستاں چاہیے نغمہ سرائی کے لیے
خضر درکار ہے اک راہ نمائی کے لیے

۳

آج تک خوب زمانے میں غزل خوانی کی
ذکر وحشت کی بہت سلسلہ جنبانی کی
ہر طرف دھوم مچی اپنی زباں دانی کی
اب ہوس دل کو ہوئی مدحت سلطانی کی
نغمہ سنجی میں ذرا فرق دکھاتا ہے مجھے
اب زبان بلبل سدرہ سے لڑانا ہے مجھے

۴

کہوں کیونکر کہ ہے اس فن میں مہارت حاصل
دیکھا لیکن یہی جن سے کھلے دیدۂ دل
کرتا ہے کسب ضیا مہر سے ماہ کامل
ادب آموز ہو کوئی کہ نئی ہے محفل
طرز مداحی سلطان مدینہ سیکھوں
ذکر دربار حسینی کا قرینہ سیکھوں

۵

مدح خوانی امام دوسرا مشکل ہے
حق جو ہے مدح کا وہ مدح و ثنا مشکل ہے
سلسلہ صورت گیسوئے رسا مشکل ہے
ید طولا صفت دست دعا مشکل ہے
وصف انیس سخن آرا ہی نے پایا ہے
ورنہ یہ رتبۂ عالی کسے ہاتھ آیا ہے

۶

مشعل اس راہ میں جو ہے وہ سخن ان کا ہے
جس میں تازہ ہیں بہاریں وہ چمن ان کا ہے
لعل غیرت تاب ہیں جس میں وہ یمن ان کا ہے
جس میں سب ہیں دُرِ مقصود وہ عدن ان کا ہے
صبح امید کا گویا یہ سخن مطلع ہے
جادۂ منزل مقصود ہر اک مصرع ہے

ایسے گو اور بھی گذرے ہیں ثنا خوان امام
جن کا دربارِ پیمبر میں ہے مقبول کلام
ہے کہیں صنعتِ تجنیس کہیں جا ایہام
ختم ہے جن پہ فصاحت بھی بلاغت بھی تمام
جاننا فن کا ہے کچھ اور مزا اور ہی کچھ
ہے یہ عنوان تو لیکن بخدا اور ہی کچھ

حبذا فکر رسا طبع خوش نظم سلیس
یہ فصاحت یہ بلاغت یہ مضامین نفیس
کشورِ نظم میں گذرا ہے یہ بےمثل رئیس
ہاں خدا چاہے تو پیدا ہو کوئی اور انیس
مرحلہ پائے خرد سے یہ کبھی طے نہ ہوا
ناظم ایسا تو نہ ہوگا نہ کوئی ہے نہ ہوا

٩

فضل خالق سے طبیعت میں ہے اپنی انصاف
نہ تکبر ہے زبانپر نہ کبھی لاف وگزاف
جس کا جو رتبہ ہو کہہ دیتا ہوں تقصیر معاف
شکر اسکا کہ ہے ظاہر سے سوا باطن صاف
حسد و رشک و عداوت سے بری سینہ ہے
بات جو منہ سے نکلتی ہے وہ آئینہ ہے

١٠

جو ہوں بیجا وہ سخن لب پہ بھی لاتے نہیں ہم
اس گھرانے کی صفت اوروں میں پاتے نہیں ہم
جس کا جو مرتبہ ہو اس کو چھپاتے نہیں ہم
جو ہیں کم مایہ انہیں حد سے بڑھاتے نہیں ہم
مدد غیب کی دل میں جہاں کد آئی
دست بستہ میں کہاں دولت مقصد آئی

۱۱

حق پرستی جو ہمیشہ سے ہے فطرت اپنی
صاف گوئی کے سوا کچھ نہیں عادت اپنی
دل کو دی ہے اسی محبوب نے الفت اپنی
کچھ اسی رنگ پہ مائل ہے طبیعت اپنی
اسی گلزار کا شیدا دل دیوانہ ہے
باہر اس باغ سے جو سبزہ ہے بیگانہ ہے

۱۲

ان سے گو کوئی تعلق نہیں ہو جس کا خیال
دوسروں سے نہ عداوت ہے مجھے کچھ نہ ملال
میں ہوں اک سبزۂ نوخیز گلستان جلال
اسکا عاشق ہوں مگر دل سے ہو کچھ جس میں کمال
انکی الفت میں نہیں غیر سے بیزاری کچھ
بجز انصاف نہیں وجہ طرفداری کچھ

۱۳

ہے ہوس دل کو کہ ہاتھ آئے مجھے یہ اکسیر
یہی عنوان بیاں ہو یہی طرز تقریر
خاص اسی رنگ پر سطح ہو ہر اک تحریر
جس طرح نقش قلمکار کی عکسی تصویر
چرخ پر نور دکھاتا ہے سر نو کس کا
دیکھنے والے بتا دیں کہ ہے پرتو کس کا

۱۴

مطلع

اے قلم مدح میں آج اپنی روانی دکھلا
اے تصور مجھے لطف ہمہ دانی دکھلا
جو تتبع کی ہو شاہد وہ نشانی دکھلا
ہوں میں نو مشق ابھی زور جوانی دکھلا
ہوں مضامین جدا حسن طبیعت مل جائے
کھینچ دے ایسا مرقع کہ شباہت مل جائے

۱۵

ہو اسی رنگ میں پھر طرز سخن بھی ہو الگ
ہو فضا ویسی ہی پھر اپنا چمن بھی ہو الگ
مشک ہی طرح کا ہو اور ختن بھی ہو الگ
طرز توصیف شہ تشنہ دہن بھی ہو الگ
اسی گلشن کیطرح پھولنا پھلنا ہے مجھے
ایک ہی راہ ہے اور بچ کے بھی چلنا ہے مجھے

۱۶

آجکل معترضوں کا یہ مقولہ ہے عام
نظم مضمون کہن کرتا ہے ہر شخص تمام
جامع جملہ صنائع تو ہے اگلوں کا کلام
خالی اب ہو گیا کیا مبدع فیاض انام
آفرینش کہیں خالق کی ہویدا نہ رہی
کیا طبیعت میں کسی شخص کے پیدا نہ رہی

۱۷

کون کہتا ہے مضامین نئے ہوتے ہی نہیں
پھل ملے خاک بنا تخم تو بوتے ہی نہیں
گوہر اشک وہ کیا پائیں جو روتے ہی نہیں
کیا انہیں لطف بقا جان جو کھوتے ہی نہیں
گل کے تن شمع صفت ہو تو پھر دم آتا ہے
خود جو کشتہ ہو یہ اکسیر وہی پاتا ہے

۱۸

چشم انصاف سے دیکھو تو یقیں آئے اگر
ایک اک جنس کے موجود ہیں اب بھی اکثر
وہی اعضا و جوارح وہی روحیں ہیں مگر
پھر نئے شکل و شمائل کا ہے ہر ایک بشر
وصف صورت کدۂ خاک کا ادنیٰ یہ ہے
دیکھ لو صنعت صانع کا تماشا یہ ہے

۱۹

جو ہیں سارق وہی لاتے ہیں پرایا مضمون
ڈھونڈنے والے کو ملتا ہے تازہ مضمون
فکر غائر ہو تو ہاتھ آتا ہے اچھا مضمون
ایک نقطے سے جدا ہوتا ہے سارا مضمون
انہیں الفاظ میں دکھلائی کرامات نئی
بات ہی بات میں ہو جاتی ہے ہر بات نئی

۲۰

عرش پر سیکڑوں صندوق مقفل ہیں دھرے
بھرے ہیں ان میں جو مضامین کے جواہر ہیں کھرے
خود یہ فرماتا ہے خالق جو کوئی فکر کرے
چاہیے دامن خواہش در مقصد سے بھرے
طبع مشکل میں ہے خود عقدہ کشا شاعر کی
ہے کلید ان کے لیے فکر رسا شاعر کی

۲۱

خوف پھر مجکو بھلا معترضوں کا کیا ہو
طبیعت میں جو پیدا ہو تو ڈر پیدا ہو
اچھے مضمون بھی ہاتھ آئیں جو فکر اعلیٰ ہو
ہم یہ کہتے ہیں کہ برا ہو یا بھلا اپنا ہو
کرے بیجا نہ تکبر کہ اک آزاد ہوں میں
جو ہے اللہ کا شاگرد وہ استاد ہوں میں

۲۲

یوں نہ ہو اسکا ہوں مداح جو ہے دین کا شاہ
جسکے رتبہ کی ثنا کرتا ہے قرآں میں اللہ
نفس اپنا جسے فرمائیں رسول ذیجاہ
جسکی معراج کی خود مہر نبوت ہے گواہ
قدم پاک کہاں عقدہ کشا نے رکھا
تجھے وہاں پاؤں جہاں ہاتھ خدا نے رکھا

۲۲

سطوت فرزند بھی ایسی کہ جو سردار زمن
جملہ اوصاف میں مانند شہ قلعہ شکن
ختم شبر پہ زمانہ میں ہوا خلق حسن
جس سے سرسبز رہا دین محمد کا چمن
نہ کبھی بہر شکایت لب اطہر کھولے
صبر کے حضرت شبیر نے جوہر کھولے

۲۳

حرم کعبہ میں پیدا ہوئی حرمت ایسی
نذر سر کر دیا سجدے میں اطاعت ایسی
ہے لقب ایک یداللہ بھی طاقت ایسی
غیر اللہ کے کہلاتے ہیں جرأت ایسی
گو کہ رتبہ کو نہ حیدر کے ذرا بھی جانا
آگے بس حد سے کہ بندوں نے خدا بھی جانا

مطلع ۱

ریحانِ گلزارِ پیمبر پہ خزاں آئی ہے
دشتِ پُر خار میں ہر گل کو قضا لائی ہے
لشکرِ شام کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے
دلبرِ فاطمہ پابندِ شکیبائی ہے
آئے ہیں گھر کو جو امت پہ لٹانے کے لئے
اک چمن ساتھ ہے جنت کے بسانے کے لئے

۲

بھری سرد ہوا کھا رہے ہیں اہلِ حریم
مالکِ خلد ہیں تپتے ہوئے خیموں میں مقیم
ایسے مہمانوں کی اور ہو رہی ہے کیا تکریم
قطرۂ آب کو محتاج ہے کوثر کا قسیم
آلِ سفیان نے یہ بغضِ آہ نکالا کب کا
اُس سے بیعت کے ہیں طالب جو ہے آقا سب کا

۲

شہ ابرار نے سجدہ میں گذاری وہ رات
ہو گئی صرف رضاجوئی باری وہ رات
عمر کا حصہ آخر تھی جو پیاری وہ رات
آنکھوں ہی آنکھوں میں بس کٹ گئی ساری وہ رات
منزل راہ تقرب کی طرف بڑھ کے اٹھے
جم کے بیٹھے تو نماز سحری پڑھ کے اٹھے

۳

بند ہیں باپ اماں راستے مسدود ہیں سب
قید گویا کہ ہے فرزند شہنشاہ عرب
ہے کبھی حبس کی تکلیف کبھی لو کا تعب
بند ہے ساتویں سے آب یہ ہے اور غضب
رنج پر رنج اذیت پہ اذیت دی ہے
صرف روز نہم اک رات کی مہلت دی ہے

٥

وقت وہ صبح کا وہ سرد ہوائے صحرا
جھومنا وہ شجر و نکا وہ گلوں کا کھلنا
وہ لپک سبزے کی طاؤس کی وہ مست صدا
فزوں کچھ یگانگی تھی باغ جنگل کی فضا
چین نظارہ کے ہمارے آ جاتا تھا
سرمئی رنگ نگاہوں میں کھبا جاتا تھا

٦

ہے اسی وقت کی پابند بہار جنت
تازگی روح کو ہوتی ہے تو دل کو فرحت
ہر چمن میں نظر آتی ہے گلوں کی کثرت
عندلیبوں میں ہے پھیلی ہوئی بوئے الفت
کشش حسن دکھاتا ہے ہر اک گل گویا
گل بازی ہے چمن میں دل بلبل گویا

۵

رن میں پھیلا ہوا تھا چار طرف لشکر شام
کمریں مرنے پہ باندھے تھے رفیقان امام
رخصت شاہ سے خیمہ میں بپا تھا کہرام
گرد سیدانیاں بیٹھی تھیں بیچ میں سلطان امام
غم کا ساماں جو وہ قیدی محن دیکھتی تھی
یاس سے بھائی کی صورت کو بہن دیکھتی تھی

۶

ہر جگہ قدرت خالق کی جو تھی جلوہ گری
کرتی پھرتی تھی صبا شوق میں دریوزہ گری
لہریں دریا کی وہ جو بخشیں آنکھوں کو تری
خشک تھا باغ نبی اور ہر اک شے تھی ہری
تھا شفق سے یہ ہویدا کہ ہے خونریز بہار
اوس کہتی تھی کہ آئی ہے غم انگیز بہار

۹

لب پہ یہ تھا کہ نہ اب خیمہ میں کیا آئیگا
یہ تو فرمائیے کب تک مجھے تڑپائیے گا
جان آجائیگی دیدار جو دکھلائیے گا
غم سے مر جاؤنگی تلواریں اگر کھائیے گا
بیبی بھی آپ کے غم نے مجھے مارا بھائی
اور اب کس کا ہے غربت میں سہارا بھائی

۱۰

شاہ کہتی تھی رولاؤ نہ ہمیں رو رو کر
دور ہی وقت سفر ہو نہ زیادہ مضطر
بھوک اور پیاس میں گزرینگے ابھی تین پہر
داغ ہمکو بھی اُٹھانا ہیں بہت سے دلبر
صبر کا وقت ہے رخصت کو کرو کم زینب
کبھی بار آئینگے خیمہ میں ابھی ہم زینب

۱۱

ہمسرِ سبطِ پیمبر سر پہ محمد کا عمامہ باندھا
دیکھ کر شان فلک کہنے لگے صلِ علیٰ
بر میں پہنے جو قبائے حسنِ سبز قبا
آکے دامن سے لپٹنے لگی طوبیٰ کی ہوا
غم کے ساماں تھے مہیا شہِ صفدر کیلئے
دل تڑپنے لگا مرحوم برادر کے لئے

۱۲

حسن دیتا تھا عجب ہاتھ میں کالا رومال
رو دیئے سرورِ دیں آگیا مادر کا خیال
انگلیاں تھیں کہ گہن میں تھے نہاں پانچ ہلال
وہ پھبن جامہ کی وہ چہرۂ زیبا کا جمال
جس طرف کی نگہِ لطف دعائیں لے لیں
اٹھ کے خواہر نے عوض ماں کے بلائیں لے لیں

۱۲

صبح کو باہر نکلنے سے جو کی زیبِ کمر
پھر گئی آنکھوں میں تصویرِ شبابِ حیدر
شوق سے آگئی خود قبضۂ قدرت میں ظفر
دیکھنے والوں کے ٹکڑے ہوئے سینوں میں جگر
اُٹھ کے گرد وہ جو سپر [illegible]
گیا ابر میں پھر مہر [illegible]

۱۳

اسلحہ سامنے آتے ہی ہوا جوشِ وغا
پہنے دستانے تو دل اور بھی دو ہاتھ بڑھا
ہوا پابندِ ثباتِ قدم ایک اک موزا
پھوٹ نکلی تھی ہر اک حلقۂ جوشن سے قضا
جا بجا سبز ستارے سے بدن پر چمکے
بڑھ گئی اور چھبن حسن کے جوہر چمکے

٦

مجمع سیدانیاں تھیں گرد علم برہنہ سر
تھی کبھی سوئے نشاں گہ سوئے عباس نظر
آنکھیں ملتی تھی پھریرے سے کوئی خستہ جگر
ہاتھ اٹھائے کوئی کرتی تھی دعا رو رو کر
حشم و جاہ پہ قائم صدوی سال رہے
یا خدا سایۂ سلطان خوش اقبال رہے

١٥

شہ نے بھائی کو عنایت کیا بابا کا علم
ہوئے عباس علی عجز سے تسلیم کو خم
ضو وہ پنجہ کی خجل مہر کا جس سے چشم خم
گیسوئے حور کو شرماتا تھا کالا پرچم
دوش پر رکھ کے پھریرا جو ہیں لہرانے لگا
بادباں کشتیٔ امت پہ نظر آنے لگا

۱۷

کہہ کے رخصت کا سخن نوشہ ذبیحاہ چلے
ساتھ ہی حضرت عباس حق آگاہ چلے
جتنے گھر کے تھے چہیتے کے وہ ہمراہ چلے
جن سے تھی رونق کاشانہ وہ سب ماہ چلے
شکل امید گئے جان کے کھونے والے
رہ گئے گھر میں فقط بیٹھ کے رونے والے

۱۸

شاہ خیمہ سے جو ہتھیار لگا کر نکلے
چاہنے والوں کو دیدار دکھا کر نکلے
حال پر بیبیوں کے اشک بہا کر نکلے
بار کو امت عاصی کے اٹھا کر نکلے
قتل ہونیکا تباہی کا نہ کچھ دھیان کیا
بخشوانیکا گنہگاروں کے سامان کیا

۱۹

منتظر تھے کمر باندھے رفیق و انصار
ایستادہ تھا قریب در دولت رہوار
بے ادب تھی جو ادھر طالب رزم و پیکار
شہ بتعجیل ہوئے اسپ سبک رو پہ سوار
باگ لیتے ہی نسیم سحری چلنے لگی
نئے انداز سے بن بن کے پری چلنے لگی

۲۰

ساتھ تھے شہ کے عجب ہمت و جرأت کے جواں
جان تک بیچ کے ہیں مول جو بکتی ہو جاں
تن ہو ٹکڑے تو کھلی زخم کی صورت خنداں
گہ رخ شہ پہ نظر گاہ سو فوج گراں
فکر یہ خلد میں جانیکا سہارا پا جائیں
رکھ دیں گردن تہ خنجر جو اشارا پا جائیں

۲۱

وہ حشم فوج خدا کا وہ جوانوں کی نمود
نور رخسارہ و مہر فلک سے افزود
دیکھ کر حسن ملک پڑھتے تھے گردو پہ درود
شور جنت میں یہ تھا آج ہے پیاسونکا ورود
تھی نظر باغ سے رضواں کی بھی جنگل کیطرف
موجیں کوثر کی بڑھی آتی تھیں مقتل کیطرف

۲۲

بھرے غرفے سے نکلے نگراں تھیں حوریں
ان حسینونکی جدائی میں تپاں تھیں حوریں
جمع تھیں چند یہاں چند وہاں تھیں حوریں
محو دیدار تھیں القصہ جہاں تھیں حوریں
بجلیاں حسن کی ہم چشم جو چمکاتی تھیں
آنکھیں ان سب کی دیکھ کے جھپک جاتی تھیں

۲۳

منتظم چار طرف دوڑتی پھرتی تھی صبا
فرش پہلے ہی سے سبزے نے بچھا رکھا تھا
آنکھیں نرگس کی بھی تھیں حسرت دیدار میں وا
پیش تعظیم تھا ہر نخل چمن استادا
کم نظر آتا تھا سرخی میں لہو پھولوں سے
پیشوائی کے لیے نکلی تھی بو پھولوں سے

۲۴

پھول کچھ شاخوں میں کچھ ڈالیوں پر تھے میوے
ذائقے میں وہ بہ از شہد و شکر تھے میوے
جس طرف نہریں تھیں کثرت سے ادھر تھے میوے
پک کے پھٹتے تھے وہ جو تازہ و تر تھے میوے
دلیں فاقوں کا جو مہمانوں کے غم کھاتی تھیں
ڈالیاں شوق میں ہر بار جھکی آتی تھیں

باغ سرسبز تھے آراستہ تھے قصر تمام
آگے تا پایئں تھے مانند مسافر آرام
بسکہ تھے نرغۂ اعدا میں شہ عرش مقام
گھر میں خاتون قیامت کے بپا تھا کہرام
غم سے تھیں آسیہ و مریم و سارا بیتاب
دل سنبھالے ہوئے تھیں فاطمہ زہرا بیتاب



منتظر تیر فدا بیٹھے تھے کوثر کے قریب
حمزہ و جعفر طیار تھے حیدر کے قریب
سبز پوشان جناں جمع تھے شبر کے قریب
انبیا کا تھا اک انبوہ پیمبر کے قریب
شور تھا سبط رسول الثقلین آتے ہیں
ہر طرف دھوم مچی تھی کہ حسین آتے ہیں

۲۸

دھوپ میں جلتا ہوا آئیگا شبیر مرا
میں نثار اسکے وہ ہوگا مری اُمت پہ فدا
ہونگے ہمراہ تمام اسکے عزیز و رفقا
پائیں آرام تو سب سایۂ طوبےٰ میں ذرا
معتدل ہوکے نسیم اور صبا چلتی رہے
ہونگے آلودہ پسینے میں ہوا چلتی رہے

۲۷

مصطفیٰ کہتے تھے زہرا کا ہے کیا حال بتاؤ
کہو شبیر سے کہ کیا کرتے ہو ماں کو سمجھاؤ
ہیں کدھر ساقیٔ کوثر کو مرے پاس بلاؤ
دور سے آئینگے مہمان نہ اب دیر لگاؤ
ہوں پئے رفع عطش سرد و معطر ساغر
آب تسنیم سے بھر رکھو بہشتی ساغر

۲۹

کے ادریس کریں حسب مراتب تیار
ہونگے پوشیدہ شہید و نکے لباس تن زار
کہو رضواں سے مناسب نہیں دیر اے ہشیار
چمن و نعمت جناں پہلے ہی سے بے تکرار
ایسے مہمانوں کی اور عزت و توقیر نہ ہو
بھوکے دو روز کے سب آئیں گے تاخیر نہ ہو

۳۰

جملہ راحت کے ہوں سامان بہتر کے لئے
قصر الماس بنے دلبر شبیر کے لئے
پر ہوں یاقوت کے دو ثانی جعفر کیلئے
اور اک چھوٹا سا جھولا علی اصغر کے لئے
جس میں تکلیف ہو ایسا کوئی عنوان نہ ہو
ماں کی آغوش سے چھوٹ کے پریشان نہ ہو

۲۱

کہو حوروں سے کہ ماتم کی صفیں جلد بچھائیں
حلقہ باندھے ہوئے غلمان و ملائک بھی آئیں
رونے پائینگے نہ جو صبر کا رنگ غم کھائیں
جتنے غمخوار شہید کے ہیں آنسو وہ بہائیں
شغل نالوں کا ہے اچھا دل پرغم کے لئے
جمع کچھ اشک تو ہوں زخموں کے مرہم کیلئے

۲۲

اس طرف خلد میں آمد کے ہیں کیا کیا ساماں
اور ادھر پہنچے ہیں میداں میں امام دوجہاں
سامنے لشکر کفار کے گاڑے ہے نشاں
چند انصار ادھر ہیں تو ادھر فوج گراں
کوچ نزدیک عدم جانے کی تیاری ہے
لیک اک شیر ہزاروں پہ مگر بھاری ہے

۳۳

دیکھ کر کثرت لشکر کو جری ہیں بیچین
جان کو شوق شہادت میں ہیں سمجھے ہوئے چین
ہیں مگر تابع فرمان امام کونین
سب کو یہ دھیان کہ دیں پہلے رضا ہم کو حسین
دل کٹے جاتے تھے جو دو اک صف لشکر پہ چلیں
تشنگی اور سوا ہوئے تو کوثر پہ چلیں

۳۴

قول بوڑھوں کا تھا جینا تو مناسب نہیں اب
بہتر اس روز سے مرجانے کا وقت آئیگا کب
شوق میں حوروں کے بسمل تھے جوانان عرب
بچے کہتے تھے کہ جانے کے لیے آئے ہیں سب
تھی نظر انکی بھی انجام پہ جو کم سن تھے
چشمکیں ہوتی تھیں ان لوگوں میں جو ہم سن تھے

۳۵

چاہتا تھا یہ ہر اک حق نمک سے ہوں ادا
خون کھولا ہوا تھا تنمیں یہ تھا جوش وفا
رہ نہ جائیں کہیں گر تھا تو یہی تھا دھڑکا
لوٹ جنّت کی تھی ایک اک پہ گرا پڑتا تھا
دل سے موجود تھے آقا کی حفاظت کے لئے
نقد جاں دیکے رہے تھے جنس شہادت کے لئے

۳۶

صف لشکر سے بڑھے سید عالم کئی گام
نگہ غور سے دیکھا طرف لشکر شام
کرچکے حمد الٰہی سے جب آغاز کلام
یوں پس از نعت پیمبر کیا حجت کو تمام
سب میں سیراب کئی روز کا پیاسا میں ہوں
تم تو امت ہو پیمبر کی نواسا میں ہوں

۴۳

تھرتھراتا ہوا آیا تو ہوئی عفو خطا
خم جو گردن تھی تو آقا نے سرافراز کیا
بن رضا جا کے لڑا قتل کیا قتل ہوا
بن پڑی ایسی کہ بخشش میں کوئی شک نہ رہا
لا دوا درد کا خود ڈھونڈھ لیا چارہ بھی
لے لیا خلد بریں دیدیا کفارہ بھی

۴۴

پھر مرے قتل سے کیوں باز نہیں آتے ہو
نہ پیمبر سے نہ اللہ سے شرماتے ہو
یہ سلوک اس سے ہے مہمان جسے بلواتے ہو
کیا دغا پیشہ ہو یوں قول سے پھر جاتے ہو
اس ہدایت سے نہ کوئی رہ حق پر آیا
ہو کے بیتاب فقط حر دلاور آیا

۳۹

حُر کے مرتے ہی ہوا باز در ملک عدم
رن کو جانے لگے انصار امام اکرم
بعد انصار عزیزوں نے کیا قصد ارم
گئے مسلم کے پسر جانب میدان ستم
امتحاں گاہ میں پیاسوں کا جگر دیکھ لیا
ان کا مرنا تھا کہ بس موت نے گھر دیکھ لیا

۴۰

عون جنت کو روانہ ہوئے جعفر نہ رہے
قاسم و اکبر و عباس دلاور نہ رہے
تازگی روح کو جن سے تھی وہ دلبر نہ رہے
گود ماں کی ہوئی خالی علی اصغر نہ رہے
عالم بیکسی و یاس نظر آتا تھا
گھر میں خاک اڑتی تھی دروازہ پہ سناٹا تھا

۴۱

بات ابھی کی ہے کہ جو سینہ سپر ہوتے تھے
پاؤں پھیلائے ہوئے خاک پہ وہ سوتے تھے
ایک اک کیلئے شہ اشکوں سے منہ دھوتے تھے
گاہ اس لاش پہ اس لاش پہ گر روتے تھے
کون تھا تیغوں سے اسوقت بچانیوالا
نظر آتا تھا نہ لاش بھی اٹھانے والا

۴۳

کس خوشی سے رہ خالق میں سہے شبر نے ستم
چہرہ بشاش ہوا دل کو جو پہنچا کوئی غم
جو ہوا قتل کیا شکر بجائے ماتم
رنج ظاہر کیا بیٹے کا نہ بھائی کا الم
چاہی خالق کی خوشی غم نہ کیا اکبر کا
سرخرو ہونیکو خوں منہ پہ ملا اصغر کا

۴۳

درد بھی رنج بھی اندوہ و مصیبت بھی ہے
دوپہر ڈھل چکی ہے وقت حرارت بھی ہے
آپ تنہا ہیں اُدھر فوج کی کثرت بھی ہے
بھوک دو روز کی ہے پیاس کی شدت بھی ہے
نہ شکایت ہے کسی کی نہ گلا کرتے ہیں
جب زباں اینٹھتی ہے شکر خدا کرتے ہیں

۴۴

گرچہ سب رفقا کوئی اِدھر ہے نہ اُدھر
گود کے جو تھے پلے سوتے ہیں وہ ریتی پر
غم جواں بھائی کا ہے کیوں نہ شکستہ ہو کمر
برچھی ہے دل کے لئے یاد شباب اکبر
خون جگر ہو گیا حالت پہ ہر اک دلبر کی
قلب پر تیر لگا دیکھی جو لاش اصغر کی

۲۴

نظر آتا تھا نہ خادم نہ کوئی مونس و یار
سر بزانوئے تفکر تھے امام ابرار
گو شفاعت پہ کمر باندھے ہوئے تھے تیار
پاس رہوار تھا اور ہو نہیں سکتے تھے سوار
جانیوالا بھی نہ تھا روکنے والا بھی نہ تھا
تھام لیتا جو رکاب اب کوئی اتنا بھی نہ تھا

۲۵

عورتیں چند تھیں یا ایک مریض لاغر
وہ بھی افسردہ دل و فاقہ کش و تشنہ جگر
بین ہوتے تھے جو نام شہدائے بیسر
دل پہ اک دم میں پڑتے تھے بہتر نشتر
اٹھ گئے آل وفا ختم ہوئی شان وفا
خون کرتی تھی جگر یاد شہیدان وفا

۴۳

آئی نزدِ فرسِ شاہ وہ خاتون شتاب
تھامی ہیہات لرزتے ہوئے ہاتھوں سے رکاب
جلوہ افگن ہوئے گھوڑے پہ شہ عرش جناب
رنج کی راہ تو وہ پھر گئی با چشم پر آب
ہائے بے قیاس سیدہ مریم و سارا وہ تھی
خواہر سبط نبی دختر زہرا وہ تھی

۴۴

ہر طرف یاس سے تکتے تھے امام دوجہاں
آ گئے جنگ کو چلاتے تھے یہ دشمن جاں
راوی اس وقت کی حالت یہ رقم کرتا ہے بیاں
بی بی اک خیمہ سے ظاہر ہوئی برقع میں نہاں
باہر آنے میں بھی تھی پردہ کی صورت باقی
پوشش ابتک تھی کہ تھی کعبہ کی حرمت باقی

۴۹

کبھی نکلی تھی نہ یوں گھر سے جو وہ نیک شیم
شرم سے کانپتا تھا جسم لرزتے تھے قدم
یہ وہ بی بی ہے جو رتبہ میں ہے فخر مریم
بعد زہرا کے ہے سردار زنانِ عالم
مثل شہ راہ رضا کی ہوئی سالک یہ بھی
دوسرے تاجِ شفاعت کی ہے مالک یہ بھی

۵۰

دو گھڑی میں یہ ہوا چاہتا ہے حشر بپا
تن سے کٹ جائیگا جسدم سرِ شاہِ شہدا
دشمنوں کا نہ کوئی روکنے والا ہوگا
گھر میں درآنہ چلے آئیں گے باغی جفا
مقنعہ منہ کو چھپانے کو نہ چادر ہوگی
جس کا یہ رتبہ ہے بلوے میں کھلے سر ہوگی

۵۱

ظہر کے وقت جو رن میں شہ ابرار آئے
سجدہ کرنیکو تہ خنجر خونخوار آئے
بر سر راہ رضا جوئی غفار آئے
بخشش امت عاصی کے طلبگار آئے
صبر ہر حال میں ہمت کو بڑھائے ہوئے تھا
دھوپ میں چتر زری مہر لگائے ہوئے تھا

۵۲

گرمی اس روز کی تھی گرمی محشر سے نہ کم
تا گلو غرق پسینے میں تھے اہل عالم
چین عنقا تھا تو آرام تھا ہستی سے عدم
زندگی موت سے بدتر تھی گھٹا جاتا تھا دم
سوزش داغ سے آہ اس اُمید میں تھا
تپ بھی اس درجہ کہ لرزہ تن خورشید میں تھا

۵۲

تھی تب و تاب قیامت کی تہِ چرخ بریں
اس طرف پشت تھی اس سمت رخ مہر مبیں
بضرورت بھی نکلتے تھے مکاں سے نہ مکیں
دانہ بھن جاتا تھا گرتا تھا جو بالائے زمیں
کہیں آرام سے ثابت تھے نہ سیارے تھے
سنگریزے تھے کہ دہکے ہوئے انگارے تھے

۵۳

پتے یرقاں کی دہشت سے ہوئے جاتے تھے زرد
ہر نفس موج ہوا کو تھی تلاش گل ورد
اُف رے حدت کہ نہ کھنچتا تھا نفس بھی کوئی سرد
گرد بار نظر آتا تھا میدان نبرد
دل تھے مرجھائے ہوئے پھولوں کے ہار کی طرح
ذرّے میداں میں چمکتے تھے ستاروں کی طرح

۵۵

آبلے بن کے اُبھر آئے تھے پانی پہ حباب
صورت ماہی بے آب تھیں موجیں بیتاب
مچھلیاں تہ سے نہ آتی تھیں اُبھر کر سرِ آب
نفس گرم سے دیتا تھا جگر بوئے کباب
بستہ ہر قطرۂ نیساں تھا یبوست کے سبب
شاخیں مرجاں کی بھی تھیں سرخ حرارت کے سبب

۵۶

زرد تھا صدمت خورشید سے چرخ اخضر
آشیانوں سے نکلتے تھے نہ طائر باہر
ذرے تاباں تھے ہوا میں کہ فروزاں تھے شرر
تھا کباب آتے ہی تا سیخ مژہ مرغ نظر
سانس آتی تھی تو سینوں میں جگر جلتے تھے
طائر وہم کے اڑتے ہوئے پر جلتے تھے

۵۶

دھوپ وہ تیز وہ لو وہ تپشِ دشتِ بلا
آڑ کی گاہ سپر کی کبھی دامن کو جھلا
پھنک گیا جسم ہوا کا کوئی جھونکا جو چلا
یہ صعوبات اور آغوشِ محمدؐ کا پلا
اتنی گرمی تھی پسینہ نہ گرا آتا تھا
اسلحہ گرم جو تھا جسم جلا جاتا تھا

۵۷

دوپہر سے تھے اسی دھوپ میں بے آب امام
پیاس سے اینٹھی تھی خشک زباں وقتِ کلام
سامنے پیتے تھے بھر بھر کے لعیں جام پہ جام
پانی دینا کسی پیاسے کو سمجھے تھے حرام
کرکے جاری نئے آئین بد اطواروں نے
نام اسلام ڈبویا تھا ستمگاروں نے

٥٩

خم کر بار مصیبت سے تو زخمی بازو
لاش جس دوست کی دیکھی نکل آئے آنسو
حدت مہر سے کھولا ہوا تھا تن میں لہو
کبھی فوجوں کو تو دیکھا کبھی سوئے لب جو
گھاٹ روکے ہوئے تھا لشکر بدفر ادھر
بیچ میں تشنۂ خوں آپ ادھر نہر ادھر

٦٠

عرض کرتا تھا کہ اے بادشہ جن و بشر
دیکھیے پیتے ہیں سب آب میں یاں تشنہ جگر
گو پدر آپ کے ہیں ساقی حوض کوثر
لیجیے بیعت حاکم تو ملے گا ساغر
ورنہ تا مرگ بھی قطرہ نہ میسر ہوگا
آب شمشیر سے یہ خشک گلا تر ہوگا

٦١

شہ نے فرمایا کہ او بانیٔ بیداد و جفا
مطمئن دل میں نہ ہو نہر پہ کر کے قبضہ
اب بھی مجبور نہیں دلبر محبوب خدا
خشک ہوتا ہے ابھی گرم نظر سے دریا
تجھ سے قہر و غضب رب علا دور نہیں
بد دعا دوں مگر امت کو یہ منظور نہیں

٦٢

جستجو ہو مجھے پانی کی تو دریا بہ آئیں
سنگ تک تشنہ لبی پر مری پانی ہو جائیں
فکر یہ ہے کہ گنہگار نہ ایذا کوئی پائیں
تعب تشنگی روز قیامت نہ اٹھائیں
ختم حجت یہ ہے پانی نہیں لینا ہے مجھے
امتحاں صبر کا اس پیاس میں دینا ہے مجھے

٦٣

کہہ کے یہ آپ بڑھے پیچھے ہٹا وہ نامرد
فوج نے کی حرکت ہلگیا میدان نبرد
خوف سے رنگ رخ مہر منور ہوا زرد
چھپ گیا چہرہ گردوں یہ اڑی دشت میں گرد
دیکھ کر تیر و سناں جوش ہو کھانے لگا
شور بوق و دف و نے تا بفلک جانے لگا

٦٤

تھے نشاں ظلم فلک کے علم زنگاری
تھا زمانہ کا چلن سرکشی و غداری
شعلہ ور ہیں جو تھا کینہ فوج ناری
بھال ہر تیر کی تھی ہوکی ہوئی چنگاری
برچھیاں اوج دکھاتی تھیں ستمگاروں کا
ڈھالیں کہتی تھیں کہ ہے دور سیہ کاروں کا

٦٥

فوج کفار کا ہر سو سے وہ یلغار وہ غُلو
جنگ کو فخرِ سلیماں سے چلے بگڑ کے عدو
نیزے تانے ہوئے گھر وان عرب صورتِ گیسو
گرد کیتی تھی کہ کمر نے کو سے گیتی کی بھی تو
زلزلے ہیں کہ قدم اپنے ہٹاتی ہے زمیں
کر و میں لیکے طنابوں کو تو ڑاتی ہے زمیں

٦٦

اک سمت کش پہ یہ نرغہ یہ ہجوم اشرار
ایک بھی وہ کہ جوانمرد دل و سینہ فگار
ہر طرف سب جو ہوئی تیروں کی یہ بوچھار
پسرِ حیدرِ صفدر نے بھی کھینچی تلوار
آستیں چڑھ گئی دستِ شہ عالی چمکا
اوج پر صاعقہ تیغ ہلالی چمکا

۶۹

کونسی تیغ زمانے میں ہے ثانی اسکی
ذکر لا سیف ہے عالم میں کہانی اسکی
پوچھے ناریوں سے شعلہ فشانی اسکی
پر جبریل پر اب تک ہے نشانی اسکی
سنگ و آہن بھی حرارت سے گلے جاتے تھے
جو پرے دور تھے پرتو سے جلے جاتے تھے

۷۰

آسماں خوف سے کانپا تو زمیں تھرائی
تھی وہیں برق جہاں ڈھالوں کی بدلی چھائی
تھی شفق خون کی زیر فلک مینائی
جس طرف آ گئے شمشیر قیامت آئی
کونسی جان تھی وہ تن سے جو بیزار نہ تھی
غلغلہ صور کا تھا تیغ کی جھنکار نہ تھی

۶۸

واں ندیرے کی قلم کرکے ... چھوڑ گئی
کی خبر جا کے دہن کی تو زباں چھوڑ گئی
اسکو بیجان کیا کشتہ وہ نشاں چھوڑ گئی
یہ دکاں لوٹ لی بڑھکر وہ دکاں چھوڑ گئی
جو ہو مطلوب قضا اسکی خریدار یہ ہے
رحم دل نے جسے لوٹا ہے وہ بازار یہ ہے

۶۹

جن لرزتے ہیں اگر سوئے شقی جاتی ہے
کوندتی ہے تو چمک تا بہ سما جاتی ہے
جان لینے کیلئے بنکے قضا جاتی ہے
پھر یہ ٹلتی نہیں سر پر اگر آ جاتی ہے
بیحیائی ہے انہیں کو جو بلا کہتے ہیں
فہم جو رکھتے ہیں فرمانِ قضا کہتے ہیں

۱

رتبہ اس تیغ کے ہیں سارے زمانے پہ جلی
سیب جنت سے بنی نور کے سانچے میں ڈھلی
جب سے دست ید اللہ میں اتری تو چلی
زندگی بھر یہ رہی زینت پہلوئے علی
شہ سمجھتے ہیں ادب کرنے کے قابل اسکو
ہمسری فاطمہ زہرا کی ہے حاصل اسکو

۲

زیر راں ہے وہ فرس جس کا نہیں مثل و جواب
گرد مہتاب کے ہالہ ہے کہ پاؤں میں رکاب
تین دن گذرے کہ دانہ نہ میسر ہے نہ آب
ہے ہر اک حال میں ہمدرد شہ عرش جناب
راہ خالق میں ہر ایذا کو بھلائے ہوئے ہے
پشت پر بار امامت کو اٹھائے ہوئے ہے

۴

تابہ قوسین تھی معراج رسول مختار
تابہ جنگاہ ہے معراج امام ابرار
راستے میں کئی بدسے تھے نبی نے رہوار
پشت سے میری نہ اتریگا اگر میرا سوار
نہ جدا ہوگا جو دم بھر وہ مسافر ہوں میں
ساتھ اس راہ میں تا منزل آخر ہوں میں

۳

شہ پہ زرغہ تھا تو غصے میں بھرا آتا تھا کف
پئے پرا غیظ میں روندا تو کچل دی دو صف
ذی خرد رتبہ شناس پسر شاہ نجف
نازیہ تھا کہ میں ہوں فخر براق و رفرف
بڑھ گئے ان دونوں کی رفعت سے بڑی عرش بری
راکب دوش نبی پشت پہ ہے تاج سری

٤٦

ہو گئیں ڈھالوں کے پھولوں سے جدا پنکھڑیاں
یوں جھلم کٹ کے گری سہرے کی جیسے لڑیاں
داستانے تھے کہ پہنے تھے لعیں ہتھکڑیاں
دل کے ناسور دکھاتی تھیں زرہ کی کڑیاں
کھنچ گئی تیغ کی جا موج فنا کی تصویر
چار آئینوں میں پیدا تھی قضا کی تصویر

٤٧

چانزرہ ہو گیا لشکر کا جدھر باگ پھری
پلٹنیں تھیں جو قلم زد تو رسالے نظری
ہر سیہ رو کو ہوئی زیست کی مدت سپری
جس طرف سایۂ شمشیر پڑا برق گری
جی لڑائی سے جگر دار بھی ہارے ہوئے تھے
جو بچے موت سے وہ خوف کے مارے ہوئے تھے

۴۳

بھاگے جاتے تھے پیادے کہیں اسوار کہیں
علم افتادہ کسی جا تھے علمدار کہیں
کہیں لشکر کے سپاہی تھے تو سردار کہیں
رہ گئے لاشوں کے پشتے کہیں انبار کہیں
ہوئے نظروں میں سبک باندھ کے ہتھیاروں کو
روحیں تک پھینک گئیں جسم کے پشتاروں کو

۴۴

قہر حق نے نہ کہیں امن و اماں کو چھوڑا
تیغ نے تیر نہ خنجر نہ کماں کو چھوڑا
نہ علمدار نہ لشکر کے نشاں کو چھوڑا
تاب کو دل نے تو اعضا نے تواں کو چھوڑا
ساتھ کس کس نے نہ ہنگام مدد چھوڑ دئے
خوف شمشیر سے روحوں نے جسد چھوڑ دئے

۷۹

ہوگئی دیکھتے ہی دیکھتے کل فوج فرار
ٹاپتے پھرتے تھے میدان میں کوتل رہوار
نہ سوار اونٹ کے پرے تھے نہ پیادوں کی قطار
جو بہادر تھے بڑے پھینک کے بھاگے ہتھیار
روحیں دوزخ میں جسد جلتے زمین بن میں
تن تنہا شہ دیں جھوم رہے تھے رن میں

۸۰

زور دکھلا کے رکا تھا جو شکستہ بازو
دوش پر تیغ تھی قبضے سے ٹپکتا تھا لہو
سامنے آتا تھا ڈر سے نہ کوئی عربدہ جو
پسر سعد لعیں چیخ رہا تھا ہر سو
کعبہ ڈھاتے تھے جو اس وقت وہ اکفر ہیں کہاں
ہمسری کا جنہیں دعویٰ تھا وہ خودسر ہیں کہاں

۸۱

سنتے یہ آ ہی گیا جوش میں بس اک سرہنگ
طیش کھاتا عقب فوج سے نکلا پئے جنگ
کہا ہمراہی لشکر تھے مرے واسطے ننگ
تن تنہا سے اکیلے نہیں لڑنے میں درنگ
میں ہوں پیشی پہ تو جی کو تو جست جاری کر
سر شہ لاتا ہوں جا جشن کی تیاری کر

۸۲

دل میں بیخوف خدا سے بھی جفا کار ایسا
جس کا شیطان مقلد ہو بد اطوار ایسا
نہ سمائے وہ بن گور میں تیار ایسا
عار دوزخ کو بھی جس سے ہو گنہگار ایسا
آتش کینہ و لاوہ حسد بھر دل میں
اک جہنم سے لئے پھرتا تھا ستمگر گلیں

۸۲

ساقیا دور میں اسوقت ہیں دو رنگ کے جام
اک حلال ان میں یقینی ہے تو ہے ایک حرام
یار بیکینہ ہوں کچھ سوچ نہ اے نیک انجام
بعد تحقیق کے ہوتا ہے مطیع اسلام
ہوشیاری میں جو بہکا وہ خطا پائے گا
ایک سے لونگا جو دونوں میں پسند آئیگا

۸۳

متوجہ ہوا ظالم جو سوئے دشت اک بار
صورت گرگ چلا خاک اڑاتا رہوار
خود بھی تھا مرکب شکی کی طرح تیرہ و تار
پر وہ پوشی کو کسی طرح نہ کافی تھا غبار
تند آندھی میں سیاہی سی جھلک جاتی تھی
اک بلا گرد میں پوشیدہ چلی آتی تھی

٨٥

ہیں سبھی رنگ کے دنیا کی بھری محفل میں
یوں تو معلوم نہیں کیا ہے کسی کے دل میں
حال کھلتا ہے ہر اک کا مگر مشکل میں
فصل ہے مشرق و مغرب کا حق و باطل میں
ہم ہیں تحقیق و شعار قدما کے پابند
کم نظر آتے ہیں دنیا میں وفا کے پابند

٨٦

[illegible] کا دیکھ لے اے نیک سیر
دو فریقوں میں اِدھر کٹتے ہیں سٹتے ہیں اُدھر
کی ہیں اللہ نے آنکھیں تو عطا سب کو مگر
کوئی باطن نہیں انجام پہ رکھتے ہیں نظر
کھو دیا دین کو دنیا کی نہ دولت چھوڑی
کلمہ گویوں نے پیمبر کی رفاقت چھوڑی

۸۳

شق گردے ظاہر ہوا تو وہ گمراہ
پشت مرکب پہ سنبھل بیٹھے امام ذی جاہ
ہو کے مشتاق وغا جم گئی پھر آ کے سپاہ
ہاتھ قبضوں کی طرف بڑھ گئے ملتے ہی نگاہ
ہوئی لڑ جانے میں ڈھالوں کے نہ دیر اک دم کی
ابر ٹکرا کے گرجنے لگے بجلی چمکی

۸۴

سن لیا حال دو رنگی جہاں کو ساقی
دیدے اب جام نجس دشمن جاں کو ساقی
پاک بادے کی ہے چاٹ اپنی زباں کو ساقی
جاں نثار است ہی اس میکش بیاں کو ساقی
اب تو پیماں ہیں جس جام سے بیزار ہوں میں
پسر ساقی کوثر کا طرفدار ہوں میں

۸۹

طیش میں کھاتا تھا افعی کی طرح بل پہ وہ بل
گھات چلتی تھی نہ کام آتا تھا کچھ مکر و دغل
دعوی تیغ زنی پیش امام اکمل
بھول میں ڈھال کے الجھایا تلوار کا پھل
ایک جھٹکے میں جھکا وہ جو سر افلاک پہ تھا
ہاتھ میں قبضۂ شمشیر تھا پھل خاک پہ تھا

۹۰

پھینک کر تیغ کے قبضے کو سنبھالا بھالا
بند وہ باندھا جو مدت سے تھا دیکھا بھالا
آپ ہوشیار تھے تھا وار جو ہونے والا
تیغ نے سامنے آتے ہی بلا کو ٹالا
صورت لاہوتی دو ہو کے نظر میں پیدا
نفی کی شکل تھی اثبات ہنر میں پیدا

۹۱

تیر کی زد جو نہ تھی ہو گئی بیکار کماں
تو لکر دست تعدی میں بڑھا گرز گراں
سام کی گور سے آنے لگی آواز اماں
اہرمن ہو گئے دہشت سے پہاڑوں میں نہاں
غل تھا ہے گھات نئی صاحب شمشیر کیساتھ
گاؤ زوری کو چلا پیل دمان شبیر کیساتھ

۹۲

قابل دید تھی دو روز کے پیاسے کی وہ حرب
ہو گا ایسا نہ جری شرق سے بیکر تا غرب
زخم بازو کی وہ ایذا دل سوزاں کا وہ کرب
وار کیا رو کے تھکا ہاتھ لگائے گیا ضرب
دیکھنے والوں کو یہ رد و بدل سکتا ہے
ایسی حالت میں یہ جرأت کوئی کر سکتا ہے

٩٣

تھک کے ظالم نے دو دستی جو کیا گرز کا وار
دیکے خالی گئے پہلو پہ امام ابرار
ضرب کے جھونک میں آگے کو جھکا وہ غدار
چیخ اٹھا ٹیک کے گھٹنوں کو زمیں پر رہوار
خاک اڑی ہل گیا ہیبت سے بیابان بلا
بھٹ پڑا وہ لرزنے لگا میدان بلا

٩٤

تو لکر تیغ پکارے یہ امام دوسرا
آ گئی سر پہ اجل دیکھ ادھر ہوش میں آ
چاہتا تھا وہ سنبھلنا کہ چلی تیغ قضا
زور میں فرق ستمگر کٹی ہاتھ اڑ کے گرا
قہر حق سے بھی کہیں امن کی جا ملتی ہے
سر اٹھانے کی اسی طرح سزا ملتی ہے

۹۵

اوج سے آئی جو لیتی پہ چمک کر تلوار
تن بے سر کو لیے فوج میں بھاگا رہوار
موت چلائی کہاں ہے ابن سعد مکار
سرخرو آتا ہے میداں سے یہ ظلم شعار
سرفروشی کا جو ہوتا ہے صلا دے اسکو
ہے کدھر جشن خوشی صدر میں جا دے اسکو

۹۶

جا کے لشکر میں گرا گھوڑے سے جسم بیجاں
نکلا چنگھاڑتا جنگل سے پھر اک پیل دماں
مقتلوں میں ہے یہ اک راوی صادق کا بیان
اس تھکے ہاتھ سے مارے کئی سو ایسے جوان
آگے سرور نہ دلاور نہ تنومند ہوا
اس طرح جسم کے وغا کی کہ برابر بند ہوا

۹۳

دے کے لبیک کی آواز رُکے شاہِ انام
پونچھ کر خون بخش میان میں رکھ لی صمصام
رنگ یہ دیکھ کے بولا ابن سعد خود کام
غازیو آگے بڑھو اب نہیں لڑنے کے امام
کھا چکے جبر سے تلوار پہ تلوار حسین
نہ کرو خوف کہ ہیں صادق الاقرار حسین

۹۴

ناگہاں آئی یہ آواز کہ بس اے شبیر
ہم سے ملنے کی بھی لازم ہے ہوس اے شبیر
یہی مقتل ہے بڑھاؤ نہ فرس اے شبیر
یادِ حق میں ہوں بسر اب یہ نفس اے شبیر
روک لو تیغ دو دم صبر کے جوہر دیکھو
مہر جس پر کہ تمہاری ہے وہ خنجر دیکھو

٩٩

بس یہ سنتے ہی بہ آئین و بہ انوار بڑھے
باندھ کر غول پیادے بڑھے اسوار بڑھے
نیزہ بردار و تبر دار و کماندار بڑھے
ایک اک تو نہ بڑھا ملکے سب اک بار بڑھے
تُل گئے ظلم پیمبر کا مٹانے کے لئے
آئے کفارِ عرب کعبہ کو ڈھانے کیلئے

١٠٠

پہلے تیروں کی ہوئی تشنہ دہن پر بوچھار
پہنچے نزدیک تو ہونے لگے نیزوں کے بھی وار
زخم کھانے جو لگے صبر سے شاہِ ابرار
ہوگئے اور بھی بےخوف وہ سب ظلم شعار
طالبِ صبر و رضا رنج و الم سہنے لگا
بیگنہ خاک پہ پیاسے کا لہو بہنے لگا

۱۰۴

زخم اتنے تھے بدن پر کہ نہ ممکن تھا شمار
ہاتھ مجروح تھے سر چور تھا سینہ تھا فگار
مجملاً یہ ہے کہ ہر عضو بدن تھا بیکار
اس پہ بھی وار کیے جاتے تھے وہ ظلم شعار
آسماں نالۂ مظلوم سے تھرّاتے تھے
وہ ستمگر نہ مگر ظلم سے باز آتے تھے

۱۰۵

ایک بیکس پہ تھے ٹوٹے ہوئے دو لاکھ عدو
حق کو بھولے ہوئے تھے زر کی طمع میں بدخو
چاہتے تھے جو سند قتل کی وہ عربدہ جو
ہو گیا سیکڑوں تلواروں میں تقسیم لہو
ہے غضب پھر گئے تھے دین خدا سے لاکھوں
ایک تھے سبط نبی خون کے پیاسے لاکھوں

۱۰۲

یوں کرو عرض کہ اے زخمی تیر و خنجر
میرے ماں باپ فدا آپ کی مظلومی پر
تن اقدس پہ چلے نیزہ و شمشیر و تبر
زخمی تیغ زباں ہو گئے قلب و جگر
غم سے بیتاب غلام آپ کے یا مولا ہیں
جان کام آئے تو موجود ہے آنسو کیا ہیں

۱۰۳

جوش دکھلاؤ محبت کا اب اے اہل عزا
آج مہماں ہے تمہارا وہی زخمی آقا
تم سے تو خون بھی اپنا نہ عزیز اس نے کیا
تم عزیز اشک کرو اس سے یہ بصد حیف کیا
مرہم زخم یہی ہے تو بکا لازم ہے
شہ مجروح کے زخموں کی دوا لازم ہے

۱۰۵

اب حسین حال شہادت کا عزادار امام
چور زخموں سے ہیں سر تا بقدم شاہ انام
بیبیاں جمع ہیں دروازۂ خیمہ پہ تمام
شور سے نالہ وزاری کے بپا ہے کہرام
اب کوئی دم کا ہے مہمان جگر و جان بتول
گل ہوا چاہتی ہے شمع شبستان رسول

۱۰۶

کیا بیہ قلب تھا صالح بن وہب مزنی
متصل آگیا تانے ہوئے نیزہ وہ شقی
وہ کیا وار کہ طاقت نہ سنبھلنے کی رہی
منہ کے بل خاک پہ گھوڑے سے گرے سبط نبی
یہ ستم دیکھتے ہی تاب نہ لائیں زینب
مضطرب خیمے سے باہر نکل آئیں زینب

١٠١

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

١٠٢

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

١٠٩

پیتے چلو میں وہ خون آپ نے جو ریتہ تھا
چاند گویا کہ امامت کا شفق میں آیا
کہا میں آگے پیمبر کے یوہیں جاؤں گا
ستم و جور کا تم سب کے کرونگا شکوا
ذبح مہمان کو دو روز کے پیاسے کو کیا
کلمہ نانا کا پڑھا قتل نواسے کو کیا

١١٠

[illegible] اسدم بن سعد بدیں
[illegible] کو سرشت ہنشہ دیں
[illegible] چلا کھینچ وہ خنجر کیں
تھرتھرانے لگا پاس آتے ہی لیکن وہ لعیں
مرتکب ایسے گنہ کا ہو یہ جرأت نہوئی
قتل فرزند پیمبر کی جسارت نہوئی

۱۱۱

پھر گیا وہ تو سنان ابن انس آگے بڑھا
جو تھا خولی کا ارادہ وہی قصد اسکا تھا
بیکسی دیکھ کے حضرت کی مگر دل میں ڈرا
کعبہ اس کا فریب بیں سے بھی ڈھایا نہ گیا
دلمیں سوچا کہ نہ مردود خدا کا میں ہوں
جب کہا شہ نے پیمبر کا نواسا میں ہوں

۱۱۲

یونہی واپس گئے گیارہ ستم ایجاد اگر
گو کہ دشمن تھے ہوئی قتل کی جرأت نہ مگر
اب عزادار کریں سینہ زنی کھول کے سر
آگیا شمر شقی ہاتھ میں کھینچے خنجر
دل پیمبر کا تو حیدر کا جگر کٹتا ہے
بیکسو خلق کے سرتاج کا سر کٹتا ہے

۱۱۲

کہہ سکے یہ سینۂ زخمی پہ لعیں بیٹھ گیا
ریش لی ہاتھ میں اور حلق پہ خنجر رکھا
تھیں رگیں خشک کہ دو دن سے نہ پانی تھا ملا
ہاتھ کھینچا تھا نہ چل سکتا تھا خنجر اس کا
کیا بیاں ہو کہ گلا خشک وہ کیونکر کاٹا
سر بدن سے دہ دو ضرب لگا کر کاٹا

۱۱۳

پاؤں رکھے جو لگا سینے پہ وہ دشمن دیں
کھول کر آنکھوں کو بولے یہ شہ عرش نشیں
کون ہوں میں خبر اسکی تجھے کچھ ہے کہ نہیں
کہا احمد کے نواسے ہو یہ ہے مجکو یقیں
ہو خدا جس کا عدو اسپہ ترس کھاؤں میں
کیا برا کرتا ہوں کیوں قتل سے باز آؤں میں

[illegible]

پرنٹر و پبلشر سلطان حسین تاجر کتب نے اپنی سلطانی آرٹ لیتھو اینڈ پرنٹنگ پریس
بھنڈی بازار بمبئی نمبر ۳ سے چھاپ کر شائع کیا

# مقبول کتابیں

| نام کتاب | قیمت آنہ | قیمت پیسہ | نام کتاب | قیمت آنہ | قیمت پیسہ | نام کتاب | قیمت آنہ | قیمت پیسہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| میلاد اکبر | ۰ | ۱ | انگلش ٹیچر کلاں | ۸/ | | وفات نامہ | ۲/ | |
| تحفۃ الاخوان | ۱۲/ | | میدان کربلا | ۴ | | سکرات نامہ | ۲/ | |
| صبر ایوب | ۳/ | | بی بی صغرا | ۲/ | | دائی حلیمہ | ۲/ | |
| زیتون و محمد حنیف | ۷/ | | ماتم حسین | ۲/ | | شکوہ جواب شکوہ | ۴/ | |
| مزور المسلمین | ۲/ | | جمال رحمت | ۳/ | | دیول بہاں کے بہ | ۸/ | |
| مجموعہ اوراد | ۸/ | | طریقہ فاتحہ | ۳/ | | چہل حدیث | ۸/ | |
| نصیحت المسلمین | ۳/ | | چارکرسی خورد | ۱/ | | شاہجہاں | ۸/ | |
| قاضی چور | ۳/ | | نیاز نامہ | ۲/ | | ترکی تپنچہ | ۸/ | |
| بی بی مریم | ۶/ | | سخاوت نامہ | ۲/ | | بہادر شہزادی | ۸/ | |
| زہر عشق | ۳/ | | حجۃ الاسلام | ۲ | | نالۂ حشر | ۴/ | |
| فالنامہ قرانی | ۸/ | | مناجات اکبری | ۲/ | | داور اہبار | ۴/ | |
| خواب نامہ | ۷/ | | شہادت نامہ | ۲/ | | گنجینہ اکبری | ۲/ | |
| انگلش ٹیچر خورد | ۵/ | | فدنامہ | ۲/ | | اردو کا دلچسپ قاعدہ | ۲/ | |

سلطان حسین تاجر کتب بھنڈی بازار بمبئی ۳

# جواہر پارے

| نام کتاب | آنہ | روپیہ | نام کتاب | آنہ | روپیہ | نام کتاب | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جویائے حق کال ترمطین | ۸ | ، | میر صاحب | ۰ | ۳ | حالات قائد اعظم محمد علی جناح | ۸ | ۳ |
| مینو بنی | ۸ | ۲ | بیل بوٹے | | ۲ | انجم کدہ | ۰ | ۲ |
| زوال بغداد | ۱۲ | ۱ | جھلکیاں | ۸ | ۲ | آہ نا تمام | ۰ | ۲ |
| غیب داں دلہن | ۱۲ | ۱ | دل کے آنسو | ۴ | ۱ | پہلا پیار | ۰ | ۲ |
| طاہرہ | ۰ | ۲ | فتح بیت المقدس | ۸ | ۲ | راز کی باتیں | ۸ | ۲ |
| مینا بازار | ۱۲ | ۱ | شکیلہ | ۸ | ۱ | ہمارا پاکستان | ۰ | ۴ |
| فردوس بریں | ۱۴ | ۱ | منجدھار | ۰ | ۲ | پاکستان کیوں | ۰ | ۲ |
| نیکی کا پھل | ۸ | ۱ | ان سنی | ۰ | ۲ | لے کے رہیں گے پاکستان | ۸ | |
| آغا صادق کی شادی | ۰ | ۱ | گھروندے | ۸ | ۱ | فلستان | ۰ | ۲ |
| خوفناک محبت | ۸ | ۲ | کفر و اسلام | ۸ | ۱ | نگار رخ | ۰ | ۲ |
| دربار حرام پور | ۸ | ۱ | پہلو | ۰ | ۲ | پردے | ۰ | ۲ |
| حسن کا ڈاکو | ۸ | ۲ | اندسٹرل انڈیا ڈائرک | ۰ | ۲ | پاؤں میں پھول | ۸ | ۲ |
| بدرالنسار | ۱۲ | ۰ | امیر پاکستان | ۸ | ۳ | ویول کے پلان کے بعد | ۴ | ۱ |
| تشنگی | | ۴ | نیشنل گارڈ کا ترانہ | ۴ | ۱ | ترکی تیغچہ | ۸ | |